اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ

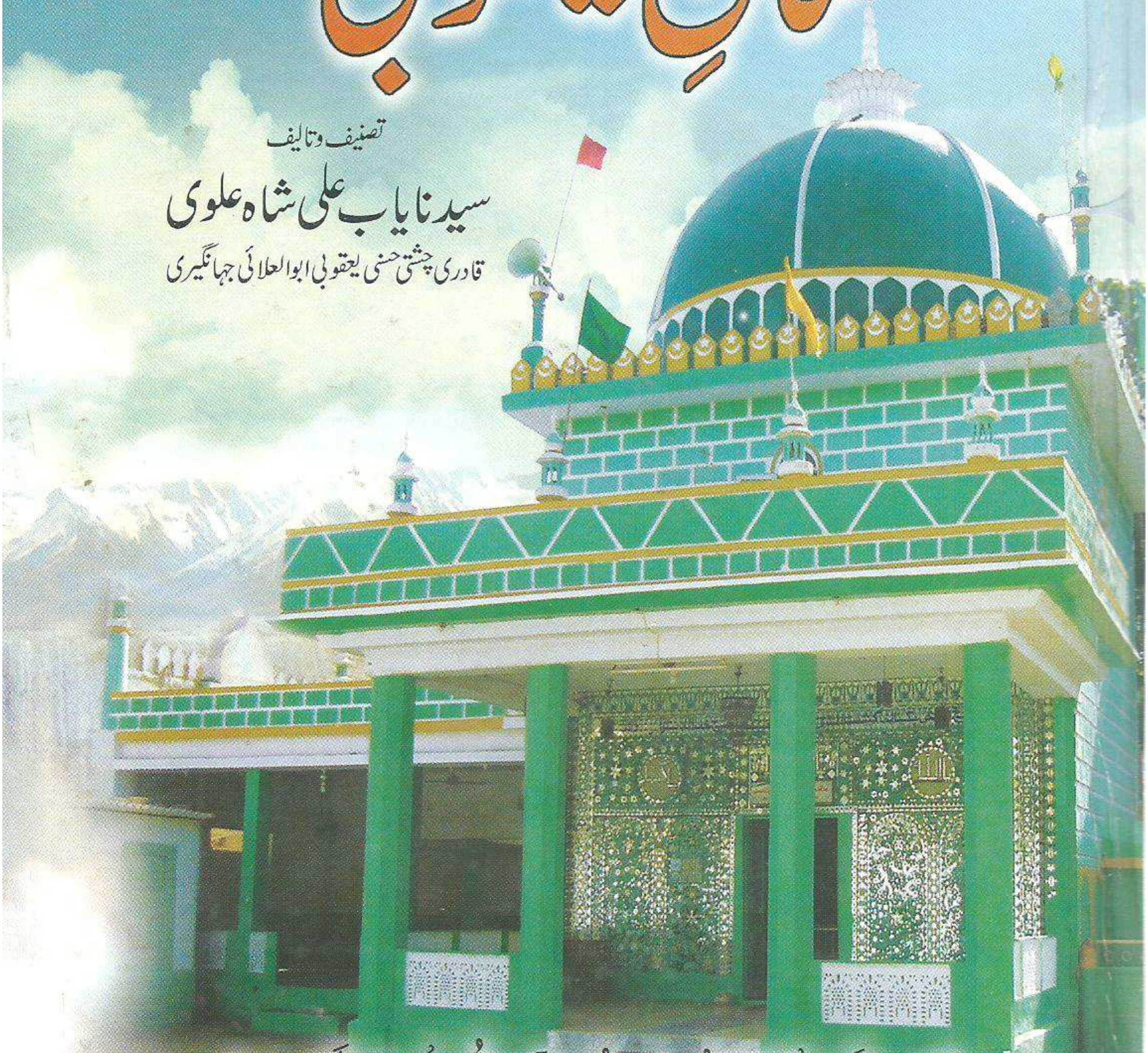
بیشک اللہ کے دوستوں کیلئے نہ تو کسی قسم کا خوف ہے اور نہ کوئی غم

شانِ یعقوبی

تصنیف وتالیف

سید نایاب علی شاہ علوی

قادری چشتی حسنی یعقوبی ابوالعلائی جہانگیری



درگاہ حضرت بابا صوفی محمدؐ یعقوبُ علیشاہ حسنی

قادری چشتی نقشبندی ابوالعلائی جہانگیری حسنی

شانِ یعقوبی

تصنیف وتالیف

سید نایاب علی شاہ علوی
قادری چشتی حسنی یعقوبی ابوالعلائی جہانگیری

نام کتاب : شانِ یعقوبی

مصنف : سید نایاب علی شاہ علوی یعقوبی

مطبع : لیو پروسیس

ایڈیشن : اوّل

تعداد : ایک ہزار

کمپوزنگ : ایس۔ایم۔توقیر حیات

ھدیہ : 150/-

ملنے کا پتہ :

۷۳۔کے بلاک۔۲پی۔ای۔سی۔ایچ۔ایس کراچی۔۲۹

فہرست

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۲۴	جناب ماسٹر سید ریاض الحسن شاہؒ	۵۹ ۔
۱۲۶	حضرت صوفی بشیر احمد بنارسیؒ	۶۰ ۔
۱۲۸	حضرت صوفی بشیر الدین یعقوبیؒ	۶۱ ۔
۱۲۹	حضرت صوفی رحمت اللہ خان عرف نھو بھائی	۶۲ ۔
۱۳۰	حضرت صوفی نظام الدین یعقوبیؒ	۶۳ ۔
۱۳۲	جناب حضرت صوفی عبدالحئی یعقوبی	۶۴ ۔
۱۴۰	تذکرہ قوال حضرات	۶۵ ۔
۱۴۲	جناب صوفی بابو حسنؒ قوال	۶۶ ۔
۱۴۵	قوال جنکا کلام اعلیٰ حضرت سنتے تھے	۶۷ ۔
۱۴۸	جناب بہاؤ الدین قوال	۶۸ ۔
۱۵۰	جناب منظور احمد خان نیازی قوال	۶۹ ۔
۱۵۵	جناب غلام فرید صابری قوال	۷۰ ۔
۱۵۷	کشف وکرامات	۷۱ ۔
۱۵۹	کشف سے مُرید کے دل کا حال معلوم کرنا	۷۲ ۔
۱۶۰	قبر شریف پر غیب سے لڈوں کا نمودار ہونا	۷۳ ۔
۱۶۱	مسند کے دونوں طرف ببّر شیروں کا ظاہر ہونا	۷۴ ۔
۱۶۳	پولیس سپرٹنڈنٹ کو وجد کرنا	۷۵ ۔
۱۶۴	قتل کے مجرم کا خود گرفتاری پیش کر دینا	۷۶ ۔
۱۶۵	کنٹھ مالا کا گردن پر ہاتھ پھیرتے ہی غائب ہو جانا	۷۷ ۔
۱۶۶	شیشے کی گھڑی کا ٹرین سے گرنا اور شیشوں کا ثابت رہنا	۷۸ ۔

انتساب

قارئین کرام زیر نظر کتاب بہ عنوان "شان یعقوبی" کا انتساب ہم اپنی پیر بہن محترمہ ثریا ضیاء ہاشمی کے نام کرتے ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کو بہت شاندار عنوان عطا کیا۔ کتاب لکھنے کے دوران بہت سے واقعات اور خواجہ موصوف اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے چلّوں کی تفصیلات کو قلم بند کر لیا تھا لیکن ابھی تک ہم نے کتاب کا عنوان نہیں رکھا تھا۔ ایک دن ہم نے محترمہ ثریا ضیاء ہاشمی سے پوچھا کہ آپ بتائیں کہ کتاب کا کیا نام رکھا جائے آپ نے برجستہ کہا نایاب بھائی! آپ کتاب کا نام "شان یعقوبی" رکھیں۔ کتاب کے نام کے بارے میں سلسلہ عالیہ سے وابستہ لوگوں کو جب کتاب کا نام بتایا گیا تو سب نے سبحان اللہ کہا اور بہت پسند کیا۔

محترمہ ثریا ضیاء ہاشمی اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے بچپن میں بیعت ہوئی تھیں۔ آپ کے والد ماجد حضرت صوفی سیدّ منظور علی ہاشمی اعلیٰ حضرت کے ایک نامور خلیفہ تھے۔ آپکو اپنے پیر و مرشد سے والہانہ محبت و عقیدت ہے۔ آپ کے شوہر جناب ضیاء الحق صاحب حضور غوث الاعظم کے سجادہ نشین حضرت سیدّ منصور الدین الجیلانی کے صاحبزادے جناب حضرت سیدّ ہاشم الدین الجیلانی القادری سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت ہیں۔

محترمہ ثریا ضیاء ہاشمی صاحبہ اپنے والد بزرگوار کی پہلی اولاد ہیں۔ انھوں نے اپنے بچپن ہی سے بزرگوں کی خدمت کی۔ اعلیٰ حضرت جب ان کے گھر تشریف لاتے تھے تو یہ اپنے ننھے ہاتھوں سے اعلیٰ حضرت کے پاؤں دباتی تھیں۔ اعلیٰ حضرت ان سے بہت شفقت رکھتے تھے۔ انکے والد محترم جناب سید منظور علی ہاشمی نے سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی۔ نوکری سے سبکدوش ہونے کے بعد وقت وصال تک تبلیغ کرتے رہے۔ محترمہ ثریا ضیاء ہاشمی کے اکلوتے فرزند جناب شمس الحق صاحب فوج میں لیفٹینٹ کمانڈر ہیں۔ یہ انسانیت کے جذبہ سے سرشار ایک باصفا نوجوان ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اِن کو اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا ہو! آمین۔

پیش لفظ

الحمدُ اللہ کہ اس بابرکت کتاب کو لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی جس کیلئے ہم اللہ تعالیٰ کے لاکھ لاکھ شکر گذار ہیں کہ جس نے قدم قدم پر ہماری رہبری فرمائی اور شکر گذار ہیں اپنے پیرو مُرشد کے کہ جنہوں نے ہمیں یہ شعور عطا کیا۔

اِس کتاب کی تصنیف سے پہلے ۱۹۹۶ء میں ایک کتاب بہ عنوان "حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ" تصنیف کی تھی جس میں اعلیٰ حضرت کے حالات زندگی، ملفوظات، معمولات، عبادت، ذکرواذکار اور خوارق وکرامات کا مختصراً ذکر کیا گیا تھا۔ لیکن آپ کی زندگی کے بہت سے حالات وواقعات اور آپکی چلہ کشی کی تفصیلات کسی وجہ سے تحریر ہونے سے باقی رہ گئیں تھیں جنکو زیرِنظر کتاب "شانِ یعقوبی" میں معلومات کے مطابق تحریر کیا گیا ہے جو پیشِ خدمت ہے۔

قارئین کرام! یہ حقیقت ہے کہ کسی کتاب کو لکھنے کیلئے صحیح معلومات کا حاصل کرنا ضروری ہے اور یہ معلومات ان ہی لوگوں سے حاصل ہوسکتی ہیں کہ جنہوں نے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو یا مستند واسطوں اور ذریعوں سے اُن تک پہنچی ہوں۔ اس سلسلہ میں ہم جناب صوفی محمد یوسف علی شاہ منے میاںؒ کے دلی طور پر ممنون ہیں کہ اس کتاب کو لکھنے میں معلومات فراہم کی اور ہماری معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات کو بلند کرے۔ آمین۔

بہت سی قابلِ قدر معلومات کیلئے جناب ممتاز احمد فریدی صاحب اور جناب عبدالحئی صاحب کے شکر گذار ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِن کو اچھی صحت عطا فرمائے یہ سلسلہ عالیہ کا بیش بہا سرمایہ ہیں۔ بمبئی کے معین الدین صاحب اور آگرہ کے جناب صوفی بدرالدین یعقوبی کے شکر گذار ہیں کہ جنہوں نے کچھ چلّوں کی معلومات فراہم کی۔

حضرت صوفی عبدالغفار شاہ حسنیؒ، حضرت بابو حسن حسنیؒ دونوں صاحبان کے شکر گذار ہیں جنہوں نے ہندوستان سے متعلق کچھ واقعات راقم کے گوش گزار کیئے اور قابل قدر معلومات فراہم کی جناب رئیس خاں حسنی اور جناب بابر علی ہاشمی، جناب صوفی عبداللطیف صاحب، محترمہ زوجہ فرید بھائی، اوران تمام حضرات کے دلی طور پر شکر گذار ہیں جنہوں نے معلومات فراہم کیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں کو شیطان کے شر سے اپنی پناہ میں رکھے اور راہ سلوک اور شریعت اور طریقت میں ہم سب کو حضور سرکار دو عالمؐ اور تمام اولیاء کرام اور اپنے پیرومرشد کے اسوۂ حسنی کی صحیح طریقہ سے پیروی کرنے کی توفیق عطا کرئے۔ آمین !

وما علینا الّا البلاغ المبین

خاک پائے مرشد

سید نایاب علی شاہ علوی یعقوبی

تعرّف تبصرہ نگار

جناب حضرت سید انور علی شاہ صاحب ایڈووکیٹ نے شانِ یعقوبی پر اپنا تبصرہ کر کے کتاب میں چار چاند لگا دیئے ہیں آپ حضرت سید شائق دہلوی کے پوتے ہیں اور ایڈووکیٹ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک متبحر عالم دین بھی ہیں۔

آپ نے قرآن حکیم فرقان مجید کا انگریزی زبان میں ترجمہ اور تفسیر لکھی ہے اسکے علاوہ مشکواۃ شریف کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے آپ نے فقہ پر انگریزی کی ایک کتاب جو ۲۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے الفقہ کے عنوان سے لکھی جو ۵ جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد تعرّف دوسری عبادات اور ۳ جلد میں معاملات پر مشتمل ہیں سیرت النبی کے عنوان سے ایک کتاب انگریزی میں آپ نے لکھی ہے جو ۲۵۰۰ صفحات پر مشتمل ہے ۲ جلدوں میں سیرت اور ۳ جلدیں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات پر مشتمل ہے۔ اسکے علاوہ آپ صاحب دیوان شاعر ہیں اور عاشق رسول ہونے کے ناطے آپ نے بہت سی نعتیں لکھی ہیں اللہ سے دعا ہے کہ آپ کے وجود کو صحت کیساتھ قائم رکھے اور جس طرح یورپ اور امریکہ میں آپ کی تصنیفات سے وہاں کے نئے مسلم فیض یاب ہو رہے ہیں یہ سلسلہ جاری رہے آمین۔

سخنہائے گفتنی

مکرّم ومحترم جناب سید نایاب علی شاہ صاحب مدظلہٗ العالی نے اس ناچیز سے اپنی مایہ ناز تصنیف "شانِ یعقوبی" پر تبصرہ کی فرمائش کی اگرچہ اس ناچیز کو اسقدر علم ہے، نہ اتنا تجربہ اور نہ ایسی صلاحیت کہ اولیاءاللہ سے متعلق کسی کتاب پر لب کُشائی کر سکے۔ مگر تعمیل ارشاد "نایاب" میں اپنی بساط کی حدتک اظہار خیال کی جُراءت کررہا ہوں۔ گر قبولِ اُفتد مگر شانِ یعقوبی پر کچھ عرض کرنے سے پیشتر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تصّوف کے متعلق کچھ عرض کردوں۔

تصّوف

انسان کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی بندگی ہے۔ خود قرآن کریم کا ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت آیت ۵۶) یعنی نہیں پیدا کیا ہم نے جن اور انسان کو مگر اسلیئے کہ وہ ہماری عبادت کریں۔ بندگی کس طرح کی جائے اسکی رہنمائی کیلیے وقتاً فوقتاً پیغمبر معبوث کیئے گئے اور سے سب آخری ختمی مرتب حضور بنی کریم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو معبوث کیا گیا۔ اور آپؐ کی بعثت بھی قرآن کریم نے یہ بتایا ہے۔

کہ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ (سورۃ البقرہ آیت ۱۱۶)۔ یعنی آیات الٰہی کی تلاوت کریں، کتاب وحکمت کی تعلیم دیں اور تزکیہ کریں۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ پیغامِ الٰہی کو لوگوں تک پہچانے کے علاوہ آپؐ کی بعثت کے دو ۲ اور مقاصد اور بھی تھے یعنی ایک تعلیم اور دوسرا تزکیہ۔

تعلیم اور تزکیہ کو سمجھنے کیلیۓ اس بات کو ذہن میں رکھنا بھی ضروری ہے کہ ہر چیز کی طرح بندگی کے دو ۲ رُخ ہیں ایک ظاہر اور دوسرا باطن۔

ظاہر میں بندگی بشرطِ ایمان، نماز، عمرہ، حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے پوری ہوجاتی ہے اور اسی کو شریعت کہتے ہیں۔ مگر باطن میں بندگی کا تعلق ان ارکان کی حیثیت سے ہے۔ اس میں ایمان، محبت، خلوص، خوفِ خدا، رضائے الٰہی، توکل اور اسرارِ غیبُ وشہود کی تعلیم وتربیت سے واسطہ پڑتا ہے۔ اور بندگی کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔ اور یہی منزل طریقت یا تصوّف کہلاتی ہے چنانچہ بندگی کا ظاہر شریعت اور باطن طریقت ہے۔

اِس بات کوایک اور مثال سے سمجھئے۔ نماز شریعت کا ایک بنیادی حکم ہے اور اس کے لئے وُضو، نیت، قیام، قرات، رکوع وسجدہ، جلسہ وقائدہ وغیرہ سے متعلق تفصیلی اصول بتادئے ہیں۔ چنانچہ جو شخص بھی نماز پڑھنا چاہے وہ ان تمام ارکان کوادا کر کے نماز ادا کرسکتا ہے اور فی الحقیقت بشرطِ خلوص نماز ادا ہوجائیگی اور اسکے جو بھی دنیا اور عقبیٰ کے فوائد ہیں وہ بھی حاصل ہوجائینگے۔ اور اس میں کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ اور ایک حدیث شریف میں یہ بھی فرمایا کہ نماز کا اس طرح پڑھنا گویا نمازی بچشم خود باری تعالیٰ کو دیکھ رہاہے اور اگر یہ ممکن نہ ہوتو یہ احساس قائم رکھنا کہ باری تعالیٰ خود اسکو دیکھ رہا ہے۔ احسان کی منزل ہے۔ (حدیث جبریل، مشکوٰۃ شریف) اور یہ ایمان وعمل یا بندگی کی اعلیٰ ترین منزل ہے۔ اور نماز میں باری تعالیٰ کا دیدار مومن کی معراج ہے۔

مگر نماز میں اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے تزکیہء نفس اور صفائے قلب کی ضرورت ہے اور یہ چیزیں صرف اور صرف طریقت کے ذریعہ حاصل ہوتی ہیں اور یہ تصوّف کی غرض وغایت ہے۔

اس طرح اللہ رب العزت کو خالق ومالک، بزرگ وبرتر، قاضی الحاجات اور قادر مطلق ماننا ہر اہلِ ایمان کیلئے ضروری ہے۔ مگر اس مرتبہ کے ایمان پر صحیح معنوں پر عمل کرنے کیلئے جس اُولو العزمی، عالی ہمتی اور بے خوفی کی ضرورت پڑتی ہے اسکے لئے بڑی ریاضت اور مجاہدہ درکار ہے اور یہ ریاضت ومجاہدہ اصول طریقت میں سے حاصل ہوتا ہے۔

ان تمام خواہشاتِ نفس، حرص وہوس اور عام انسانی رجحانات کے باوجود دنیا اور اسکی زیب وزینت عزو جاہ اور مال ومتاع کو عارضی، بے سود اور لاحاصل سمجھنا اور اپنے عمل سے اس تصوّر کو صحیح ثابت کرنا بڑے اختیار اور صبر و تحمّل کا متقاضی ہے اور اس صبر و تحمّل کی تعلیم و تربیت صرف طریقت کے ذریعہ ہی حاصل ہوتی ہے اور یہ چیزیں ہمیں جناب رسالت مآب اور آپؐ کے صحابہ اکرام رضی اجمعین، تابعینؒ تبع تابعیؒ اور انکے بعد ہر دور کے اولیاءاللہ کی مبارک زندگیوں سے بھی ملتی ہیں۔ اور اس کا نام تصوّف ہے۔

دراصل انسان کی زندگی دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ایک جسم اور دوسری رُوح۔ اور تعلیم و تربیت اور ریاضت ومجاہدہ دونوں کیلئے ضروری ہے۔ تعلیم وتربیت اور ریاضت اور مجاہدہ سے جسم صحت مند ہوتا ہے اور رُوح ترقی پزیر، مگر جسم چونکہ عارضی اور فانی ہے اسلئے اسکی صحت بھی اسی کیساتھ ختم ہوجاتی ہے مگر روح چونکہ دائمی و اور غیر فانی ہے اسلئے تعلیم وتربیت اور ریاضت ومجاہدہ سے مزید ترقی ہوتی رہتی ہے۔ اس حقیقت کو ہر مذہب وملّت کے ماننے والوں نے سمجھا اور مانا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہمیں ہر مذہب وملّت میں روحانی زندگی کو بالیدگی دینے کے اصول اور طور طریقے ملتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہر مذہب وملّت میں تصوّف کے ذریعہ روحانیت کو بڑھانے اور روحانی کمالات حاصل کرنیکی کوشش ملتی ہے۔ چنانچہ ہندومت میں جوگیانہ طرزِ زندگی میں گیان دھیان کے ذریعہ مکتی اور بدھ مت میں ارتکازِ فکر ونظر کے ذریعہ نروانا کا حصول، یہودیت میں کاہنیت ونُصرانیت میں رُہبانیت کے طور طریقے دراصل تصوّف ہی کی مختلف شکلیں تھی۔ کہا جاتا ہے کہ تصوّف کی بنیاد یوُنانی، مصری، ایرانی یا ہندی فلسفہء حیات ہے ممکن ہے یہ بات دوسرے مذاہب کے تصوّف کے سلسلے میں درست ہو مگر اسلامی تصوّف کا اس سے دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ اسلامی تصوّف کی بنیاد صرف اور صرف قرآن اور سنت ہے مزید یہ کہ تصوّف دراصل خالصتاً اسلامی اصطلاح ہے۔ دوسرے مذاہب سے اسکا مقصد اور اصول بالکل مختلف ہیں۔

اسلام میں تصوّف کا مآخذ

تصوّف کا مآخذ حقیقی دراصل قرآن ہے۔ قرآن کی متعدّد آیات میں طلب مغفرت، صبرورضا، مجاہدہ، توکلّ عبادت دنیا کی بے ثباتی۔ اِسرار معارف کا تجسّس، کائنات اوراس کی ابتداء وانتہا کا علم تخلیق اوراس کے مقاصد کی تفہیم اوررجوع اللہ کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ

وَاذْ کُراسمَ رُبّکَ — یعنی اللہ کے نام کاذکرکر

وَلَزِ کْرِ اللّٰہ اَکْبر — یعنی اللہ کاذکر بڑی چیز ہے

اَلَا بِذِ کرِاللّٰہ تَطمَئِنّ اَلْقُلُوبَ — یعنی اللہ کے ذکر سے قلوب اطمینان پاتے ہیں

وَاذْ کُرُونِي اَ ذْ کُرَ کُمْ — یعنی تم میراذکر کرو میں تمھاراذکرکروں گااورفرمایاکہ

وابتغوُ اِلَیِیہ الوَسیْلَة — یعنی اللہ تعالٰی کی طرف پہنچے کاوسیلہ تلاش کرو

اہلِ علم کی نشانی یہ بتائی کہ

اِنَّ فی خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَ رْضِ وَاْختِلَافِ الّیلِ وَ النَّھَارِ لِا یتِ لَا وُلِی الْاَلْبَابِ اَلّذِیْنَ یِذْ کَرُوْنَ اللّٰہَ قیاَ ما وَّ قُعُوْ دَ وّ علیٰ جُنوبِھِم و یتفکرّوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوات وَالْارض۔

یعنی زمین وآسمان کی پیدائش میں لیل ونہار کے اختلاف میں صاحب عقل کے لئے نشانیاں ہیں جو کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے اللہ کو یاد کرتے ہیں اورزمین وآسمان کی پیدائش میں غوروفکر کرتے ہیں

ایک جگہ اورفرمایا کہ:۔

وَاعبُدْ رَبَّکَ حَتّیٰ یَا تیکَ اَلْیقُینَ — یعنی اپنے رب کی عبادت کرجب تک موت نہ آجائے

اورفرمایاکہ

اَعْلَمُوْ اِنّمَا اَلحَیوٰة اُلدّنیا لَعِبُ وّلَھو — یعنی کہ جان لو دنیا کی زندگی لہوولہب ہے

اَلحَیٰوۃ الدّ نیَا اِلّاَمتَاعُ الغَرور　　یعنی حیات دنیا کی متاع فریب کے سوا کچھ نہیں

فرمایا کہ:۔لہٰذا خبردار

فَلاَ تغرَنّکُم الحَیٰوۃُ الدُّنیَا　　یعنی دنیا کی زندگی تمھیں فریب میں مبتلا نہ کردے

فرمایا:۔

اَستَغفرُوَ رَبّکُم ثُمَّ تُوَبُوُ اِلَیہ　　یعنی اپنے رب سے مغفرت طلب کرو اور اس سے توبہ کرو

وَتو بُوُ اِلیٰ اللّٰہِ جَمیعاَ اَلیُھا المُوُمِنیِن لَعَلّکُم تُفلِحُون

یعنی اللہ سے توبہ کرو اے ایمان والو تاکہ تم فلاح پاؤ اور یہ بھی فرمایا کہ

یاَاَیُّھاَ الّذیِنَ آمَنُوُ اصبِرُوُاوَ صَابِرُ وُاوَ رَابطُوُ

یعنی اے ایمان والوں صبر سیکھو صبر کرو اور اللہ سے رشتہ استوار کرو

وَلِمنُ صَبَرَوَ غِفرانُ ذَالِکَ مِنُ عَزمِ الاُ مُورُ

یعنی جو شخص صبر کرے اور توبہ کرے تو بے شک یہ عزم کا کام ہے　مزید ارشاد ہوا کہ

وَتوَ کلّ عَلیٰ الحَیی الّذی لَا یَمُوتُ　یعنی اللہ پر بھروسہ رکھ جو زندہ ہے اور جسے موت نہیں آتی

وَعلَیٰ اللّٰہِ فَلیَتوَ کَلّ المُوْ مِنُون　　یعنی وہ اللہ ہی ہے جس پر ایمان والے توکل کرتے ہیں

اللہ کے وہ بندے جو ان احکامات پر پوری مُستعدی اور خلوص کے ساتھ عمل کرتے ہیں۔ وہ صالحین کہلاتے ہیں اور ان کے لئے ارشاد ہے کہ

وَھُوَ یتوَلّیَ الصّاَلحِینُ　　یعنی اللہ صالحین کا دوست ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے کہا گیا کہ۔

رَضِیَ اللّٰہ عَنھُم وَرَ ضوُعَنہُ　　یعنی اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی

قرآن حکیم کے بعد آنحضرت ﷺ کے ارشادات اور آپ کا عمل مبارک طریقت کے اصولوں کو مرتّب کرنے میں سنگ میل ثابت ہوا۔ آپؐ نے توحید اور رجوع الی اللہ کے بعد سب سے

زیادہ جس چیز پر زور دیا وہ تذکیہء نفس ہے اور اس کے لئے ریاضت کے اصول اور آئین مقرر کئے ۔انھوں نے تفکر اور عبادت کے آداب سکھائے۔

دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے الگ رہنے اور بے نیازی کی تعلیم دی۔

آپؐ نے فرمایا۔

اِنَّ مِمَّا اخافَ عَلیکُم مِن بعدی مایفتحِ عَلیکُم مِن ذھرۃِ الدنیاز بنتِہا (بخاری ومسلم)

یعنی اپنے بعد میں تم سے جس چیز کے بارے میں ڈرتا ہو وہ یہ کہ دنیا کی زینت اور کامیابی کے دروازے تم پر کھل جائیں گے ایک اور حدیث میں ارشاد ہوا کہ۔

اَلدنیاُ سِجنَ اَلمومَن وَجنۃ الکافِر (ابنِ ماجہ)

یعنی دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنّت۔

آنحضرت ﷺ کی ریاضت کا یہ عالم تھا کہ آپؐ ساری ساری رات قیام فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ آپؐ کے پائے مبارک متورّم ہو جاتے تھے۔ دن میں ستّر ستّر بار توبہ واستغفار فرماتے تھے۔ اور رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ آپؐ کی آغوش تربیت میں پرورش پانے والے صحابہء کرام میں بھی زُہد اور عبادت کا زوق بدرجہ اتم موجود تھا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جس نے معرفت الٰہی کا مزہ چکھ لیا وہ ماسوائے اللہ کے ہر ایک سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ اور لوگوں سے اُسے وحشت ہونے لگتی ہے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سادہ زندگی اور فقر و غنا ان کی دنیا سے بے نیازی کا واضح ثبوت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا زیادہ وقت عبادت و ریاضت میں گذارتے تھے یہاں تک کہ شہادت کے وقت بھی تلاوتِ قرآن میں مصروف تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری زندگی زہد وتقوی اور عبادت و ریاضت

میں بسر کی۔ اصحابِ صُفّہ جن کی زندگیوں نے اسلام کی روحانی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا ہے وہ سب دنیا و مافیہا سے بے پرواہ ہو کر اپنا سارا وقت عبادت و ریاضت طلبِ علم اور مجاہدہ نفس میں گذارا کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے بقول ابو نعیم اصفہانی۔

"اپنے آپکو اہل وعیال اور مالُ اُوزر میں نہ پھنسایا خدا کے ذکر سے اُنہیں نہ کاروبار روک سکا نہ کوئی اور چیز اور دنیا میں اگر یہ کچھ کھوتے تھے تو انہیں ذرا بھی غم نہیں ہوتا تھا۔

ان کے علاوہ بھی اکثر صحابہ کرام وقت کا بڑا حصّہ عبادت و ریاضت میں بسر کرتے تھے۔ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے تہجد کے لئے مشہور تھے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن رات کا بڑا حصّہ عبادت میں صرف کرتے تھے اور ایک پیسہ پاس رکھنے کے روادار نہیں تھے۔ یہ مالداروں اور دولت مندوں سے چڑتے تھے۔

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد تابعین میں بہت سے بزرگ زہد و عبادت، ریاضت و مجاہدہ اور دنیا سے بے تعلقی میں ممتاز نظر آتے تھے۔ مثلاً اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ ہمیں ان کا تمام تر وقت ذکر الٰہی حُبّ دنیا سے بیزاری، کائنات کے مسائل پر غور و فکر اہل و دنیا سے استغنا اور ثابت الی اللہ میں مصروف نظر آتا ہے اس کے بعد ہم صوفیائے کرام کے گروہ پر نظر ڈالتے ہیں تو ان تمام بزرگوں کا بھی یہی مسلک ہے یعنی دنیا سے بے رغبتی اور رجوع الی اللہ پھر جب اسلامی فتوحات نے دنیاوی دولت اور جاہ حشم کو مسلمانوں کے قدموں میں لا ڈالا تو دنیا پرستی نے اپنا اثر دکھایا اور نفس کی پوجا شروع ہوگئی۔ فساد کے اس دور میں پھر اہل اللہ کی ایک جماعت سرگرم عمل ہوئی اور خالص دین کا جھنڈا بلند کیا۔ یہ جماعت صوفیہ اور اولیاء اللہ ہی کی جماعت تھی اور یہی جماعت ہر دور میں دنیا پرستی اور جاہ پسندی کے خلاف صف آرا رہی ہے۔ اس جماعت کے بوریہ نشینوں نے محض اپنی قوت ایمان کے بل بُوتے پر بڑے بڑے جابر بادشاہانِ وقت کو للکارا ہے اور سیاسی ہنگامہ آرائیوں کے زمانے میں اپنے عمل سے

ثابت کر کے دکھایا کہ اسلام صرف مُلک گیری یا ملک رانی کا نام نہیں ہے۔ بلکہ یہ اصلاح وتربیت کا ایک مکمل نظام ہے جو انسان کو ارتقائے روحانی کا راستہ دکھاتا ہے۔ یہی گروہ ہے جس نے ہمیشہ مسلمان فرمانرواؤں کو اسلام کے احکام کو فراموش کر دینے سے روکا اور ایسے مواقع پر بھی نہ چُوکے جب حاکمانِ وقت اپنے خوشامدیوں کے غول میں بیٹھ کر دادِ عیش دیتے تھے اور کسی کو ان کے مزاج کے خلاف بات کہنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ یہ ہی وہ اُولوالعزم لوگ ہیں کہ جنھوں نے اہل اقتدار کی گم کردہ راہی کو کبھی تسلیم نہیں کیا اور اسلامی تعلیمات کو اپنی پاکیزہ زندگیوں کے ذریعہ قائم رکھا۔

چنانچہ پہلی صدی ہجری میں جب بادشاہت قائم ہوئی اور عزوجاہ اور مال وزر کی چاہت کا زور ہوا اور سلسلے کی بنیادی اصولوں سے انحراف عام ہوا تو اویس قرنیؒ، حسن بصریؒ، مصروف کرخیؒ سُفیان ثُوریؒ، مالک بن دینارؒ، خواجہ فیصل بن عیاضؒ وغیرہ ہم میدانِ عمل میں آئے۔ اور خوفِ خدا رجوع الی اللہ، دنیا کے بے ثباتی، عقبیٰ کی تک ودو اور عزوجاہ اور مال وزر سے بے رُغبتی کا درس دیا۔

دوسری صدی ہجری میں خلق قرآن اور فلسفہ یونان کے فتنے پیدا ہوئے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبلؒ، ذوالنون مصریؒ، بایزید بسطامیؒ، جنید بغدادیؒ نے ان فتنوں کا سدّ باب کیا اسی صدی میں ہی اسلامی اصولوں کو بادشاہت کی دست بُرد سے محفوظ رکھنے کیلئے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام حنبلؒ نے تدوین فقہ کا کارنامہ انجام دیا۔

تیسری صدی ہجری میں فقہی مسائل میں حیلہ بازی کا فتنہ پیدا ہوا۔ اِس کا مقابلہ کرنے کیلئے ابن عربیؒ، ابو محمد خلدیؒ، ابونصر سراجؒ، ابو طالب مکیؒ وغیرہ ہم نے صفائے باطن پر زور دیا۔ اس صدی میں بخاریؒ، مسلمؒ، ترمذیؒ، ابی داؤدؒ، نسائیؒ، ابن ماجہؒ نے تدوین احادیث کے ذریعہ موضوع احادیث گھڑنے کا دروازہ بند کیا۔

چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں فلسفہ یونان کے اثرات کے تحت اعتراضات کا نشانہ بنا اور نری عقلیت کے ہاتھوں صحیح اسلامی روح کو مجروح کرنے کی کوشش کی گئی۔ اس موقع پر امام غزالیؒ نے فلسفہ کا رد لکھا۔ داتا گنج بخشؒ نے کشف المحجوب اور ابو قاسم قشیریؒ نے رسالہء قشیریؒ لکھ کر ثابت کیا کہ تصوّف حقیقت ہی شریعت اور قرآن وسنت سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

چھٹی صدی ہجری میں اسلامی مملکت کے تمام سیاسی حالت ابتر تھے اور اخلاقی حالت تباہی کو پہنچ چکی تھی۔ ایسی صُورت میں حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ جیسے بلند مرتبہ ولیّ اللہ میدان عمل میں آئے اور اپنی کرامات اور مواعظِ حسنہ کے ذریعہ اصلاح عقائد واخلاق کا وہ کارنامہ انجام دیا اور تصوّف کو عوامی سطح پر اسقدر وسعت دی کہ خود ہمیشہ کیلئے غوثِ اعظم کے لقب سے سرفراز کردیئے گئے۔ اس دور میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے مشہور معروف کتاب عوارف المعارف تصنیف کی جو آج بھی اہل تصّوف کیلئے رہنمائی کا درجہ رکھتی ہے۔

ساتویں صدی ہجری میں تاتاریوں کے حملوں کے سبب اسلامی مملکت کا شیرازہ بکھر گیا تو ایک طرف صوفیائے کرام نے برِصغیر کا رخ کیا اور یہاں آکر چشتی، قادری، سہروردی نقشبندی اور دیگر سلاسل تصوّف کے ذریعہ اسلام کی تبلیغ کی بے مثال خدمت کی اور بیشمار غیر مسلموں کو اسلام میں داخل کیا۔ اور دوسری طرف خود دشمنانِ اسلام تاتاریوں کو اپنی روحانیت سے متاثر کر کے قبولِ اسلام سے سرفراز کیا۔

دسویں اور گیارھویں صدی ہجری میں برصغیر میں جب مغل شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کے دور میں دین الٰہی کے نام سے دین اسلام کی روح کو ختم کرنیکی مذموم کوشش کی گئی اور اسلامی معاشرہ کی کھلے عام تحقیک ہونے لگی تو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اسکی مخالفت کی اور اگرچہ قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر بالآخر دین الٰہی کا نام ونشان مٹا کردم لیا۔

چودھویں صدی ہجری میں تقسیم ہند سے قبل کانگریسی تحریکوں بالخصوص ترک موالات ہندو مسلم اتحاد اور ترک گاؤکشی کے ذریعہ ایک بار پھر مسلمانوں کی جداگانہ حیثیت کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی تو امام احمد رضا خان بریلویؒ میدانِ عمل میں آئے جسکے نتیجے میں دو قومی نظریہ کی بنیاد پڑی جو آگے چل کر پاکستان کے قیام کا سبب بنی اس تاریخی پسِ منظر سے یہ بات واضح کرنا مقصود تھا کہ اسلامی تاریخ کے ہر نازک دور میں اولیاء اللہ نے اسلام کی بے مثال خدمت کی ہے اور مسلمانوں کی صحیح رہنمائی کا فریضہ ادا کیا ہے۔ یہ سمجھ لینا کہ یہ حضرات صرف اوراد و وضائف، چلّہ کشی مراقبوں اور حلقوں کا انعقاد یا سماع کی محفلوں تک اپنی جدوجہد کو محدود رکھتے تھے یہ صحیح نہیں ہے یہ اعمال صرف تزکیہ نفس اور صفائے باطنی کیلئے ہیں اور انکا حقیقی مقصد اسلام کی تبلیغ اور اسلام کی بنیادی اقدار کو قائم رکھنا ہے۔ دنیاوی زندگی کی بے ثباتی کو ظاہر کرنا، اور عاقبت کی دائمی ابدی اور حقیقی زندگی کی طلب لوگوں میں پیدا کرنا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لیجئے کہ دیگر علوم کی طرح تصّوف بھی ایک علم ہے۔ مگر اسکا تعلق بظاہر ہماری دنیاوی زندگی سے نہیں ہے اور نہ اسکے لئے تفصیلی کتُب موجود ہیں مگر ہر علم کی طرح اسکے بھی اپنے مخصوص طریقے اور اصول ہیں۔ اور اسکے حصول کیلئے بھی تصّوف کے ماہر رہنما اور انکی کامل اتباّع کی ضرورت ہے۔ پھر یہ ایک ایسا علم ہے جسکی اساس تمام تر احساس اور مشاہدہ پر ہے۔ اور احساس اور مشاہدہ کا تعلق بنیادی طور پر عمل اور تجربہ سے ہے اور تصوّف کی اصطلاع میں عمل اور تجربہ بھی ریاضت و مجاہدہ کہلاتے ہیں۔

مگر چونکہ تصوّف کوئی کتابی علم نہیں ہے اسلئے ریاضت و مجاہدہ میں مکمل رہنمائی کے لئے پیرِ کامل کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنی روحانی قوت کے ذریعہ علمِ طریقت سینہ بہ سینہ منتقل کرتا ہے اور مُرید کو شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت کی منزل تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ پیر کامل ہو یا مُریدِ عامل اور فضلِ خدا شامل ہو تو تصوّف کی تینوں منزلیں یعنی فنافی الشیخ فنافی

رسوں فنونی منزل سے طے کرتا رہتا ہے۔

ایسے نفوسِ قدسیہ جنہوں نے خود تصوف کی منزلیں طے کیں اور پھر دوسروں کو بھی کامیابی سے طے کرائی اسلامی تاریخ میں سینکڑوں نہیں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں ہیں اور آج کے دور میں بھی صوفیہ دنیا و مافیھا کے ہنگاموں سے بے نیاز اور مال و زر اور عز و جاہ سے لاتعلق رہتے ہوئے خاموشی کے ساتھ خلقِ خدا کو اللہ کا راستہ دکھانے اور اِس پر چلانے کی کوشش میں دلِ وجانِ سے مصروف ہیں۔

اور انہی حضرات میں ایسی بزرگ ہستیاں بھی موجود ہیں جو دنیا سے پردہ فرمالینے کے باوجود اپنے روحانی فیض سے اہل دنیا کو فیضیاب کررہے ہیں ایسے میں ایک برگزیدہ ہستی حضرت قبلہ خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب ؒ کی ہے جن کی حیات اور کشف و کرامت سے متعلق انکے مُرید خاص اور خلیفہ اجل جناب سید نایاب علی شاہ صاحب کی تصنیف کردہ کتاب شانِ یعقوبی کا قلمی مسودہ اسوقت ہمارے سامنے ہے اور یہی ہمارے تبصرے کا عنوان ہے۔

شانِ یعقوبی

شانِ یعقوبی دراصل ایک پیر کامل سے انکے اپنے مُرید باصفا کی داستان عشق ہے مگر اس داستان عشق میں اس بات کی بھی پوری کوشش کی گئی ہے کہ جس چشمہء آبِ حیات سے اس کتاب کے مصنف نے زندگی پائی ہے اس سے دوسرے مُردہ دلوں کو بھی زندگی ملے۔ دنیاوی زندگی نہیں روحانی زندگی جو دائمی، لافانی اور حقیقی زندگی ہے جو موت کے بعد بھی نہ صرف قائم رہتی ہے بلکہ دوسروں کیلیئے فیض رسانی کا سبب بھی بنتی ہے۔

عام طور پر مُریدین اور عقیدت مند حضرات اپنے پیر طریقت کے ملفوظات اور کشف و کرامات کی تفصیلات کتابی شکل میں شائع کرتے ہیں تاکہ لوگ اسے نصیحت حاصل کریں اور اپنے طور طریقوں کی اصلاح کریں۔ مگر شان یعقوبی میں مصنف نے ملفوظات اور کشف و کرامات کے علاوہ بھی بہت کچھ شامل کر دیا ہے جس کے سبب کتاب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس کتاب میں ایک طرف پیرومُرشد کے حالات پیدائش سے وصال تک تفصیل سے بیان کیئے گئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت موصوف وممدوح نے دنیا میں رہتے ہوئے دنیاوی اور دینی علوم حاصل کیئے۔ ملازمتیں بھی کیں تجارت بھی کی خاندانی زندگی بھی گذاری اور دوسری طرف سلوک کی منزلیں بھی اس حد تک طے کی کہ خود پیر کامل کی منزل تک پہنچے اور اللہ کے بندوں کو رہ راست دکھانے کا فریضہ بھی حُسنِ خُوبی سے انجام دیا۔

اس سلسلہ میں مصنف نے چلّہ کشی کی تعریف اور اہمیت اور حضرت قبلہ علیہ رحمت کے متعدّد چلّوں کی تفصیلات اور انکے دوران متحیر العقول واقعات کی تفصیلات بھی نقل کی ہیں جن سے حضرت قبلہ کی اولا العزمی ثابت قدمی بے خوفی اور تصّوف سے بے پناہ لگن کا انداز ہوتا ہے۔ دار صل سلوک کی منزل بڑی جان لیوا منزل ہے اسمیں جب تک انسان اپنے آپ کو فنا نہیں کر دیتا بقا تک نہیں پہنچ

سکتا اور جب تک بقا تک نہیں پہنچ جاتا کامل نہیں ہوسکتا ، کسی نے صحیح کہا ہے۔

رہِ عشق پُر خطر ہے یہاں جان کا بھی ڈر ہے
جسے زندگی ہو پیاری مرے ساتھ وہ نہ آئے

کتاب زیر تبصرہ میں مصنف نے اپنے شیخ طریقت کے حالات کشف وکرامات اور انکی دینی خدمات کے علاوہ سماع کی تعریف، تصوّف میں اسکی اہمیت اور افادیت کا بھی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔اور اکابر اولیاء اللہ کا سماع کی حرمت اور ضرورت پر نکتہ نظر بھی پیش کیا ہے۔ دراصل تصوّف کُلّی طور پر عشق الٰہی کا مظہر ہے اور عشق کیلئے جس جذبے ذوق وشوق کی لگن کی ضرورت ہوتی ہے وہ صرف سماع سے حاصل ہوتا ہے یہی وجہ ہے راگ راگنی محبت اور عشق کی آگ کو جس قدر شدت کے ساتھ بھڑکاتی ہیں عام تقریر وتحریر اسکا عشر عشیر بھی نہیں بھڑکا سکتیں اسی لئے اولیاء اللہ نے محبت و عشق کو عقل وفہم پر ترجیح دی ہے چنانچہ جب کسی نے حضرت نظام الدین اولیاء سے پوچھا کہ آپکے سلسلے اور دوسرے سلسلوں میں کیا فرق ہے تو آپنے فرمایا کہ جنگل کو صاف کرنے کے دو طریقے ہیں۔ایک یہ کہ کسی کے ہاتھ میں کلہاڑی دے دی جائے اور وہ ایک طرف سے درختوں کو کاٹنا شروع کردے۔نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن جنگل صاف ہوجائے گا مگر اسمیں دیر بہت لگے گی دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایک طرف جنگل میں آگ لگادیجائے یہ آگ جنگل کو صاف کردے گی لہٰذا ہمارے طریقے (چشتیہ) میں ابتدا سے ہی آگ لگادی جاتی ہے اور کامیابی جلد ہوتی ہیں لہٰذا چشتیہ صوفیہ کے نزدیک دلوں کو آلائشوں سے پاک کرنے کا طریقہ عشق کی آگ بھڑکانے کا ہے اور یہی سماع کا اصل مقصد اور فائدہ ہے۔جب عشق کی آگ بھڑکتی ہے تو عقل کے خس وخاشاک جل کر خاکستر ہوجاتے ہیں اور صفائے قلب اور تزکیۂ باطن کا کام آسان ہوجاتا ہے۔

شمامتہ العنبر مُرتبہ سید محمد ذوقی شاہؒ ،صفحہ ۱۷۵۔شائع کردہ محفلِ زرجیہ۔کراچی۔

اس کتاب میں مصنف نے اپنے پیر و مُرشد حضرت محمد یعقوب علی شاہ صاحبؒ کے ساتھ ساتھ انکے پیر و مُرشد حضرت قبلہ محمد حسن شاہؒ صاحب کے کشف و کرامات کا ذکر بھی تفصیل سے کیا ہے۔ نیز حضرت کے خاص مُریدین اور خلفاء کے متعلق بھی ضروری معلومات فراہم کی ہیں جن سے انکی اپنے سلسلہ کے ذریعہ دین کے خدمات اور اصلاح کی تبلیغ کا پتہ چلتا ہے۔

اپنے سلسلہ کے بزرگوں کے حالات اور کشف و کرامات کے علاوہ مصنف نے ان مشہور و معروف قوالوں کے حالات بھی قلمبند کر دئے ہیں جو وقتاً فوقتاً روحانی محفلوں میں سماع کے ذریعہ عشق و محبت کے جذبات سے سامعین کے دلوں کو گرماتے تھے اور انمیں اہل اللہ کی محبت میں رہے اور ان سے فیضیاب ہونے کی لگن پیدا کرتے تھے اس سے نہ صرف سلسلہ تصوّف کو فروغ ہوتا تھا بلکہ دنیاوی کثافتوں سے دل و دماغ کی صفائی بھی ہوتی تھی اور انہیں روحانی جلاء بھی ملتی تھی۔

کتاب کے آخر میں مصنف نے اپنی چند عارفانہ غزلیں بھی شامل کی ہے جس سے شعر و شاعری پر انکی دسترس کا پتہ چلتا ہے۔ مجموعی طور پر کتاب بہت سہل اور سادہ زبان میں لکھی گئی ہے۔ کتاب کی اہمیت اور افادیت کا صحیح اندازہ تو اہلِ علم اور بالخصوص اہل تصوّف ہی کر سکیں گے۔ مجھ جیسے بے علم اور تصوّف سے نابلد، ناچیز، خاک کی یہ جرات نہ تھی کہ اس مایہ ناز کتاب پر جو آسمان تصوّف کے مہر و ماہ و انجم کی آب و تاب سے مُزین ہے لب کشائی کر سکوں مگر حضرت مصنف کی نظرِ کرم اور عنایت تھی کہ مجھے بھی اس کتاب پر اپنے ناچیز خیالات کے اظہار کا موقع مل گیا چنانچہ انکی تعمیل ارشاد اور ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے یہ چند کلمات تحریر کئے ہیں۔ ورنہ شانِ یعقوبی کہاں اور اس ناچیز کا تبصرہ کہاں وماعلینا الا البلاغ المبین۔

اس تبصرے کی تکمیل کے بعد حضرت نایاب کی ایک اور نایاب تصنیف "حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ" لفظ بہ لفظ پڑھنے کا موقع ملا اور یہ دیکھ کر مجھے خوشی ہوئی کے مصنف نے اس کتاب

میں بھی اپنے پیر و مُرشد علیہ الرحمت کے حالات اور کشف و کرامات کے علاوہ تصوّف کی بعض اہم اور بنیادی اصطلاحات مثلاً سجادہ نشینی اور خلافت مجازی کا فرق اور انکے الگ الگ دائرہ کار فقیری اور درویشی کی حقیقت، وسیلہ کی ضرورت اور اہمیت، مراقبہ کی تعریف اسکی اقسام، اہمیت اور مقصد، ذکرِ الٰہی کی تعریف اسکی اقسام اور تصوّف میں اسکی اہمیت اور نتائج، نیز جہاد اکبر، اکل حلال، توکل وغیرہ پر بھی سیر حاصل بحث کی ہے جس سے نہ صرف پڑھنے والوں کی معلومات میں اضافہ ہوگا بلکہ تعویذ گنڈوں کا کاروبار کرنے والے اور جعلی پیروں کے سبب تصوّف کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا ہوگئی ہیں انکا ازالہ بھی ہو سکے گا۔

حضرت سید نایاب علی شاہ نے یہ دونوں کتابیں لکھ کر نہ صرف اپنے سلسلے کی اہم خدمت انجام دی ہیں۔ بلکہ اہلِ تصوّف اور تصوّف سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی نہایت اہم اور ضروری معلومات فراہم کردی ہیں۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی ان خدمات جلیلہ کو قبول فرمائے اور انہیں جزائے خیر عطا کرے آمین!

مخلص احقر خاک پائے اولیاء

کراچی ۱۴ مئی ۲۰۱۰ء

سید انوار علی عفی عنہٗ

اظہار خیال جناب ڈاکٹر ظفر سعید سیفی سابق وائس چانسلر کراچی یونیورسٹی

حضرت یعقوب علی شاہ صاحبؒ

صد اور صد اشکر ہے رب ذوالجلال کا کہ ہر نعمت سے ہر وقت سرفراز کرتا ہے۔ نیاز مندوں کو نوازتا ہے اور بے نیازوں کے لئے بے نیاز ہے۔ رب العالمین ہے کہ عالموں کی حد نہر عالم ناسوت ہو کہ عالم لاہوت۔ لامکانی کے امکان سے پرے۔ زماں و مکاں کی قیود سے ماورا کہ ہر وقت لب پر کلمہ شکر و صبر جاری، ہر امت کے لئے نعمت کا نزول پیغمبروں کی صورت ہوتا رہا کہ خلق کی بھلائی مقصود تھی ورنہ معبود کے لئے کس چیز کی کمی تھی ہمارے لئے سب سے بڑی نعمت رحمت العالمین کی صورت کو آئینہ کون و مکاں بنادیا لامکان کو مکاں اور زمانے کو عصر رواں بنا دیا گویا ایک نور کی لکیر جو تنویر کی صورت آدم تا ابنِ آدم جاری و ساری ہے، اور انشاء اللہ اس روشنی کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔

رحمت دو عالم کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے دل جوئی اور ہمدردی کے چشموں کو جاری رکھا جو اولیاء کرام کی صورت میں ہمیشہ خلق خدا کی خدمت کرتے ہوئے ایسے عظمت کے مینار بن گئے کہ ہر وقت انکی دعاؤں کا دریا رواں اور لنگر جاری رہتا ہے۔ نایاب بھائی کا اشتیاق و اضطراب حضرت یعقوب علی شاہ صاحبؒ کے لئے میرے دل میں عقیدت و احترام کا زمزم موجزن کر دیتا ہے شان یعقوبی سے تو آنکھیں روشن ہی ہیں کہ دوسری کتاب میں نایاب بھائی نے جو محبت کے انداز دکھا ئے ہیں۔ کہ اس نے تمام بزرگوں اور قابل احترام مُریدوں کی یاد تازہ کردی اور ثابت کر دیا کہ دریا دل سمندر کیسے بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے نایاب بھائی کی شان اور بزرگی میں اضافہ کرے تا کہ ان بزرگوں کی دُعاؤں کے طفیل دعاؤں کی فیض یابی ہمیشہ سلامت رہے۔

ظفر سعید سیفی

ڈاکٹر اسرار حسین خان

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا جس میں ہمارے نظام شمسی جیسے لاتعداد نظام ہیں اور صرف ایک لفظ " کُن " سے ان لاتعداد اجسام فلکی کو عدم وجود سے عالم ظہور میں لایا۔ لیکن یہ کائنات اپنی گونا گوں رنگینیوں اور وسعت کے باوجود نامکمل تھی کہ شعور سے عاری تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ اس کی ذات کو پہچانا جائے اور ذات باری نے آدمؑ کو تخلیق کیا آدمؑ کی ذات میں اللہ نے وہ نور مستور کر دیا جو بناء تخلیق کائنات تھا اور اس کا ظہور آخر کار سرور کائنات خاتم الانبیاء کی تشکیل میں ہوا، صوفیائے کرام وہ ہستیاں ہیں جو سرکار دو عالم کے اس علم لدنی کے امین ہیں جو ذات باری کے عرفان کا ذریعہ ہے ان بابرکت ہستیوں کا وجود ذات باری تعالیٰ کی پہچان کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ حضرت یعقوب علی شاہؒ صاحب کا شمار بھی ان بابرکت ہستیوں میں ہے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حضرت یعقوب علی شاہؒ صاحب کی ذات ایک منبع نور تھی جس نے ہزاروں دلوں کی تاریکی کو دور کیا اور یہ فیضانِ نور سلسلہ حضرت کی وفات کے بعد بھی جاری ہے صوفی سید نایاب علی شاہ علوی حضور یعقوب شاہؒ صاحب کے ممتاز اور مخصوص خلیفاء میں شامل ہیں حضور کو صوفی صاحب سے محبت اور التفات کا خصوصی تعلق تھا یہ اسی تعلق کا نتیجہ ہے کہ صوفی صاحب کو حضرت یعقوب علی شاہؒ صاحب کی سوانح حیات لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

"ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

اس خاکسار کیلئے حضرت کے ساتھ ہم وطنی وجہ افتخار ہے۔ یہ اسی نسبت کا صدقہ تھا کہ حضور اس

خاکسار کے ساتھ ہمیشہ محبت اور شفقت سے پیش آتے رہے مجھے یاد ہے کہ صوفی سید نایاب علی شاہ صاحب کے گھر منعقد محفل سماع میں حضور نے اس احقر کو اپنے پہلو میں جگہ دینے کی سعادت سے نوازا یہ چند الفاظ حضرت یعقوب علی شاہ صاحبؒ کیلئے اس احقر کی طرف سے نذرانہ عقیدت ہیں حضور کی محبت سے امید ہے کہ قبولیت کا شرف بخشیگے۔

ڈاکٹر اسرار حسین خان

پی۔ایچ۔ڈی

اسٹر یتھ کلائڈ یونیورسٹی گلاسگو فیلو رائل اسٹیٹسکل سوسائٹی لندن۔

سابق ڈین فلیکٹی آف بزنس اینڈ کامرس۔کراچی یونیورسٹی کراچی۔

پروفیسر ایمرٹس۔اقراء یونیورسٹی کراچی۔

حرفِ اوّل

شروع کرتا ہوں اُس پاک نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے وہ تمام کائنات کا مالک ہے اور تمام جہانوں کو پیدا کرنے والا ہے۔ تمام تعریفیں اس ہی کیلئے ہیں جو اللہ رب العزت ہے اور وحدہ لاشریک ہے وہ ازل سے ہے اور ہمیشہ قائم و دائم رہے گا باقی سب کچھ فنا، ہو جائیگا۔

اللہ ربّ العزت کے اس احسان عظیم کا ہم کس منہ سے شکر ادا کریں کہ اُس نے ہم کو حضور سرکارِ دو عالم سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی امت میں پیدا کیا اور اُن کے توسط سے دین اسلام عطا کیا اور ان ہی کو ہماری بخشش کا ذریعہ بنایا اور یہ حضور ہی کی کرم نوازی ہے کہ ہم کو مُرشد کامل رہبر شریعت و طریقت اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ سلطان الاولیاء کے دست حق پرست پر بیعت ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہم کو فقر و درویشی کے راستے میں اپنے پیر و مُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ چشتی قادری نقشبندی، سہروردی ابوالعلائی جہانگیریؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور ہمارے عقل و شعور اور فہم و فراست میں معرِفت الٰہی کو سمجھنے کی طاقت عطا کرے اور اپنے مرُشد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نفس کی اصلاح کیساتھ ساتھ بندگانِ خدا کی ہدایت اور اصلاح کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین!

خاک پائے مرُشد

سید نایاب علی شاہ علوی یعقوبی

آغازِ کتاب

قابلِ تحسین ہے وہ ذاتِ اقدس کہ جس کا صناعی میں کوئی ثانی نہیں اُس نے کس خوبصورتی کیساتھ اس عالمِ رنگ و بو کو تخلیق کیا ہے کہ جسکا جواب نہیں۔ تخلیق کائنات تو اسکا ایک ادنیٰ سا کرشمہ ہے ورنہ وہ کیا نہیں کرسکتا اور کیا کرسکتا ہے یہ ہماری عقل وخرد سے بالاتر ہے ہمارے خیال کی پرواز تو عالمِ امکان کے ایک محدود مقام پر جا کر ختم ہو جاتی ہے لیکن اُس خالق حقیقی اور صانع کی کوئی حد نہیں۔ وہ ممکنات اور نہ ممکنات کی حد سے بھی بالاتر ہے جسکو نہ سوچا جا سکتا ہے اور نہ سمجھا جا سکتا ہے۔ اُس کی ہستی کو سمجھنے کیلئے عقل کی تمام دلیلیں بیکار ہیں۔ لیکن اسکے وجود کو اس ہی کے بتائے ہوئے طریقوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن جب تک وہ نہ چاہے یہ بھی ممکن نہیں۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ انسان مادّیت کے اعتبار سے محدود نظام کا حامل ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس کو پیدا کرتے وقت ایک ایسی چیز اس میں ڈال دی جسے روح کہتے ہیں۔ جسکا براہِ راست تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ جب روح کی طاقت مادہ میں شامل ہوتی ہے تو مادہ حرکت میں آتا ہے۔ روح کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے علم وحکمت عطا کیا۔ اور یہ علم بھی اُن ہی لوگوں کو عطا ہوتا ہے جو اللہ کی طلب میں اُسکے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہوئے ریاضت وعبادت اور مجاہدات کرتے ہیں۔ اسکی معرفت حاصل کرنے کیلئے سخت محنت کیساتھ ریاضت وعبادت کرتے ہیں اور اُسکے ذکر واذکار میں مشغول رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی معرفت عطا کرتا ہے۔

عالمِ محدود سے عالمِ لامحدود یعنی لامکان تک پرواز کیلئے روح کو دنیاوی آلائشوں سے پاک وصاف کرنا پڑتا ہے۔ نفس کی پیدا کردہ غلاظتوں سے دل کو کثرتِ ذکر سے طہارت دی جاتی ہے۔ اور جب کثرت ذکرِ الٰہی اور مجاہدات سے روح کی تمام کثافتیں دھل جاتی ہیں تو وہ لطیف

ہو جاتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کا عشق وجدان روح کو اپنے حصار میں لیتا ہے اور عالم امکان اور لا مکان کی سیر کراتا ہے رُوح کے شعور میں اللہ کو دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے پھر بندہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے اللہ کا دیدار کرتا ہے۔

جو اللہ کے ولی ہوتے ہیں وہ ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر سے سرشار رہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اس حد تک حاصل کر لیتے ہیں کہ ہر وقت نورِ خداوندی کا مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔ قربت الٰہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال کے اثرات ان کے چہروں سے عیاں ہونے لگتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں جن کو کوئی خوف وخطر ملال نہیں۔ جیسے کہ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَا اِنّ اَولِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوفٌ عَلَیھِم وَلَا ھُم یَحزَنُونَ ؁

یہ اُولیاء اللہ، اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلتے ہوئے اپنی زندگی گزار دیتے ہیں۔ عبادت ریاضت چلّہ کشی ذکر الٰہی ان کی پوری زندگی پر محیط ہوتا ہے۔ عشق الٰہی سے ان کے سینوں میں اک آگ بھڑکتی رہتی ہے ان کے اعمال وافعال اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتے ہیں یہ وہی وہ خاصانِ خدا اور انعام یافتہ بندے ہیں کہ جن کے بارے میں سورۃ فاتحہ میں بیان کیا گیا ہے۔

جب ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے کہا اے ابلیس تجھکو تیرے غرور وتکبر نے گمراہ کیا۔ ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے انسان یعنی آدم کو بہکانے کی اجازت طلب کی کیونکہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر انسانوں کو بہکانے سے قاصر تھا۔ اللہ نے اس کو اجازت دے دی لیکن یہ کہا کہ تو سب انسانوں کو بہکا سکتا ہے ماسوائے میرے اُن بندوں کے جو میرے خاص بندے ہونگے تو اُن کو نہیں بہکا سکتا وہ محفوظ و مامون ہونگے تیرے

شر سے اور یہی میرے اولیاء اللہ ہیں۔

بیشتر مقامات پر قرآن حکیم میں اولیاء اللہ کی عظمت کے بارے میں لوگوں کو بتایا گیا ہے کہ یہ وہ صاحبان حق اور معروف بندے ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ کے نور سے معمور ہوتے ہیں۔ جن کے دل خدا کے ذکر سے کبھی غافل نہیں رہتے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو قرآن حکیم میں "اُولُلا مر" کہا گیا ہے۔ان کی اتباع رسولؐ کی اتباع ہے۔اور ان کا حکم رسولؐ کا حکم ہے اور رسولؐ کا حکم خدا کا حکم ہے۔یہ لوگوں کے دلوں کو اپنی محبت سے مسُخّر کر لیتے ہیں ان اولیاء اللہ کی محبت اور صحبت لوگوں کو سچائی بھائی چارگی اخوت، انسانیت اور عشق ومحبت کا درس دیتی ہے۔ان لوگوں کی زندگی مکارم اخلاق کا وہ اعلیٰ وارفع نمونہ ہوتی ہے کہ جس کی تقلید سے لوگوں کے دل خدا شناس ہوجاتے ہیں۔ان اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والے لوگ دنیا سے بے نیاز ہوجاتے ہیں اور ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت جاگزیں ہوجاتی ہے۔

اِن اولیاء اللہ سے کروڑوں انسان فیضیاب ہوئے کیونکہ ان کے دل معرفتِ الٰہی سے لبریز ہوتے ہیں اس لئے یہ لوگ مختلف زمانوں میں اور مختلف علاقوں میں لوگوں کیلئے سرچشمہ ہدایت بنے۔اِن کی ہمہ گیر شخصیت اور عمل صالح اور اِن کے نورانی پیکر کی مقناطیسیت بندگانِ خدا کو اپنی طرف کھینچ لیتی تھی اور ان کا محبت آمیز سلوک مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کے دلوں کو بھی مسّخر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے لاکھوں غیر مسلم حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔انہی صاحبان حق اور برگزیدہ بندوں کی کوششوں سے مشرق سے لیکر مغرب تک ایشیاء، افریقہ اور یورپ کے علاقوں میں اسلام پھیلا۔خصوصاً ہندوستان میں چشتی قادری سہروردی اور دوسرے سلاسل کے بزرگوں کی دن ورات محنت اور تبلیغ اور بندگانِ خدا سے محبت اہل ہنود اور دیگر مذاہب کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ ثابت ہوئی۔اور ان کی کوششوں کے سبب آج اس خطہ میں ہر

طرف مسلمان نظر آتے ہیں اور شہروں اور بستیوں کی مساجد سے اللہ اکبر کی صدائیں سنائی دیتی ہیں۔

حالانکہ یہ بے نظیر بندے وصال فرما چکے ہیں اور اس دنیا سے پردہ کیے ہوئے انکو کافی زمانہ گذار چکا ہے لیکن ان کی نورانیت اور حقانیت آج بھی ان کے مزاروں کی اور خانقاہوں کی شکل میں جلوہ گر ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مسلمان اور غیر مسلم روزانہ ان کے مزاروں کی زیارت کرتے ہیں۔ لاکھوں قرآن شریف روزانہ پڑھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر کی صدائیں شب و روز سنائی دیتی ہیں اور ان صاحبان حق سے فیضیاب ہونے کیلیے لوگوں کی بڑی تعداد ہر وقت ان کے مزاروں پر نظر آتی ہے۔ ہروقت ذکرو اذکار میں مشغول رہتے ہیں۔

اللہ اللہ! یہ اللہ کے ولی کی شان ہے کہ جب وہ دنیا میں ہوتا ہے تو لوگوں کو ہدایت دیتا ہے اور وصال کے بعد بھی روحانی ذریعوں سے لوگوں کی راہنمائی کرتا ہے اور وسیلہ بنتا ہے۔ جہاں تک دینے کا تعلق ہے وہ اللہ کی ذات ہے لیکن اولیاء اللہ بندے اور اللہ کے درمیان وسیلہ ہوتے ہیں جب یہ دعا کرتے ہیں تو ان کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ جب حیات ظاہر میں ہوتے ہیں تو یہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں اور وصال کے بعد ان کی طاقت اور بڑھ جاتی ہے کیونکہ یہ اللہ کے اور قریب ہو جاتے ہیں۔

"اولیاءِ کرام کا اپنے دور سے پہلے کے اولیاءِ کرام اور بزرگانِ دین سے" اکتساب فیض

سلف الصالحین اور اولیاء کرام نے کتابوں میں ایسے واقعات تحریر کیئے ہیں کہ جس سے پتہ چلتا ہے کہ بہت سے بزرگانِ دین اور اولیاء کرام نے اپنے وقت کے اولیاء کرام اور مشائخین سے روحانی تعلیمات حاصل کرنے کے باوجود اپنے دور سے پہلے کے اولیاء کرام اور مشائخین اور انبیاء علیہ السلام سے ان کے مزارات پر چلّہ کشی کے دوران روحانی تعلیمات حاصل کیں اور فیض یاب ہوئے۔ بہت سے اولیاء کرام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سرکارِ دو عالمؐ سے روحانی طور پر خواب کے ذریعہ یا مراقبہ کے دوران عالمِ رویاء میں روحانی تعلیمات حاصل کیں۔

حضور غوث الاعظم حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ اپنی تصنیف شدہ کتاب غنیۃ الطالبین میں رقم طراز ہیں کہ میری مادری زبان فارسی تھی اور بغداد عربی ادب کا گہوارہ اور فصحائے عرب کا ملجا و ماویٰ تھا پس ضرورت تھی کہ عربی زبان میں وعظ کروں چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ۔

سنہ ۵۲۱ ہجری میں ۱۴ شوال سہ شنبہ کے روز میں حضور اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے عالم رویاء میں مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ حضور مجھے وعظ کہنے کی ہدایت فرمارہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضور میں عجمی ہوں بغداد کے فصحاء کے سامنے زبان کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں کہ میں ان حضرات کے سامنے کیونکر کلام کروں۔ ایسا نہ ہو کہ بغداد کے فصیح و بلیغ حضرات مجھ پر یوں طعنہ زن ہوں کہ اولادِ نبی ہونے کے باوجود عربی زبان سے نابلد ہے اور پھر بھی وعظ و پند میں سرگرم ہے میری اس گذارش پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا اور وعظ کا حکم دیا۔ دوسرے روز میں بعد نماز ظہر وعظ کہنے کے ارادے سے منبر پر بیٹھا اور سوچتا رہا کہ

کیونکہ میرے اردگرد خلقت کا ہجوم تھا اور ہرایک میرا وعظ سننے کا مشتاق تھا۔ ہر چند کہ میرے سینے میں دریائے علم موجزن تھا مگر میری زبان نہیں کھلتی تھی کہ اسی وقت میرے جدِ امجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے اور چھ مرتبہ کچھ پڑھ کر میرے منہ پر دم کیا۔ میری زبان فوراً کھل گئی اور میں نے وعظ کہنا شروع کردیا۔ اب میری طاقت لسانی کی سارے بغداد میں دھوم مچ گئی۔ خود میرے دل میں جوش سخن کا یہ عالم تھا کہ اگر کچھ عرصہ خاموش رہتا اور وعظ نہ کہتا تو میرا دم گھٹنے لگتا۔ اوّل اوّل میری محفلِ تذکیر میں تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے مگر آخر میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہجوم کی مسجد میں گنجائش ناممکن ہوگئی بالا آخر عیدگاہ میں منبر رکھا گیا اور میں نے وہاں وعظ کہنا شروع کردیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ستر ہزار افراد میری مجلس میں شریک ہوا کرتے تھے سوار اتنے آتے تھے کہ ان کی گرد سے عیدگاہ کے گرد ایک حلقہ بن جاتا تھا جو دور سے نظر آتا تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتیؒ کا لقب عطائے رسول اور ہندالولی ہے۔ آپ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کے مُرید تھے لیکن آپ نے رسول کریم ﷺ سے بھی اکتساب فیض کیا اور روحانی تعلیمات حاصل کیں۔ تبلیغ دین کیلئے ہندوستان جانے کیلئے حضور مقبول ﷺ نے آپکو براہ راست خواب میں حکم دیا تھا ہندوستان آنے سے پہلے آپ نے بہت سے اکابرین اولیاء کرام سے روحانی فیض حاصل کیا بالا آخر لاہور تشریف لائے اور یہاں حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ سے بھی آپ کو عالم رویاء میں روحانی فیض حاصل ہوا۔ آپ نے حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر چلّہ کیا۔ چلّہ کشی کے دوران عالم رویاء میں حضرت علی ہجویریؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی انھوں نے آپ کو خوب نوازا جسکا اظہار آپ نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں راپیرِ کاملِ کاملاں را رہنما

ان تمام واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ کا ولی واصل حق ہونے کے بعد واہب العطایا ہو جاتا ہے۔ وہ دیکھتا بھی ہے سنتا بھی ہے اور روحانی طریقہ سے لوگوں کی دستگیری بھی کرتا ہے۔

کسی زندہ جسم میں موجود روح کا وصال شدہ روح سے تعلق قائم کرنے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اسکو مراقبہ کہتے ہیں مراقبہ ایک محنت طلب طریقہ ہے۔ جس میں آنکھیں بند کر کے پوری یکسوئی کیساتھ وصال شدہ روح کا برزق قائم کرنا پڑتا ہے یعنی مجسم طور پر اسکی صورت کو ذہن نشین کر کے سوچ کی لہروں کو اسکی طرف مرکوز کرنا پڑتا ہے۔ اگر کسی ایسی ہستی کا مراقبہ کرنا مطلوب ہے کہ جسکو مراقبہ کرنے والے نے دیکھا نہیں ہے تو اپنے مُرشد کا مراقبہ کرنے کے دوران وصال شدہ ہستی کا خیال دل میں لائے۔

مراقبہ کیلئے جو سب سے اہم چیز ہے وہ وصال شدہ شخصیت سے انتہائی محبت وعقیدت اور اس ذات سے اسکا عشق ہے۔ جتنی محبت پختہ ہوگی اور جتنا بے لوث اس کا عشق ہے اتنا ہی مراقبہ صحیح طور پر کر سکتا ہے۔ اس میں ایک ایسا مقام بھی آتا ہے کہ جس ہستی کا وہ مراقبہ کر رہا ہے اس سے ہمکلام بھی ہو سکتا ہے۔ مراقبہ میں دو روحوں کا اتصال ہوتا ہے اور جس عالم میں یہ ارواح آپس میں ملتی ہیں اسکو عالمِ رویاء کہتے ہیں اس عالم میں دونوں ارواح آپس میں ہمکلام ہوتی ہیں جیسے کہ دو اشخاص روبرو باتیں کرتے ہیں۔ عالم رویاد میں ایک پاکیزہ روح کسی روح قدس سے تعلیم بھی لے سکتی ہے۔ صیح طور پر مراقبہ کرنا بہت محنت طلب مسئلہ ہے اس میں کسی مُرید صادق کی لگن محنت اور اسکا اپنے مُرشد کی ذات سے تعلق اور عشق اہمیت کا حامل ہے۔

اولیاء کرام اور بزرگوں کو چلّوں کے دوران مراقبہ کے ذریعہ یا رویائے صادقہ کے ذریعہ احکامات ملتے ہیں۔ تمام انبیاء علیہ السلام اور اولیاء کرام اس روحانی نظام کے طابع ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہ السلام کے پاس فرشتہ احکامات خداوندی لیکر آتا ہے۔ لیکن اسکے باوجود کبھی رویائے صادقہ اور کشف کے ذریعہ بھی احکامات ملتے ہیں یا واقعات کا غیبی ذریعہ سے انکشاف

ہو جاتا ہے۔ لیکن اولیاء کرام کو صرف کشف اور رویائے صادقہ یا غیبی ذریعہ سے اللہ کے یا رسولوں اور اولیاء کرام کے احکامات ملتے ہیں ان کے پاس کوئی فرشتہ وحی لیکر نہیں آتا۔ اللہ کے نبی اور ولی میں یہی فرق ہوتا ہے۔ سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے وصال کے موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ خدا کی قسم جو وحی کا سلسلہ آپ ﷺ پر جاری تھا اب یہ ختم ہو گیا اب وحی کسی پر نازل نہیں ہوگی۔

نرالی شان کے بزرگ

بعض ایسے بزرگ دیکھے جن کی بود و باش طرز زندگی ایسی نظر آتی تھی کہ جیسے وہ چلہ کی حالت میں ہوں لوگوں سے بے ضرورت بات نہیں کرتے تھے دنیا کی طرف کم سے کم توجہ دیتے تھے۔ اور بے نیاز نظر آتے تھے ان شانِ بے نیازی رکھنے والے اور مستغنی بزرگوں میں اک نرالی شان کے بزرگ نظر آئے جن کی سرمگین آنکھوں سے کیف و مستی چھلکتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار مخمور اور روشن آنکھیں جب کسی کی طرف اُٹھ جاتی تھیں تو محبت کے سوتے پھوٹنے لگتے تھے اور جب غیض و غضب اور جلال میں آتی تھیں تو دیکھنے والوں کے دل لرز جاتے تھے۔

آب رحمت بھی برستا ہے غضب بھی ان سے
ہیں جلالی تو کبھی اُن کی جمالی آنکھیں

یہ آنکھیں جو اپنے اندر ایک میخانہ چھپائے ہوئے تھیں لوگوں کے دلوں میں کیف و مستی اور محبت پیدا کرتی تھیں۔ جنکو دیکھ کر لوگ پہلی ہی نظر میں گھائل ہو جایا کرتے تھے۔

رخنہ کردہ بہ دلم یار بہ مژگاں عجبے
دل نشانہ عجبے ناوکِ جاناں عجبے

آپکی چشم سیاہ سے نکلنے والے محبت کے تیروں نے نہ جانے کتنے دلوں کو گھائل کیا جسکی تعداد کا شمار نہیں بس ہم یہ جانتے ہیں کہ ایک تیر نیم کش ۴۵ سال پہلے ہمارے دل کو بھی گھائل کر گیا جسکی کسک اور خلش ابھی تک ہمارے دل میں باقی ہے۔ ان جادو بھری نگاہوں کا حامل وہ عظیم انسان ہے کہ جنکو ایک عالم حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کے نام سے یاد کرتا ہے۔ آپ اپنے وقت کے یگانہ روزگار بزرگ تھے۔

حالانہ آپکے وصال کو کافی مدّت ہوگئی ہے لیکن یہ عجب حقیقت ہے کہ جب آپکا ذکر کیا جائے یا آپکے بارے میں تحریر کیا جائے تو آپکی مسکراتی ہوئی مخمور آنکھیں عالم خیال میں دل ودماغ میں جلوہ گر ہو جاتی ہیں یہ کیفیت اُن لوگوں کیساتھ اکثر ہوتی ہے جنہوں نے محبت کیساتھ اعلیٰ حضرت کو دیکھا ہو اور ان کی صحبت اٹھائی ہو اور جنکے دلوں میں اعلیٰ حضرت کی یاد ہر وقت موجزن رہتی ہو اور جنکا تعلق آپ کی ذات بابرکت سے نہایت مضبوط و مربوط ہو۔ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ سلطان اولیاء کا شمار ان اولیاء کرام میں ہوتا ہے کہ جنہوں نے اپنے اکابرین اولیاء کرام کی مکمل پیروی کی اور سنت رسول اللہ پر چلتے ہوئے عبادت وریافت اور مجاہدات میں اپنے پیرومُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت بابا فرید گنج شکرؒ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی پیروی کی۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب ۱۹۱۰ء میں ضلع بریلی (انڈیا) کے شہر آنولہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اُس زمانے میں یہ شہر ایک بڑے قصبہ کے مانند تھا لیکن مساجد اور خانقاہوں کی تعداد کے لحاظ سے یہ ایک تاریخی اہمیت کا حامل شہر ہے جو بہت بڑے قصبوں میں شمار ہوتا تھا۔ نوابی دور میں آنولہ روہیلہ نوابوں کا پایہ تخت تھا۔ روہیلہ نواب علی محمد خان نے ۱۷۳۰ء مین آنولہ کو اپنی حکومت کا پایہ تخت بنایا تھا۔ اُس نے آنولہ کو اپنی حکومت کا ایک مضبوط قلعہ بنا لیا تھا جنگی

نقطۂ نظر سے چہار جانب حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ اس زمانے میں آنولہ خوشحال، متمدن ترقی یافتہ اور زرخیز علاقہ مانا جاتا تھا۔ ان تمام خصوصیات کیساتھ ساتھ سب سے منفرد خاصیت یہ تھی کہ یہاں تقریباً ۱۷۰۰ مساجد تھیں جسکی وجہ سے آنولہ کو "بخارا ہند" کہا جاتا تھا۔ آپکی والدہ محترمہ کا نام بشیرن تھا جو ایک عبادت گذار متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے والد جناب نوشہ میاں اس علاقہ کے ایک ممتاز زمیندار تھے ان کے خاندان کے اکثر افراد کھیتی باڑی کرتے تھے۔ مختلف فصلوں کی پیداوار اتنی ہو جاتی تھی کہ خاندان آسانی کیساتھ اپنی گذر بسر کرتے تھے۔ زمینداری کیساتھ ساتھ اکثر لوگ مویشی پال لیتے تھے جسکی وجہ سے دودھ دہی مکھن وغیرہ اپنے گھر کا ہوتا تھا اس لئے کھانے کی یہ تمام چیزیں بازار سے خریدنے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ اس زمانے میں مسلمانوں میں تعلیم کا بہت کم رواج تھا اس لئے ہندوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو بہت کم نوکریاں ملتی تھیں لہٰذا گورنمنٹ کی ملازمتوں میں اکثر ہندو ہی نظر آتے تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ یعقوب علی شاہؒ صاحب نے اپنے ماحول کے برخلاف تعلیم کی طرف زیادہ توجہ دی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم آنولہ میں حاصل کی پھر اسکے بعد آپ اپنی خالہ کے پاس فرید پور منتقل ہوگئے وہاں آپ نے ہائی اسکول سے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ اسکے ساتھ ساتھ آپ نے عربی و فارسی کی تعلیم بھی حاصل کی۔

خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کا داخل سلسلہ ہونا

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے راقم نے پوچھا کہ حضور آپ کو اپنے مُرشد سے بیعت کا شرف کب اور کیسے حاصل ہوا آپ نے فرمایا کہ ہماری عمر اسوقت تقریباً بائیس تیئس سال کی تھی اور ہم نے اس سے پہلے میٹرک کا امتحان پاس کر لیا تھا۔ اُس زمانے میں ہم فرید پور کے قریب محکمہ انہار میں منشی کے طور پر ملازمت کر رہے تھے۔

آپ کے پیرو مُرشد حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب ۱۹۲۵ء میں فرید پور میں مستقل طور پر قیام فرما چکے تھے۔ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب فرید پور میں اپنی خالہ کے گھر میں رہتے تھے۔ چونکہ آپ کی ڈیوٹی فرید پور سے کافی فاصلے پر ہوتی تھی۔ لہٰذا کافی دنوں کے بعد آپ گھر آیا کرتے تھے۔ اسوقت فرید پور میں اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب کی دھوم مچی ہوئی تھی لوگ جوق در جوق آ کر آپ سے بیعت ہو رہے تھے۔ اور فرید پور ایک مردِ کامل کی حقانیت اور نورانیت سے جگمگا رہا تھا۔ آخر کار ایک دن ان نوارنی کرنوں نے آپ کے قلب سلیم کا احاطہ کر لیا اور اس مرد قلندر کی نگاہوں کی مقناطیسیت نے آپکو اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہ تقریباً ۱۹۳۳ء کا واقعہ ہے کہ ایک خوبصورت اور وجیہہ نوجوان حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب کے پاس آتا ہے اور نہایت آہستہ اور دھیمی آواز میں کہتا ہے کہ حضور مجھے بھی اپنا غلام بنا لیں۔ حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب اُس نوجوان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فوراً ہی بیعت کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اِس طرح آپ داخل سلسلہ ہوئے۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب اپنے مُرشد سے نظریں جھکا کر شرمیلے انداز میں نہایت آہستگی کے ساتھ باتیں کیا کرتے تھے۔ آپ کے مُرشد کو آپکا انداز گفتگو بہت

پسند تھا۔لہذا نہایت اپنائیت اور محبت کیساتھ آپ سے ہمکلام ہوتے تھے۔

شرف بیعت حاصل ہونے کے کچھ عرصہ بعد آپکو مُرشد کریم کیطرف سے چلّہ کرنے کا حکم صادر ہوا اور اسکے لئے برگین کا انتخاب کیا گیا اسکے بعد چلّہ کشی کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع ہو گیا جو آپ کی پُوری زندگی پر محیط ہے۔ اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ نظر آتا ہے کہ کم و بیش آپکی ساری زندگی ہی چلّہ کی حالت میں گذری آپ سلسلہ جہانگیری کیلئے باعث افتخار ہیں کس سج دھج اور انوکھی شان کا حامل یہ درویش تھا کہ جس کے چہرہ سے حقانیت ٹپکتی تھی۔ سرمگیں آنکھوں میں محبت کی شمع روشن تھی اور اس شمع محبت سے نجانے کتنے محبت کے چراغ روشن ہوئے جنہوں نے جہالت کی تاریکی کو ختم کر دیا اور نورانیت کو چہار سو پھیلا دیا۔

حضرت خواجہ صوفی محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب نے لوگوں کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ معاشرہ کے پھٹکارے ہوئے لوگ چور، ڈاکو، شرابی، جواری اور بات بات پر لڑنے والے لوگ جب آپ کے مُرید ہوئے تو کچھ مدّت میں انکا حُلیہ ہی بدل گیا۔تہبند سفید کرتا سفید ٹوپی اور داڑھی کیساتھ نہایت پارسا اور باشرع صوفی بن گئے۔ دراصل یہ آپکے مُرشد کامل اعلیٰ حضرت صوفی خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کا کمال ہے کہ آپ نے حضرت خواجہ صوفی محمد یعقوب علی شاہؒ جیسا مرد قلندر سلسلہ جہانگیری کو عطا کیا جو سلسلہ عالیہ کی شان اور اپنے مُرشد کی جان بنا۔"شان یعقوبی" دراصل شان محبوبی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو عطا کرتا ہے۔

یہ جہاں کیا حشر میں بھی ہونگے بے خوف وخطر
جنکو نسبت ہے جہاں میں حضرتِ یعقوب سے

چلّہ کشی

چلّہ کشی میں اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب گنج شکر ثانی نظر آتے ہیں۔ جیسے کہ ہم کو آپکے بارے میں معلومات ہوئی ہیں اسکے مطابق آپ نے کم وبیش چودہ چلّے کیے ہیں۔ کچھ چلّوں کی تفصیلات ملی ہیں جو کہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں ان چلّوں کی تفصیلات بیان کرنے سے پہلے آپ کو یہ بتانا ضروری ہے کہ چلّہ کشی کسے کہتے ہیں اور یہ کیوں کی جاتی ہے۔

بزرگان دین وصوفیائے کرام کے یہاں معرفت الٰہی اور قرب خداوندی کو حاصل کرنے کا جو طریقہ چلا آرہا ہے اسے چلّہ کشی کا نام دیا گیا ہے۔ چلّے میں نفسِ امارہ کو ختم کرنے کیلئے جو مجاہدات کئے جاتے ہیں اُس میں روزہ کی حالت میں کم سے کم خوراک کا استعمال اور کثرت سے ذکرواذکار، نماز، قرآن شریف کی تلاوت اور قیام کرنے کے علاوہ جس اسم اعظم یا قرآن شریف کی جس آیت کا چلّہ کرنا مقصود ہوتا اُس کی چلّہ کے دوران ایک خاص تعداد میں پڑھائی کرنا ہوتی ہے۔

چلّہ کرنے کے بعد انسان دنیاوی آلائشوں اور نفس کی پیدا کردہ غلاظتوں سے پاک وصاف ہوجاتا ہے اور نفس مُطمِعنہّ کا حامل ہوجاتا ہے اُس شخص کے لیے دنیا ایک سرائے کی مانند ہے۔ جب انسان نفس مُطمِعنہ حاصل ہوجاتا ہے تو وہ اپنے رب پر صابر وشاکر ہوجاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اسکو مستغنی اور دنیا سے نیاز بنادیتی ہے۔

جب بندہ کثرتِ ذکر سے سرشار ہوتا ہے تو اُس پر خدا کا رنگ غالب آجاتا ہے اور کثرت سے مجاہدات اور ذکرواذکار اُس شخص کو اللہ سے بہت قریب کردیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلال وجمال کے آثار اسکے چہرہ سے عیاں ہونے لگتے ہیں۔ اللہ کے یہ دوست اللہ کے ذکر سے

کبھی غافل نہیں ہوتے اور ہر وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔ چلّے کے دوران بندے کو دنیا سے قطع تعلق کرنا ہوتا ہے۔ اور اس لئے ایسی جگہ پر چلّہ کرنا چاہے جہاں لوگوں کی آمدورفت نہ ہو۔ خلق سے کنارہ کشی کر کے صرف اللہ کا خیال غالب ہونا چاہئے۔ چلّہ مجاہدات کی ایک صبر آزما جہد ہے جس میں انسان شیاطین کے وسوسوں سے بچ کر نفسِ امارہ پر قابو پالیتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ انسان صحیح طریقہ سے چلّہ کرلے۔

صرف اور صرف طلب مولا مقصود ہونا چاہیے۔ چلّہ کی کامیابی کی یہ پہچان ہے کہ انسان کو چلّہ کرنے کے بعد دنیا بے قدر اور ہیچ نظر آتی ہے۔ دنیاوی چمک دمک، روپیہ پیسہ، مکان دکان اور جاہ وحشم سب کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے۔ اور صرف زندہ رہنے اور عبادت کی دنیاوی ضروریات کی حد تک دنیا کو اپنے ساتھ رکھتا ہے ورنہ اللہ ہی اسکے لئے کافی ہوتا ہے۔

چونکہ بندہ طالب مولا ہوتا ہے طالبِ دنیا نہیں لہٰذا مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے کیلئے اسکو خلقت میں آنا پڑتا ہے اور اللہ کا دوست بننے کے بعد اللہ کے دین کی تبلیغ کرنے کیلئے انسانوں سے رابطہ کرنا پڑتا ہے اور وہ اپنی ذات کیلئے صرف خدا ہی پر بھروسہ کرتا ہے۔

انبیاء علیہ السلام کی چلّہ کشی

تاریخ اس بات کی شاہد ہے اور یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی یا رسول کو اسکے بیڈروم میں نبوت یا رسالت عطا نہیں کی جب تک کہ اُن سے مجاہدات نہ کروالئے تمام انبیاء علیہ السلام نے چلّے کئے ہیں کسی نبی کو پہاڑ پر بلایا گیا تو کسی کو غار میں اور کسی کو جنگل بیابان کے علاقہ میں چلّہ کروایا گیا۔ الغرض تزکیہ نفس کیلئے گوشہ تنہائی لازمی قرار پائی اور ان کو حکم ہوا کہ وہ ان مقامات پر عبادت وریاضت اور مجاہدات کریں جہاں ان کو یکسوئی حاصل ہو۔

اتنی سخت محنت ومشقت اور ریاضتوں کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوتؐ سے سرفراز فرمایا۔

حضرت ایوب علیہ السلام کو جبل اخضر ۱۰ ہزار فٹ کے بلند مقام پر چلّہ کروایا۔ آجکل اس جگہ آپکا مزار شریف ہے۔ جہاں آپ نے چلّہ کیا وہاں سے تقریباً ۲۰۰ فٹ نیچے کیطرف ایک چشمہ ہے وہاں سے آپ پانی لایا کرتے تھے یہ جگہ آجکل مرجع خلائق ہے۔ سلالا شہر اس پہاڑ کے دامن میں واقع ہے۔ راقم کے چھوٹے بھائی سید سہیل اختر علوی سلالہ شہر میں کافی عرصہ تک کام کر چکے ہیں وہ کبھی کبھی حضرت ایوب علیہ السلام کے مزار پر حاضری دینے جاتے تھے۔ وہاں کے لوگوں نے ان کو بتایا کہ جس پہاڑ پر یہ مزار واقع ہے اسکے دوسری طرف یمن ہے اور وہ مقام ہے جس کے نیچے تحت السریٰ واقع ہے جہاں سامری جادوگر کو قید کیا گیا ہے سامری جادوگر نے حضرت ایوب علیہ السلام سے مقابلہ کیا تھا لیکن آپ نے خدا کے دیئے ہوئے علم سے اسکو وہاں سے بھگا دیا تھا بعد میں حضرت موسیٰ علیہ سلام نے اللہ کے حکم سے اسکو تحت السریٰ میں قید کر دیا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ سلام نے کوہِ طور پر چلّہ کیا تھا اور وہاں سخت ریاضت وعبادت کے بعد اللہ تعالیٰ کے تجلی کی زیارت کی اور اللہ رب العزت ان سے ہمکلام ہوا اس لیے آپ کا لقب موسیٰ کلیم اللہ ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جبل خلیل کی چوٹیوں پر موجود ایک غار میں چلّہ کرایا

گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو وادی نمل میں اور سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبل نور پر غار حرا میں چلّہ کروایا گیا وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم منصبِ رسالت سے سرفراز ہوئے۔

اس حقیقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ چلّہ کشی دراصل نبیوں کی تو سنّت ہے اور تمام اولیاء کرام نے نبیوں کے طریقوں پر چلتے ہوئے چلّہ کئے اور معرفت خداوندی سے سرفراز ہو کر غوث قُطب ابدال بن گئے۔ اللہ اللہ خدا کے ولی کا کیا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اپنے نبیوں کو معجزات کے انعامات سے سرفراز کیا اسی طرح اپنے ولیوں کو بھی کشف و کرامات کی دولت سے خوب نوازا۔ اور ہر دور اور ہر زمانے میں اولیاء اللہ کو یہ نعمتیں ملتی رہیں اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری و ساری رہے گا۔ یہ وہ نعمتیں ہے کہ جنکا سورۃ فاتحہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

چلّہ کے اثرات روحانی اور جسمانی لحاظ سے انسانی زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ جسمانی طور پر انسان کچھ کمزور ہو جاتا ہے لیکن روحانی طور پر دیکھا جائے تو چلّہ کے دوران مجاہدات اور عبادات و ریاضت سے روح کو اتنی طاقت ملتی ہے کہ وہ جسمانی کمزوری پر غالب آ جاتی ہے اور ایک جوش و ولولہ خدا کو پانے کے لئے انسان کے دل میں پیدا ہوتا ہے جو تمام تھکن اور انسانی کمزوری پر حاوی ہو جاتا ہے۔ دراصل تھکن اور جسمانی کمزوری کا تعلق احساس سے ہوتا ہے اور جب احساس کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جُڑ جاتا ہے تو پھر انسان اپنے اندر ایک عجیب و غریب کیفیت اور طاقت محسوس کرتا ہے۔ ان احساسات کا سلسلہ کثرت عبادت اور مجاہدات سے انسان پر حاوی ہو جاتا ہے تو پھر انسان فنا کیطرف چلا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کیلئے اسکے جذب و عشق کا وجدان اسکو فانی فی اللہ بنا دیتا ہے۔

جس طرح انبیاء علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کا ایک روحانی حصار ہوتا ہے اور ان کا ہر عمل خدا کے تابع ہوتا ہے اسی طرح سے اولیاء اللہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت کے حصار میں محفوظ و مامون ہو جاتے ہیں۔ یعنی ان کا ہر قدم اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ رضا بہ رضائے الٰہی

ہوتے ہیں۔

جیسے کہ حدیث قدسی ہے کہ جب بندہ عبادت و ریاضت اور ذکر و اذکار کرتے کرتے اللہ کے بہت قریب آجاتا ہے یعنی اسکی ذات میں فنا ہوجاتا ہے تو پھر اس بندے کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ اسکی آنکھیں اللہ کی آنکھیں اسکے کان اللہ کے کان اور اسکی زبان اللہ کی زبان بن جاتی ہے۔ یعنی یہ تمثیل کے طور پر کیا گیا ہے۔ دراصل صفات خداوندی کا اظہار اُس بندے کی ذات سے ہوتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کسی ذات سے موازنہ نہیں۔ وہ یکتا وہمتا ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔

یاد رکھیں کہ جو وظائف دیناوی مقاصد کو حاصل کرنے کیلئے لوگ کرتے ہیں وہ چلّہ میں شمار نہیں ہوتے۔ چلّہ میں اللہ تعالیٰ کی دوستی اور روحانیت مطلوب ہوتی ہے۔ جسکو حاصل کرنے کیلئے بندہ یکسوئی کیساتھ نہایت سخت اور پر آزمائش مجاہدات کرتا ہے اور ایک کٹھن اور دشوار گذار مرحلہ سے گذرنے کے بعد عرفانِ الٰہی کا حامل ہوتا ہے۔ چلّہ میں اکثر لوگوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور شیطان جو انسان کا ازلی دشمن ہے وسوسے ڈالتا ہے اور دل میں طرح طرح کے خیالات پیدا کرتا ہے۔ اس لئے چلّہ کرنے کیلئے کسی بزرگ ولی اللہ کا ہاتھ سر پر ہونا چاہیے یہ بزرگ مُرشدِ کامل کی صورت میں ہی کافی ہوتا ہے ورنہ کوئی ایسا بزرگ بھی رہبری کرسکتا ہے جو اللہ سے قریب ہو۔ اسکے علاوہ اللہ کا ذکر و اذکار شیاطین کے وسوسے سے بچنے کیلئے ایک ڈھال کا کام کرتا ہے ورنہ شیطان اتنا طاقتور ہے کہ بڑے بڑے زاہدوں اور پرہیزگار لوگوں کو ذرا سی دیر میں کہیں سے کہیں اُٹھا کر پھینک دیتا ہے اور بندے کو پتہ بھی نہیں چلتا اور وہ اللہ سے دور ہوجاتا ہے۔

قربِ الٰہی کو حاصل کرنے کیلئے یہ لازمی شرط ہے کہ انسان اپنے دل سے شیطانی وسوسوں کو ذکر الٰہی کی مدد سے اٹھا کر باہر پھینک دے پھر یکسوئی کیساتھ چلّے میں مشغول ہوجائے تاکہ اللہ تعالیٰ کی حقانیت اور نورانیت اسکے دل پر مسلط ہوجائے اور جس اسم اِعظم یا آیت کا وہ

چلّہ کر رہا ہے اسکا فیض اسکے دل و زبان پر جاری ہو جائے تا کہ خدا کی مخلوق اس سے فیض یاب ہو سکے۔

چلّے کے دوران جب انوارالٰہی کا نزول ہوتا ہے تو وہ انسان کے اندر عجیب و غریب طاقت پید کر دیتا ہے اور اسکا دل خود بخود عبادت و ریاضت کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اسکا وزہد و تقویٰ اتنا طاقتور ہو جاتا ہے کہ وہ شیطان کے وسوسوں کو دل سے نکال کر باہر پھینک دیتا ہے اور اس میں مزید چلّہ کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

"چلّہ برگین"

(اس واقعہ کی روایت جناب پیر یوسف علی شاہؒ منے میاں نے کی) قارئین جیسا کہ پہلے بھی تحریر کیا جا چکا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو بیعت ہونے کے بعد ان کے مُرشد کریم نے چلّہ کشی کا حکم دیا چنانچہ آپ نے برگین کے جنگل میں یہ چلّہ نکالا۔ برگین کا قصبہ وسطی ہندوستان میں اجین شہر کے قریب واقع ہے۔ برگین کا علاقہ گھنے جنگلات سے گھرا ہوا کافی پسماندہ علاقہ ہے۔ جنگلات کا یہ سلسلہ اجین کے اطراف تک پھیلا ہوا تھا۔ جس میں مختلف قسم کے جنگلی جانور اور حشرات الارض بکثرت پائے جاتے تھے۔ برگین کے قریب جہاں آپ نے چلّہ کیا تھا اس میں گھنے درختوں کے علاوہ مختلف اقسام کی جنگلی بیلیں دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ جنگل میں کچھ فاصلے پر ایک بزرگ کا مزار تھا لیکن چونکہ لوگوں کی آمد ورفت نہیں تھی اس لیے بالکل ویران پڑا تھا۔ چلّہ کشی سے پہلے آپ نے قصبہ میں قیام کیا۔ یہاں سڑک کے کنارے ایک مسجد تھی جسکا امام آپ کا مُرید ہو گیا تھا۔ آپ نے اسکو ہدایت کی تھی کہ چلّہ کشی کے دوران روزانہ سوا تولہ کشمش اور ایک گلاس پانی منڈیر پر رکھ جایا کرو۔ پیش امام بحکم مُرشد روزانہ ایک پڑیا کشمش اور پانی کا گلاس رکھتے رہے۔ چوتھے دن جب امام صاحب کشمش اور پانی رکھنے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ دیوار آہستہ آہستہ سرکنے لگی۔ مولوی صاحب خوف زدہ ہو گئے اور دیوار کے پیچھے پیچھے چلنے لگے حتیٰ کے سڑک تک پہنچ گئے وہاں کچھ راہگیر بھی جمع ہو کر یہ تماشہ دیکھنے لگے۔ ناگاہ لوگوں نے دیکھا کہ دیوار پر سے مٹی ہٹنے لگی اور اس میں سے ایک مہیب صورت اژدھا برآمد ہوا جو آہستہ آہستہ سرکتا ہوا جنگل میں گھس گیا۔ یہ دیکھ کر سب لوگ حیران اور خوف زدہ ہو گئے۔ مولوی صاحب نے اسکے دوسرے دن پھر ہمت کی اور کشمش اور پانی رکھنے کیلئے جنگل کی طرف چلّے۔ جیسے ہی وہ جنگل میں داخل ہوئے تو ان کو شیر اور دیگر درندوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ مولوی صاحب خوف زدہ ہو کر وہاں سے

بھاگ آئے پھر دوبارہ امام صاحب کی ہمت نہ پڑی کہ وہ وہاں جاتے۔

اعلیٰ حضرت بغیر کشمش اور پانی کے چلّہ کرتے رہے۔ جب چلّہ مکمل ہوگیا تو آپ باہر تشریف لائے۔ جنگل کے باہر سڑک پر ایک آدمی جارہا تھا آپ نے اسکو بلایا اور اسکے ذریعہ پیش امام صاحب کو بُلوالیا۔ جب پیش امام صاحب نے پیرو مُرشد کو دیکھا تو فوراً وہ اعلیٰ حضرت کے پاؤں پر گر کر رونے لگے اور عرض کیا کہ حضور مجھ سے بڑی کوتاہی ہوئی میں معافی چاہتا ہوں۔ پھر کہنے لگے حضور آپ نے کشمش اور پانی دیوار پر رکھنے کے لئے کہا تھا لیکن یہ دیوار نہ تھی بلکہ ایک مہیب اژدھا تھا اس لئے میں خوف کے مارے وہاں نہ جاسکا اسکے باوجود کئی بار میں نے کوشش کی لیکن جنگلی درندوں کے خوف سے میں جنگل میں نہ جاسکا۔

آپ امام کیساتھ مسجد میں تشریف لائے مسجد کے ساتھ گاؤں تھا۔ آپ نے پیش امام صاحب کو تسلی دی اور کچھ لوگوں کو بُلوایا اور بہت سی کلہاڑیاں منگوائیں پھر آپ نے جنگل کو ایک طرف سے کٹوانا شروع کردیا۔

ابھی کاٹنا ہی شروع کیا تھا کہ آپ کے پیرِ ومُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد حسنؒ شاہ تشریف لے آئے اور کہنے لگے بیٹا یعقوب ہمکو یہاں آنے میں کچھ دیر ہوگئی ورنہ ہم تم کو خود چلّے سے نکالتے۔ آپ کے پیرومُرشد نے آپکو وہاں چلّہ کشی کا حکم اسلئے دیا تھا کہ اس جنگل کو کوئی کاٹ نہیں سکتا تھا کیونکہ یہاں ایک بزرگ کا مزار تھا جو مکمل طور پر درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ جو کوئی بھی درخت کاٹتا تھا اسپر کوئی بڑی مصیبت آجاتی تھی لہٰذا لوگ جنگل کاٹتے ہوئے ڈرتے تھے لہٰذا جنگلی جانور بڑی آزادی کیساتھ جنگل میں رہتے تھے۔

چلّہ کے دوران اعلیٰ حضرت کو بن کاٹنے کی اجازت مل گئی بعد میں آپ نے وہاں ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔ یہ جگہ آجکل مرجع خلائق ہے اوران بزرگ کے مزار پر کافی رونق رہتی ہے۔

چلہ کے دوران ان بزرگ سے آپکو کافی فیض حاصل ہوا۔

آپکے پیرومرشد حضرات خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب نے آپ سے پوچھا بیٹے یعقوب تم نے چلّے میں کیا کھایا۔ آپ نے اژدھے کا واقع بتایا اور کہا کہ تین دن تک امام صاحب کشمش اور پانی پہنچاتے رہے پھر یہ سلسلہ اژدھے اور جنگلی جانوروں کے خوف سے موقوف ہوگیا۔ اعلیٰ حضرات خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب نے پوچھا کہ پھر تم نے کیا کھایا۔ آپ نے فرمایا کہ بن کے اندر ایک پانی کا گڑھا تھا جہاں سے جنگلی جانور پانی پیا کرتے تھے۔ اسی میں سے ہم بھی تھوڑا پانی پی لیا کرتے تھے۔

آپ کے پیرومُرشد نے یہ بات سن کر سبحان اللہ کہا پھر بن کی طرف منہ کر کے فرمایا۔ اے جنگل کے تمام جانورو فوراً یہ بن خالی کردو اور کہیں اور چلے جاؤ، تھوڑی ہی دیر میں جانوروں کے بھاگنے کی آوازیں آنے لگیں اور کچھ ہی دیر بعد پورا جنگل جانوروں سے خالی ہوگیا۔ حتیٰ کہ بن کاٹتے وقت وہاں مچھر تک نظر نہیں آئے۔

بمبئی جانے کا حکم

برگین میں چلّہ کرنے کے کچھ عرصے بعد اعلیٰ حضرات خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب اپنے وطن آنولہ تشریف لے آئے یہاں کچھ عرصہ رہنے کے بعد بھنوڑی شریف پیر مُرشد کے پاس حاضر ہوئے یہاں کچھ عرصہ پیرُ و مرُشد کی خدمت میں رہنے کے بعد آپکو بمبئی جانے کا حکم ہوا۔ اور یہ ہدایت فرمائی کہ بیٹا اکلِ حلال سے بڑھ کر کوئی روزی نہیں تم وہاں چائے کھو کا لگا لینا اور اسکے ساتھ ساتھ ذکر و اذکار عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا۔

بمبئی پہنچ کر بحکُم شیخ آپ نے ریس کورس کے راستہ میں سڑک کے کنارے چائے کا ایک کھو کا لگا لیا۔ کھوکے کیساتھ ایک کھولی بھی تھی جہاں آپ عبادت و ریاضت کے علاوہ آرام بھی فرماتے تھے۔

یہاں آپ نے ایک چلّہ بھی نکالا۔ لوگوں کو چائے وغیرہ دینے کیلئے ایک ملازم رکھ لیا تھا۔ اسطرح آپ کی گذر بسر ہونے لگی اور آپ پوری یکسوئی کیساتھ عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ یہ ان ہی دنوں کا واقعہ ہے کہ ایک دن ایک جواری جو جوُئے میں گھوڑوں پر داؤں لگا تا تھا۔ چائے پینے کیلئے آیا اور اعلیٰ حضرت کے نورانی پیکر کو بڑے غور سے دیکھنے لگا پھر اس نے آپ کے پاؤں پکڑ لیئے اور آپ سے بڑی مِنّت و سماجت کیساتھ کہنے لگا کہ بابا جی اوّل آنے والے گھوڑے کا نمبر بتا دیں۔

یہ سن کر آپ کو بہت غصہ آیا اور کہنے لگے کمبخت میرے پاؤں چھوڑ دے، جی تو یہ چاہتا ہے کہ کس کس کے تین جوتے تجھے ماروں ریس کا جواری آپ کے پاؤں چوم کر وہاں سے بھاگ گیا کچھ دن کے بعد وہ پھر آن پہنچا ساتھ میں مٹھائی کے ٹوکرے بھی تھے آپ نے کہا کمبخت تو پھر آ گیا توُ تو میری جان کیلئے ایک عذاب بن گیا ہے اور اب یہ کیا لے کر آ گیا ہے۔ اُس نے کہا اے

خواجہ یہ آپ ہی کی دعاؤں سے مجھے ملا ہے آپ نے تین نمبر کا اشارہ دیا تھا میں نے اسی گھوڑے پر دواؤں لگا دیا اور اللہ کے فضل و کرم سے میں نے پہلے نمبر پر ریس جیت لی۔

آپ نے فرمایا کہ تو میرے لئے وبالِ جان بن گیا ہے مجھے دنیا کی طرف کھنچتا ہے۔ جا چلا جا یہاں سے۔ وہ شخص آپ کے پاؤں چوم کر چلا گیا۔ لیکن آپکا مزاج کافی دیر تک برہم رہا۔

حاجی علی باباؒ کے مزار پر چلّہ کشی

جوُاری والے واقعہ کے بعد اس علاقہ میں آپکی بزرگی کی شہرت ہوگئی لہٰذا ہر قسم کے لوگ آپ کے پاس دعاؤں اور دیناوی حاجات کیلئے آنے لگے۔ آپ یہاں کے لوگوں سے کافی بیزار تھے۔ کیونکہ عبادت و ریاضت میں یکسوئی متاثر ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے پیرُ ومرُشد حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کو خط لکھا جس میں تمام حالات تحریر کر دیئے۔ کچھ دن بعد وہاں سے جواب آیا اور حکم ہوا کہ اب تم حاجی علی بابا کے مزار پر چلّہ کرو۔ حاجی علیؒ بابا کا مزار ساحل سمندر کے قریب واقع ہے آپ بحکم شیخ چلّہمیں بیٹھ گئے۔ یہ چلّہ ۱۲۰ دن کا تھا۔ چلّے کے دوران آپکو حاجی علی بابا کی زیارت ہوئی۔ یہاں آپکو کافی سکون ملا اور نہایت خشوع و خضوع کیساتھ آپکا یہ چلّہ مکمل ہوا۔

حاجی علی باباؒ کے مزار پر کوڑھی مریض کا ٹھیک ہونا

بمبئی کے معین الدین صاحب جنکا ایک مضمون جنگ اخبار کراچی میں کافی عرصہ پہلے شائع ہوا تھا اس میں وہ لکھتے ہیں کہ ۱۹۳۵ء میں حاجی علی باباؒ کے یہاں ایک نوجوان بزرگ نے چلّہ کیا تھا جنکا اسم مبارک حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ تھا۔ ان ہی دنوں جب آپ چلّہ میں تشریف رکھتے تھے ایک کوڑھی شخص کو پتہ چلا کہ یہاں اللہ کا ایک ایسا بندہ آیا ہے جو تمھارے لئے دعاء کرے گا تو تمہاری ساری کوڑھ ختم ہو جائے گی اور تم کو مکمل طور پر شفاء ہو جائے گی۔

جب آپ چلّہ کی تکمیل کے بعد باہر نکلے تو وہ کوڑھی مریض آپ کے پاؤں پر گر گیا اور کہنے لگا بابا مجھے شفاء دے دے۔ آپ نے کہا اُٹھ جا ہم تیرے لئے دعاء کرینگے۔ اس نے کہا اے خواجہ مجھے دعاؤں پر مت ٹرخاؤ بس مجھے ٹھیک کر دو۔ آپ نے کہا کہ پاؤں چھوڑ دے اور ہٹ جا لیکن اس نے آپکے پاؤں نہیں چھوڑے۔ آخر کار آپکو جلال آگیا اور آپ نے چلّہ کا بچا ہوا پانی کچھ پڑھ کر اسکے تمام جسم پر مارا جہاں جہاں کوڑھ تھی۔ لوگوں نے دیکھا کہ چشم زدن میں اسکا تمام جسم بالکل تندرست ہو گیا اور ایسا لگتا تھا کہ اسکو کبھی کوڑھ نہ ہوئی ہو۔

آپ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے لوگ آپکے مُرید ہو گئے وہ کوڑھی شخص جو ٹھیک ہوا تھا آپکا مُرید ہو گیا۔ کچھ عرصہ حاجی علی باباؒ کے یہاں آپ نے قیام کیا پھر مُرشد کریم کا خط آپکو ملا اور حکم ہوا کہ اب گلبرگہ شریف دکن چلے جاؤ۔

جنوبی ہندوستان میں تبلیغ دین اور چلّہ کشی

اپنے مُرشد کریم کا خط ملنے کے کچھ ہی دن بعد آپ گلبر گہ شریف حضرت خواجہ گیسو دراز بندہ نوازؒ کے یہاں چلّے گئے۔ یہاں آکر آپ بہت خوش ہوئے اور کچھ دنوں کے بعد آپ کو چلّہ کشی کا حکم ملا جس کو آپ نے حسن خوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔ چلّہ کے دوران حضرت خواجہ گیسو درازؒ سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور آپ سلسلہ چشتیہ نظامیہ کے تبرّکات سے نوازے گئے یہاں محمد یوسف نام کے ایک بزرگ آپ کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد جب آپکو پاکستان جانے کا حکم ملا تو محمد یوسف اس علاقے میں آپکے جانشین بنے آپ نے خط کے ذریعہ اپنے پیر و مُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب سے درخواست کی کہ ہم نے یوسف میاں کو خلافت دے دی ہے آپ اپنے دستِ مبارک سے انکی تاج پوشی فرمادیں۔ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب نے اپنے چہیتے خلیفہ کے مُرید کو اپنے ہاتھوں سے تاج جہانگیری پہنایا۔ صوفی محمد یوسف صاحب نے اس علاقہ میں سلسلہ عالیہ کی بہت خدمت کی کافی لوگوں کو مُرید کیا اور اپنے مُرشد اور دادا مُرشد کا نام چمکایا۔ گلبر گہ شریف کے قیام کے دوران آپکو خواجہ گیسو درازؒ کیطرف سے اشارہ ملا کہ ایک چلّہ اور نکالو۔ لیکن یہ چلّہ مزار شریف پر نہیں تھا بلکہ گلبر گہ سے کچھ فاصلے پر پہاڑی علاقہ میں تھا۔ لہٰذا حکم کی تعمیل کرنے کیلئے آپ پہاڑوں پر چلّے گئے۔ یہ جگہ بالکل سنسان اور بیابان تھی۔ پہاڑوں میں کچھ اونچائی پر ایک چشمہ تھا جسکے کنارے پر آپ نے یہ چلّہ کیا۔

جنوبی ہندوستان کے قیام کے دوران آپ نے سلسلہ عالیہ کی اشاعت اور تبلیغِ دین میں خوب محنت کی بمبئی میں آپ نے بہت سے مُرید کیئے تھے۔ یہاں دو اشخاص محمد یوسف میاں اور پاشو میاں کو خلافت سے نوازا تھا۔ گلبر گہ شریف میں محمد یوسف آپکے ہونہار خلیفہ نے سلسلہ کو وسعت دی۔ پاشو میاں نے گلبر گہ شریف اور بمبئی میں سلسلہ کی خوب تبلیغ کی۔

مُرشد کریم کی آپکے وطن آنولہ میں تشریف آوری

سنہ ۱۹۴۰ء میں آپکے مُرشد کریم حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب آپکے وطن آنولہ شریف تشریف لائے۔ یہاں آپکے خاندان کے بہت سے افراد خواجہ موصوف کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کو یہاں پر کافی دنوں تک اپنے پیرومُرشد کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے مُرشد کریم آپ سے والہانہ محبت وشفقت رکھتے تھے۔

جہاں جہاں مُرشد کریم دورہ کرتے تھے آپکو اکثر اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ آپ اپنے مُرشد سے قلبی تعلق رکھتے تھے۔ مُرشد سے ملاقات کئے ہوئے زیادہ دن بھی نہیں گزرتے تھے کہ پھر دوبارہ مُرشد کے پاس جانے کیلئے بے چین رہتے تھے۔ آنولہ سے مُرشد نگر بھینوڑی شریف کافی دور تھا لیکن آپ ہر ماہ اپنے مُرشد کا دیدار کرنے کے لئے پابندی کیساتھ جایا کرتے تھے اور وہاں کئی دن تک قیام کرتے تھے اسطرح آپکو اپنے مُرشد کی خدمت کا شرف حاصل ہوتا تھا۔

پیر اور مُرید کی ایک دوسرے کیساتھ والہانہ محبت

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ آنولہ شریف میں اپنے مرشد کے پاس جانے کیلئے بے چین تھے آخر کار آپ اپنی والدہ سے اجازات لیکر بھینوڑی شریف (رام پور) تشریف لائے۔ مرشد نگر بھینوڑی شریف ایک قصبہ ہے جو تحصیل ملک ضلع رام پور میں واقع ہے آنولہ شریف سے اسکا فاصلہ تقریباً ۹۰ کلومیٹر پر ہے۔

جب آپ آستانہ عالیہ مُرشد نگر پہنچے تو یہاں پہنچ کر معلوم ہو کہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب چلّہ میں بیٹھے ہیں۔ اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں ہے آپ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ آپ یہ سن کر بہت افسردہ ہوئے اور دل میں خیال کیا کہ اتنی دور سے میں یہاں آیا ہوں اور سرکار کا دیدار نہیں ہو سکے گا۔

چلّہ کے کمرہ میں ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ آپ اسکے روبرو آنکھیں بند کر کے محو تصوّرِ یار ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ایسا لگا کہ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب بلا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ یعقوب اندر آجاؤ آپ نے آنکھیں کھول دیں اور چاروں طرف غور سے دیکھا تو دور دور تک کوئی خادم نظر نہیں آیا۔ آپ نے موقع غنیمت جانا اور ایک ہی جست میں چلّہ خانہ کا پردہ ہٹا کر اندر پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب مسکرا رہے تھے۔ آپ نے مُرشد کریم کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیا۔ مُرشد کریم نے شفقت سے آپ کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا اور پوچھا کہ تم کو اندر آتے ہوئے کسی نے دیکھا تو نہیں۔ آپ نے فرمایا کسی نے نہیں دیکھا۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ فرماتے ہیں کہ ہم کافی دیر تک اپنے مُرشد سے

باتیں کرتے رہے حتیٰ کہ کافی رات ہوگئی اور وقت کا پتہ نہ چلا۔ آپ نے جانے کی اجازت طلب کی تو مرشد کریم نے فرمایا کہ یعقوب میاں تم واپس کیسے جاؤ گے۔ آپ نے کہا کہ جس راستے سے آیا ہوں اسی سے واپس جاؤنگا۔ آپ کے مُرشد نے فرمایا نہیں باہر تم کو لوگ اندر سے نکلتا ہو دیکھیں گے جبکہ ہم نے سب کو اندر آنے سے منع کیا ہوا ہے۔ آپ نے کہا کہ پھر حضور میں کیسے جاؤنگا۔ یہ سن کر مُرشد کریم مسکرائے اور کہنے لگے۔ ہمارے پیچھے کی جانب جو پردہ پڑا ہے وہ ہٹاؤ یہاں ایک کھڑکی ہے تم اس کھڑکی سے باہر کو جانا تم اپنے گھر پہنچ جاؤ گے۔

آپ نے مُرشد کے حکم کے مطابق کھڑکی کھول کر اندھیرے میں چھلانگ لگا دی۔ چند قدم چلنے کے بعد اُجالا ہوگیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ اُن کے گھر کا صحن ہے اور وہ صحن میں چل رہے ہیں سامنے ہی آپ کی والدہ صاحبہ تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ کہنے لگیں ارے یعقوب اتنی رات کو تم کدھر سے آئے کوئی آواز بھی نہیں آئی اس لئے میں نے دروازہ بھی نہیں کھولا۔ لیکن تم اندر کیسے آگئے۔ آپ نے تمام ماجرا اپنی والدہ کے گوش گذار کیا۔ والدہ نے کہا سبحان اللہ سبحان اللہ تیرا مُرشد کتنا کامل ولی اللہ ہے کہ چشم زدن میں تجھے کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔

سیدنا ابوالعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں کھلا چلّہ

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد صوفی حسن شاہؒ صاحب بڑے پائے کے بزرگ تھے آپ نے بہت سے چلّے کئے تھے جس میں سیدنا ابوالعلیٰ سرکار کے مزار اقدس پر کھلا چلّہ آپکا ایک اہم چلّہ تھا وہاں سیدنا ابوالعلیٰ سرکار نے آپ کو خوب نوازا اور ابولعلائی تبرکات سے آپکا دامن بھر دیا معرفت الٰہی کا ایک ایسا سمندر عطا کیا کہ جس سے پورا برصغیر سیراب ہوا۔

اپنے مُرشد کی سنت کو پورا کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب نے سیدّنا سرکار میں کھلا چلّہ کیا۔ کیونکہ مُرشد کی طرف سے خوب نوازے ہوئے تھے لہٰذا سیدنا سرکار نے بھی آپکو معرفت الٰہی سے مالا مال کر دیا۔ کچھ مدّت آپنے آگرہ میں قیام کیا پھر اپنے وطن آنولہ شریف تشریف لے آئے۔ یہاں آپ نے ایک پرانی مسجد میں چلّہ کیا۔ چلّہ کی تکمیل کے بعد آپ بھنوڑی شریف اپنے مُرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے مُرشد نے اپنے چہتے خلیفہ کو سینے سے لگایا اور بہت خوش ہوئے یہاں آپ شب و روز مُرشد کی خدمت میں مشغول ہو گئے۔ بھنوڑی شریف میں حضرت خواجہ عنایت حسن شاہؒ صاحب کے فرزند حضرت صوفی راحت حسن شاہؒ صاحب سے آپکی ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ اعلےٰ حضرت فرماتے ہیں کہ وہ بہت خوبصورت اور وجیہہ شخصیت کے حامل تھے۔ لیکن کچھ عرصے کے بعد وہ مجذوب ہو گئے تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کے بھانجے اور خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کے سجادہ نشین عزیز میاں حسنیؒ سے بھی آپکی دوستی تھی۔ حضرت عزیز میاں حسنیؒ آپ سے محبت و شفقت کیساتھ پیش آتے تھے دونوں حضرات ایک دوسرے کا بہت ادب و احترام کرتے تھے۔

کلیر شریف میں چلّہ کشی

کچھ عرصے کے بعد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب نے آپ کو کلیر شریف میں چلّہ کشی کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ کلیر شریف تشریف لے گئے اور حضرت علاؤ الدین صابر چشتیؒ کے مزار پر حاضری دی۔ آپ کے مُرشد کریم نے کلیر شریف میں چلّہ کیا تھا اور آپ فرماتے تھے کہ ہمارے پیرانِ عظام کو کلیر شریف سے خصوصی نسبت ہے لٰہذا ہمارے سلسلہ کے اکثر لوگ یہاں چلّہ ضرور کرتے ہیں۔

صوفی تنویر احمد یعقوبیؒ فرماتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ چلّہ ۱۲۰ دن پر مشتمل تھا۔ چلّہ کی تکمیل کے بعد آپ بامراد ہو کر اپنے وطن آنولہ شریف واپس آ گئے۔ پھر تقسیم ہند کے بعد آپ کو کئی مرتبہ پیران کلیر کی حاضری کا شرف حاصل ہوا۔

ہجرتِ پاکستان

تقسیم ہند کے بعد آپکو مُرشد کریم نے پاکستان جانے کا حکم دیا آپ ۱۹۴۸ء میں براستہ لاہور سندھ کے شہر سکھر تشریف لائے اس وقت لاہور میں سلسلہ جہانگیری کے ایک بزرگ حضرت خواجہ عبدالشکورؒ صاحب کافی علیل تھے۔ یہ حضرت خواجہ نبی رضا شاہؒ صاحب کے خلیفہ اور حضرت خواجہ حسنؒ صاحب کے پیر بھائی تھے۔ اعلیٰ حضرت نے لاہور میں ان کی عیادت کی وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور غزل پڑھنے کی فرمائش کی آپ کی غزل سن کر ان کی طبیعت کافی بہتر ہوگئی۔ بہت سی دعاؤں کیساتھ انہوں نے اعلیٰ حضرت کو رخصت کیا۔

سکھر میں سلسلہ عالیہ کے کچھ لوگ آپ سے پہلے یہاں آچکے تھے لہٰذا آپکو یہاں اجنبیت محسوس نہیں ہوئی۔ اکل حلال کی خاطر آپ نے یہاں کپڑے بیچنے کا کام شروع کر دیا۔ پیر یوسف علی شاہ کے ایک عمر رسیدہ خلیفہ جناب محمد یوسف صاحب بتاتے ہیں کہ اسی زمانے میں ہم بھی بازار میں کپڑے بیچتے تھے۔ فٹ پاتھ پر ہم نے اپنا ٹھیہ لگایا ہوتا تھا۔ ہمارے برابر میں ایک نورانی پیکر کے درویش بھی کپڑے بیچتے تھے ہم سے ان کی کافی دوستی ہوگئی ہم اسوقت لڑکے تھے۔ روزانہ جب وہ چائے منگواتے تھے تو ہمارے لئے بھی ایک پیالی منگوالیا کرتے تھے۔
ہم کو ان کی ہستی کے بارے میں یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ بہت بڑے درویش ہیں۔ بس یہ معلوم تھا کہ ان بزرگ کا نام محمد یعقوب علی شاہ ہے۔

کچھ عرصہ ہمارا ان کا ساتھ رہا پھر وہ وہاں سے چلے گئے اور ہم کو پھر کبھی نظر نہیں آئے کافی عرصہ بعد جب ہم اپنے مُرشد حضرت خواجہ محمد یوسف علی شاہ منے میاںؒ سرکار کے مُرید ہوئے تو بعد میں پتہ چلا کہ جو بزرگ ہمارے ساتھ کپڑے کی چوکڑیاں بیچتے تھے وہ ہمارے مُرشد کے پیر و مُرشد تھے یعنی ہمارے دادا مُرشد تھے۔ یہ بھی کیا اتفاق تھا کہ ہم ان کے اتنے قریب رہ کر بھی ان کو پہچان نہ سکے۔

حضرت صدرالدین بادشاہؒ کے مزار پر چلّہ کشی

سکھر آئے ہوئے ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا تھا کہ آپکو حضرت صدرالدین بادشاہ جنکا مزار شریف دریائے سندھ کے بیچ میں ہے خواب میں اپنے پاس بلا رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ بیٹا یعقوب ہمارے پاس آکر چلہ کرو۔ آپ اکثر وبیشتر جمعرات کو حضرت صدرالدین بادشاہؒ کے مزار پر حاضری دینے جاتے تھے۔ خواب کے پیش نظر آپ نے حکم کی تعمیل کی اور یہاں بھی آپ نے ۴۰ دن کا ایک چلّہ کیا۔ چلّہ کے دوران حضرت صدرالدین بادشاہؒ سے ملاقات ہوئی آپ نے بھی اعلیٰ حضرت کو خوب نوازا۔

حضرت صدرالدین بادشاہؒ کی نوازشات کا اندازہ ایک واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے وہ آپ سے کتنی شفقت اور محبت رکھتے تھے۔

اعلیٰ حضرت بتاتے ہیں کہ ایک دفعہ کچھ عالم دین جو اعلیٰ حضرت سے بغض رکھتے تھے آپ کے پاس آئے اور محفل میلاد میں آپ سے تقریر کرنے کی فرمائش کی اور کہا کہ اس محفل کی صدارت کیلئے آپکو منتخب کیا ہے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ بھئی ہم لوگ صوفی گوشہ نشین ہیں ہمکو اس کیلئے معاف رکھیں اور کسی عالم دین مولوی صاحب کو بلوالیں۔ لیکن جو مولوی صاحبان دعوت دینے آئے تھے وہ اپنی بات پر بضد رہے آپ نے ان کو ٹالنے کیلئے کہا کہ اچھا کل دیکھیں گے۔

رات کو آپ نے حضرت صدرالدین بادشاہؒ کو خواب میں دیکھا اور فرمانے لگے کہ بیٹا یعقوب تقریر کرنے کیلئے حامی بھر دو۔ بالکل مت گھبراؤ جب تم تقریر کرو گے تو مضمون بالکل تمھارے سامنے ہوگا تم پڑھ کر تقریر کرنا تمہیں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

دوسرے دن مولوی صاحبان آپ کے پاس آئے۔ آپ نے تقریر اور صدارت کیلئے حامی بھر لی

اور کہا انشااللہ ہم ضرور آئینگے۔ مولوی صاحبان بہت خوش ہوئے اور دل میں سوچنے لگے کہ اب دیکھنا ان صوفی صاحب کی کتنی کچی ہوگی اور یہ بے عزت ہونگے۔

جیسے ہی آپکو تقریر کی دعوت دی گئی آپ ڈائیس پر تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ تقریر بڑے بڑے الفاظوں میں سامنے ایک بڑی تختی پر لکھی ہوئی ہے آپ نے بے دھڑک ہوکر پورے جوش وخروش کیساتھ وہ تقریر پڑھنا شروع کردی۔ سامعین سبحان اللہ کہتے رہے۔ کہیں نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدا بلند ہوتی تھی تو کبھی نعرہ رسالتؐ بلند کرتے تھے۔ سامعین نے خوب داد دی۔ آپ لوگوں سے بے نیاز ہوکر تقریر کرتے رہے۔ بعد میں وہ تمام لوگ جو آپ سے بغض رکھتے تھے انھوں نے آپ کے پاؤں پکڑ کر آپ سے معافی مانگی۔ آپ نے بڑی فراخدلی سے ان سب کو معاف کردیا۔

سکھر میں آپکا قیام ۱۹۵۲ء تک رہا۔ آپ نے پرانا سکھر میں بھی ایک چلہ کیا تھا۔ سکھر کے علاوہ آپکا قیام تھوڑے عرصہ کیلئے نواب شاہ، ٹنڈو آدم، اور شہداد پور میں بھی رہا۔ یہاں آپ نے خوب تبلیغ کی اور کافی لوگوں کو مرید کیا۔

کراچی میں آپکی تشریف آوری

۱۹۵۲ء میں آپ سکھر سے کراچی آگئے اور یہاں بکرا پیڑھی کے علاقہ میں آستانہ عالیہ جہانگیری کی بنیاد رکھی۔ یہاں پر آپ کی تبلیغ سے قریشی برادری اور معاشرہ کے ٹھکرائے ہوئے بہت لوگ آ کر مُرید ہوئے۔ یہاں آپ نے ۲۰ سال کے لگ بھگ قیام کیا۔ دوران قیام آپ نے یہاں بھی ۲ چلہ نکالے۔ سن ۱۹۷۰ء تک آپ نے یہاں قیام کیا۔ یہ آستانہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جسکے ساتھ ایک چھوٹا سا صحن تھا جس میں ایک طرف لیٹرین بنا ہوا تھا۔ بس یہ مختصر سی رہائش گاہ آپکا آستانہ تھی۔ کمرہ میں ایک طرف دری بچھی ہوئی تھی جس پر آپ آرام فرماتے تھے اور اسی جگہ آپ ذکر واذکار میں مصروف رہتے تھے اور اسی جگہ مُریدین اور حاجتمندوں سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ آجکل اس جگہ کو بکرا پیڑھی کے قریشی حضرات نے بہت شاندار طریقہ سے گنبد تعمیر کر کے آپکی یادگار بنا دیا ہے۔

بکرا پیڑھی میں قیام کے دوران آپکے مُرید جناب انصار احمد قریشی کے والدین جناب عالمگیر صاحب اور کلثوم بی بی نے آپ کی بہت خدمت کی۔ انصار احمد اکثر اعلیٰ حضرت کے پاس رہا کرتے تھے ان سے پہلے مُنّے میاں اعلیٰ حضرت کے پاس رہتے تھے۔ انصار احمد قریشی نے اپنی تعلیم بھی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتے ہوئے مکمل کی۔ میٹرک تک تعلیم میں جناب صوفی فیض الحسن شاہ صاحب نے آپ کی مدد کی۔ پھر B.A جغرافیہ کی تعلیم آپ نے راقم کے بڑے بھائی سید شہاب افروز علوی سے حاصل کی۔

بکرا پیڑھی میں قیام کے دوران یہاں آپ نے کچھ مُریدین کو خلافت سے نوازا جن حضرات کو آپ نے خلافت دی ان میں مندرجہ ذیل حضرات قابلِ ذکر ہیں۔

صوفی چناؒ ، صوفی عمر درازؒ ، صوفی مُناؒ ، صوفی عثمانؒ اور صوفی نبی بھائی۔ ان کے علاوہ کچھ قریشی

حضرات کو پہلے سجادہ نشین جناب صوفی محمد ایوب علی شاہؒ صاحب نے خلافت سے نوازا۔ جب آپ کراچی تشریف لائے تھے تو ان دنوں حضرت صدیق میاں قاتل شاہؒ بہت بیمار تھے۔ قاتل شاہؒ صاحب پاکستان بننے کے بعد کراچی آگئے تھے قاتل شاہؒ صاحب حضرت عبدالشکور صاحب کے خلیفہ تھے آپ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب جب بھی بمبئی آیا کرتے تھے تو ان کا بڑی گرمجوشی کیساتھ استقبال کیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے بھی آپکو محبت تھی اعلیٰ حضرت آپکا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دن اعلیٰ حضرت صدیق میاں قاتل شاہؒ صاحب کی عیادت کیلئے گئے۔ قاتل شاہؒ صاحب اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے یعقوب میاں!

آپ کراچی آگئے ہیں اب ہم یہاں سے چلتے ہیں۔ اسکے کچھ دنوں کے بعد قاتل شاہؒ صاحب نے اس دارِ فانی سے پردہ فرمالیا جنکو حضرت عالم شاہ بخاریؒ کے مزار کے صحن میں دفن کیا گیا۔ بعد میں جب عالم شاہ بخاریؒ کے مزار کی دوبارہ تعمیر ہوئی تو سب مزاروں کو ایک ہی چھت کے زیر سایہ کر دیا گیا۔

کراچی آنے کے بعد آپ نے اکل حلال کی خاطر نیوی کے محکمہ میں نوکری کرلی۔ آپ ڈاکیارڈ میں بطور آفسر سپرنٹنڈنٹ تعینات ہوئے۔ آپکی انگلش کافی اچھی تھی لہٰذا آپ بہت روانی کیساتھ بولتے تھے اور آپکے انگلش میں بنائے ہوئے ڈرافٹ آپکے افسر اعلیٰ بہت پسند کرتے تھے آپ انگریزی کے علاوہ دنیا کی تمام زبانیں جانتے تھے۔ یہ بات قابل حیرت تھی۔ اور ایک دن اس حقیقت کا عجیب وغریب مشاہدہ ہوا ایک دن کا واقعہ ہے کہ ملیر کینٹ سے اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ اپنے کچھ مُریدین کیساتھ بذریعہ لوکل ٹرین کینٹ اسٹیشن آئے۔ راقم بھی آپ کے ساتھ تھا۔ اعلیٰ حضرت کیساتھ پیدل چلتے چلتے ہم لوگ صدر آگئے۔ حضرت ہم سے فرمانے لگے کہ

نایاب! یہاں ایک ایرانی ہوٹل ہے جسکا مالک ہمارا عقیدت مند ہے اس سے ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جب کبھی ہمارا ادھر سے گذر ہوا تو ہم تمھارے پاس آئینگے ذرا غور سے دیکھو اسکا ہوٹل یہیں کہیں ہوگا۔ہم نے سڑک کے دونوں طرف نظر دوڑائی تو سامنے ہی ایرانی ہوٹل کا بڑا سا سائین بورڈ نظر آیا۔ہم لوگ جب ہوٹل میں پہنچے تو کاؤنٹر پر ایک ادھیڑ عمر کا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔جو حضرت کو دیکھتے ہی خوشی خوشی حضرت کیطرف لپکا اور نہایت عقیدت کیساتھ آپ کے قدم چومنے لگا۔کہنے لگا حضور آپ نے یہاں آکر اپنے غلام پر بہت کرم کیا ہے۔

پھر اُس نے ہم لوگوں کی کافی خاطر مدارات کی اور حضرت سے دعاء کا طالب ہوا۔

اعلیٰ حضرت نے ہوٹل کی برکت کیلیئے اور اُس کی گھر والی جو بیمار تھی اُس کے واسطے دعاء کی پھر کچھ نقش لکھ کر دے دیئے۔وہ بہت بضد ہا کہ حضور میرے گھر چلیں آپ نے اس سے معذرت کر لی کہ ہم اسوقت بہت دور سے آ رہے ہیں۔جب دوبارہ آئیگے تو تمھارے گھر بھی چلیں گے۔ابھی ہم کو اجازت دو۔وہ بادل نخواستہ اعلیٰ حضرت کو دروازے کے باہر تک رخصت کرنے کیلیئے آیا۔ آپ نے اس کو واپس بھیج دیا۔

ہوٹل سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ فٹ پاتھ پر ابھی کچھ دور ہی چلے ہونگے کہ سامنے سے ایک شخص آ رہا تھا جو کسی مغربی ملک کا لگ رہا تھا وہ عجیب وغریب حلیہ میں تھا بھوری داڑھی اور لمبے لمبے بال تھے۔

جینز کی پینٹ پہنے ہوئے تھا۔جیسے ہی حضرت کے قریب آیا فوراًپاؤں پر گر پڑا اور ان کو چومنے لگا۔ حضرت نے اس کو اٹھایا پھر نہ معلوم کونسی زبان میں اس سے باتیں کرنے لگے۔دونوں ایک دوسرے کیساتھ اس طرح باتیں کر رہے تھے کہ جیسے کوئی دوست یا شناسا آپس میں بات کرتا ہے۔

یہ انگلش تو تھی نہیں جو ہم سمجھتے بس اتنا تھا کہ ہم حضرت کے انداز گفتگو میں اشاروں کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ہمارے ایک پیر بھائی جناب یونس شاہ صاحب ہمارے قریب

کھڑے تھے ہم سے کہنے لگے نایاب بھائی کچھ سمجھ میں آرہا ہے۔ہم نے اشارہ سے ان کو خاموش کیا اور پورے دھیان سے دونوں کی گفتگو کو سمجھنے کی کوشش کرتے رہے۔اس شخص کی عقیدت و محبت اور حضرت کا اس شخص سے اپنائیت کیساتھ باتیں کرنا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ

"ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ"

یونس بھائی سے ہم نے یہ کہا کہ ہم نے ان کی باتوں کے اشارات سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ شخص بظاہر بیٹل نظر آتا ہے۔یہ وہ نہیں ہے جو نظر آتا ہے بلکہ یہ کوئی درویش ہے اور اعلیٰ حضرت کسی جگہ کی طرف اشارہ کرر ہے تھے کہ تم وہاں چلے جاؤ اس جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔ایسا لگتا تھا کہ وہ کہہ رہے ہو کہ اس جگہ کا بزرگ وصال کر گیا ہے تم اسکی جگہ جا کر بیٹھ جاؤ۔ ہماری بات سن کر یونس شاہ صاحب نے ہمارا ہاتھ چوم لیا اور کہنے لگے نایاب بھائی ہم نے بھی یہی سمجھا ہے جو آپ نے سمجھا ہے۔

ہماری اور ہمارے پیر بھائیوں کی یہ عادت تھی کہ جب ہم لوگ اعلیٰ حضرت کے حضور میں ہوتے تو ان کی طرف ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھتے تھے۔جب سفر یا حضر میں ہوتے تو آپ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔جسکی وجہ سے کافی حد تک ہم لوگ آپ کے مزاج شناسا ہو گئے تھے۔ جب ہم لوگ آپ کے کیساتھ چلتے تھے تو اس بات کا دھیان رکھتے تھے کہ کہیں آپ کے قدم مبارک کے نشان پر ہمارا پاؤں نہ پڑ جائے یہ احترام ہر وقت ملحوظ خاطر رکھتے تھے اور پورے دھیان کیساتھ آپکے ساتھ ہمسفر ہوتے تھے۔تمام خلفاء حضرات آپکا دل و جان سے احترام کرتے تھے۔کبھی کبھی تو یہاں تک ہوتا تھا کہ آپکی محبت اور احترام میں ہم لوگ آپ کے پاؤں کی خاک اپنے چہروں پر مل لیتے تھے۔جن لوگوں نے یہ کام کیا آج ان خلفاء حضرات کے چہرے چمک رہے ہیں۔

مجھ روسیاہ پر کیا کتنا کرم جناب نے
چہرہ میں میرے بھر دیا اپنا ہی نور آپ نے

سماع

سماع عاشقوں کی آتشِ شوق کو بھڑکانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پیری فقیری کو اگر حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو یہ دراصل عشق و عاشقی کا ایک طریقہ ہے اس طریقہ میں مُرشد کی محبت کیساتھ ساتھ رسول کی اور اللہ تعالیٰ کی محبت استوار ہو جاتی ہے اور اتنی پختہ محبت ہوتی ہے کہ شیطان اس کو ختم نہیں کر سکتا۔ شیطان بہت کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح سے یہ محبت اور تعلق معہ اللہ ختم ہو جائے۔ اسکے لئے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے اور ہر وقت اللہ کے دوستوں کو بہکانے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ اس ہی لئے جو اللہ کے دوست ہوتے ہیں وہ بکثرت اللہ کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔

محبت کی اس پختگی میں جو بنیادی چیز ہے وہ مُرشد برحق کی ذات ہے مُرید پہلے اسکی فنائیت حاصل کر لیتا ہے یعنی جب وہ اپنے وجود کو دیکھتا ہے تو اسکو اپنے اندر اپنے مُرشد کی ذات نظر آتی ہے اور جب یہ حالت پختہ ہو جاتی ہے تو پھر رسول کی ذات اور اللہ کی ذات نظر آتی ہے یعنی وہ فانی الشیخ فانی الرسول ااور فانی فی اللہ ہو جاتا ہے۔ اس فنائیت کو حاصل کرنے کیلئے بہت محنت کرنا پڑتی ہے۔ اکثر اولیاء اللہ کے نزدیک سماع محبت کو قائم کرنے اور اس میں مضبوطی پیدا کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ سماع کے دوران عاشق کے دل پر جو واردات قلبی ہوتی ہیں اس میں سرور کیف، خوف و پشیمانی۔ اور حصول وصال یار جوش وجنون کی حد تک بڑھ جاتا ہے۔ کبھی کبھی یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ سماع کے دوران عاشق صادق کا وصال ہو گیا۔

حضرت خواجہ بختیار کاکی جو بہت بڑے ولی اللہ تھے ان کا وصال سماع کے دوران ہوا تھا ۔ آپکے وصال کا واقعہ یوں ہے کہ آپ قاضی حمید الدین ناگوریؒ اور بہت سے اپنے ہم عصر اولیاء کرام کیساتھ محفل سماع سن رہے تھے۔ صالح قوال فارسی کی ایک غزل پڑھ رہا تھا جسکے ایک شعر کو

سن کے آپکو وجد ہوا۔ شعر یوں ہے۔

کشتہ گانِ خنجرِ تسلیم را | ہر زمان از غیب جانی دیگر است

راوی کہتا ہے کہ تین دن تک آپکو وجد رہا تیسرے دن عصر کے وقت آپ نے وصال فرمایا۔ نماز کے اوقات کے درمیان آپکو ہوش آتا تھا پھر آپ نماز پڑھتے تھے بعد میں وجد میں مصروف ہوجاتے تھے۔ سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری سے تعلق رکھنے والے ایک درویش صوفی راحت اللہ شاہ صاحب جو محمود آباد کراچی میں رہتے تھے انھوں نے بھی غزل کے ایک شعر پر وجد کیا اور پھر اسی حالت میں آپکا وصال ہوگیا۔ شعر مندرجہ ذیل ہے

بحرِ قتلم چُو کشد تیغ نہم سر بہ سجُود
اُو بہ نازِ عجب من بہ نیازِ عجبِ

سلسلہ ابوالعلائی سے تعلق رکھنے والے ایک بزرگ صوفی حضرت عشق مشہود گھیٹا شاہ ابوالعلائیؒ جو ہندوستان کے صوبہ بہار کے ایک شہر پٹنہ میں رہتے تھے ان کو مرغ کی اذان سن کر وجد آنے لگتا تھا۔ شاہ منعم پاکباز چشتی نقشبندی قادری ابولعلائیؒ کے ایک خلیفہ خواجہ حسن علی شاہؒ صاحب بھی مرغ کی اذان پر وجد فرماتے تھے۔

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کی طرح ان کے مُرشد کریم حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب بھی محفل سماع بہت سنا کرتے تھے۔ آپکے مزاج سماع میں وصال یار کا شوق اتنا شدید تھا کہ جب آپکا آخری وقت آن پہنچا اور آپ نے وصال کی تیاری شروع کردی اس سے پہلے ہر سال کی طرح آپ نے حضرت غوث پاکؒ کی بارگاہ میں ایصال ثواب کیلئے گیارھویں شریف کا اہتمام فرمایا۔ بہترین کھانا پکوا کر غربا وٗ مساکین کو کھلایا۔ یہ تمام معاملات حسبِ دستور انجام پذیر ہورہے تھے اس کے چھٹے دن عصر کے بعد کچھ طبیعت ناساز ہوگئی آپ نے فرمایا کہ قوال کو بلاؤ

سرکاری قوال جناب محمد تقی رضا صاحب کو آدمی بھیج کر بلوایا گیا۔ انہوں نے حضرت قبلہ کی خدمت میں یہ کلام پڑھا۔

دارو ئے درد ِنہاں راحتِ جانی صنما
عیسیٰ مردہ دِلان یوسف ثانی صنما

حضرت قبلہ کو یہ شعر سن کر رقت طاری ہوگئی تمام حاضرین محفل اشکبار ہوتے رہے۔ آخر کار محفل اپنے اختتام کو پہنچی حضرت قبلہ نے دعا فرمائی اور اپنی قیام گاہ میں آرام کرنے چلے گئے۔ حضرت قبلہ کی خدمت اقدس میں مُریدین اور معتقدین اور متعلقین کے علاوہ آپ کے خلفاء کرام میں حضرت مولانہ صوفی محمد خوشحال شاہ صاحب حضرت سید محمد ابرار شاہ قبلہ حضرت صوفی عزیز بابا اور حضرت صوفی شمس الدین شاہ حاضر تھے۔ رات کو حضرت قبلہ اپنے حجرہ میں چلے گئے ۱۲ بجکر ۴۰ منٹ پر حضرت قبلہ کا بہ آواز پاس انفاس جاری ہوا۔ اسی شغل میں ایک سانس اوپر کو کھینچی اور مکمل سکوت فرمالیا اور آرام کیساتھ بستر پر دراز ہوگئے۔

حاضرین خدمت یہ سمجھے کہ شاید ذکر کا سلسلہ جاری ہے جب کافی دیر تک کسی قسم کے حرکت کے آثار محسوس نہ ہوئے تو تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ جب حضرت قبلہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی گئی تو معلوم ہو اکہ قبلہ رُو ہو کر بالکل صحیح انداز میں بارگاہ بے نیاز میں حاضر ہو چکے ہیں۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيهِ رَاجِعُون۔

اس رباعی پر حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کو بہت رقت ہوتی تھی اور بعض مرتبہ کیفیتِ گریہ طاری ہو جاتی تھی۔

از سبزہ برگل خطمی فزائی جاں می فریبی جاں می فزائی
شُد عُمرم آخر در جستجویت اے عمرِ رفتہ آخر کجائی

لکھنو کی ایک محفل سماع میں جناب حضرات خواجہ عنایت حسن شاہؒ صاحب اور اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب دونوں حضرات موجود تھے ایک شعر کے پہلے مصرعٰ پر اعلیٰ حضرت خواجہ عنایت حسن شاہؒ صاحب کو وجد طاری ہوا۔ پھر جب قوال نے شعر کا دوسرا مصرعٰ پڑھا تو اس پر اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی حسن شاہؒ صاحب کو وجد آیا۔ یہ عجیب و غریب منظر دیکھ لوگ بہت حیران ہوئے۔
(ماخوذ از کتاب ونگارِ یزداں)

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ ؒ کی سماع

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ ؒ کا روشن اور کتابی چہرہ ہر وقت مسکراہٹوں سے سجا رہتا تھا۔ آپ نفس مطمنہ کے حامل ایک ایسے نورانی پیکر تھے کہ جنکی آنکھوں سے محبت کے سوتے پھوٹتے رہتے تھے۔ اور ایک عجیب و غریب خمار چھلکتا رہتا تھا کہ جس سے اللہ تعالیٰ سے آپکی وابستگی اور وارفتگی کا اظہار ہوتا تھا۔ آپ کی آنکھوں میں کیف و مستی کا یہ حال تھا کہ جب بھی محفل سماع میں کسی کو محبت بھری نظروں سے دیکھتے تو اس پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔

آپ حالتِ سرور میں مشائخین کو دیکھتے تو بڑے بڑے صوفیوں اور مشائخین پر وجد طاری ہو جاتا تھا۔ آپ کی محفلوں کا انداز حضرت نظام الدین اولیاء ؒ کی محفلوں سے کافی مماثلت رکھتا تھا۔ محفل کے ادب و آداب کا آپ بہت خیال رکھتے تھے۔ کیا مجال ہے کہ کوئی ننگے سر شخص آگے بیٹھ جائے۔ اگلی صفوں میں صوفی حضرات اور باشرع لوگ بیٹھتے تھے اور پچھلی صفوں میں غیر صوفی حضرات بیٹھتے تھے۔ لیکن سب با ادب اور دوزانوں ہو کر بیٹھتے تھے۔

آپ سماع کے شرائط پر پوری طرح عمل کرتے تھے۔ سب لوگ باوضو سماع سنتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ باوضو رہنا سب سے اولا عمل ہے۔ اگر دورانِ سماع کسی کا وضو ٹوٹ جائے تو باہر جا کر دوبارہ وضو کر کے محفل میں بیٹھ جائے اگر کسی وجہ سے وضو نہیں کر سکتا تو تیمّم کر لے۔ سماع کیلئے پاکیزگی لازی شرط ہے۔ ظاہری پاکیزگی کیساتھ ساتھ باطن بھی صاف سُتھرا ہونا چاہیے۔ تصورِ شیخ کو دل میں پختہ طور پر جما کہ نظریں جھکا کر دوزانوں بیٹھے اور سماع کے کلام پر غور کرے۔ جب دل و دماغ دنیاوی خیالات سے پاک ہونگے تو کلام کا دل پر اثر ہوگا۔ اور روحانی کیفیات اسپر طاری ہو جائینگی اس حالت میں اسپر بہت سی حقیقتوں کا انکشاف ہوگا جو عام حالت میں ممکن

نہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ ؒ کے سماع کا ذکر کیا جا رہا ہے اس لئے سماع سے متعلق ایک واقعہ جو ہم نے اپنی تصنیف شدہ کتاب "حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ ؒ" میں تحریر کیا تھا اسکو دوبارہ تحریر کر رہے ہیں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ ؒ صاحب نہایت رقیق القلب انسان تھے۔ سماع میں جب حضورؐ سرکار دو عالم یا آپ کی پیر و مُرشد کا ذکر آتا یا ذکر یار ہوتا تو آپ کی پلکیں آنسوں سے جھیگ جاتی تھیں۔

ایک مرتبہ لانڈھی میں حضرت خواجہ محمد حسن شاہ ؒ صاحب کا عُرس ہو رہا تھا اور برصغیر کے نام ور قوال کلن خان جگر مراد آبادی کی ایک غزل پڑھ رہے تھے جس کے ایک شعر پر آپکو وجد آیا۔ شعر یوں ہے

اے غمِ یار تیرے دم سے ہے تعمیر حیات
تو سلامت ہے تو مٹی میری برباد نہیں

راقم نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت پر اک عجب کیفیت طاری تھی جسم لرزاں اور آنکھوں سے اشکوں کا سیلِ رواں جاری تھا کہ جو آپ کی ریش مبارک سے بہہ کر زمین پر آ رہا تھا۔ جسم مبارک آہستہ آہستہ وجد کر رہا تھا۔ اسوقت آپ کے بہت سے پیر بھائی موجود تھے جنھوں نے آپ کو حلقہ میں لیا ہوا تھا اور ایسا لگتا تھا کہ جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں کوئی چاند گردش کر رہا ہو آپ کی پیشانی مبارک تجلیّات سے منوّر تھی۔ کافی دیر تک وجد کرتے رہے اور ہچکیوں کے ساتھ روتے رہے۔ آپ کے پیر بھائی باری باری آپکو سینے سے لگا کر چوم رہے تھے۔ آپ کی زبان پر غمِ یار کی تکرار جاری تھی اور قوال اسی شعر کو بار بار پڑھتے رہے۔ پھر کافی دیر تک وجد کرنے کے بعد آپ حالت سکون میں آئے۔

دراصل درویشی کی بنیاد ہی غم یار ہے اور جسکی تعمیر حیات اسی غم یار ہی کے دم سے قائم و دائم رہتی ہے

جو ہمیشہ دل کو عشق و محبت کے نور سے تابندہ و پائندہ رکھتی ہے۔ جب ذکرِ یار آتا ہے تو غمِ یار موسم بہار کے پھولوں کی طرح تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ اور غم کی تازگی دل میں اک تڑپ پیدا کرتی ہے۔ اور جس دل میں تڑپ پیدا ہوتی ہے وہ عشق و محبت سے لبریز ہو جاتا ہے پھر عاشق کو ہر طرف اپنے یار کا جلوہ نظر آتا ہے میر انیس نے کیا خوب کہا ہے۔

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے
بلبل کی زبان پہ گفتگو تیری ہے

ذرہ ذرہ میں جلوہ ہے تیری قدرت کا
جس پھول کو سونگھتا ہوں بُو تیری ہے

غم یار کی تازگی دل میں عشق و محبت کی اک نئی روح پھونک دیتی ہے۔ جو ایک سچے عاشق کے قلب کو اپنی جلا بخشتی ہے۔ پھر یہی جذبہ و جنون اسکو فنافی الشیخ فنافی الرسول اور فنافی اللہ کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے۔

آپ کا وصال

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب کے وصال کا جب وقت قریب آیا تو آپ کی طبیعت کچھ بہتر نظر آتی تھی۔ آپ جناح اسپتال کراچی میں ایڈمٹ تھے جہاں آپکا علاج ہو رہا تھا۔ صوفی محمد یونس شاہ صاحب اور دیگر حضرات آپ کے پاس موجود تھے۔ صوفی یونس شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ حضرت نے کہا کہ ہمکو سہارے کے ساتھ پلنگ پر بٹھا دو۔ آپ کو بٹھا دیا گیا۔ آپ کافی بشاش نظر آتے تھے۔ اسی دوران آپ آہستہ آہستہ ایک غزل پڑھ رہے تھے اسکے کچھ اشعار یوں ہیں۔

زِ سر در جانب میخانہ راہِ کردہ ام پیدا
بہ نقشِ پائے ساقی سجدہ گاہ کردہ ام پیدا

بہ یک نظارہ رویش زِ صبر و دین و دل بُردند
ہزاراں فتنہ ہا در یک نگاہِ کردہ ام پیدا

زقید کفر و دین گر دیدہ ام آزاد تا قبلہ
بہ سمتِ آستانہ کج کلاہِ کردہ ام پیدا

کمزور آواز کیساتھ نہایت بے خودی کی کیفیت میں آپ یہ اشعار کافی دیر تک پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے کہا کہ ہم کو بستر پر لٹا دو آپ کو لیٹے ہوئے کچھ ہی دیر گذری تھی کہ آپ کی حالت خراب ہونے لگی یونس بھائی نے حضرت سے کہا کہ حضور ڈاکٹر کو بلوالیں آپ نے فرمایا کہ اب ضرورت تو نہیں ہے لیکن تم لوگ چاہو تو بلا لو۔ اس دوران آپ نے ہاتھ پاؤں سیدھے کرنے شروع کر دیئے اور قبلہ کیطرف منہ پھیر کر آہستہ آہستہ منہ میں کچھ پڑھنا شروع کر دیا اور پڑھتے

پڑھتے آپ نے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ جب ڈاکٹر آئے تو حضرت کی نبض دیکھ کر کہنے لگے کہ صوفی صاحب حضرت کا وصال ہو گیا ہے۔

اِنّا للّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجِعُون۔

صوفی محمد یونس شاہؒ صاحب بتاتے ہیں کہ آپ کے وصال کی خبر سن کر ہم پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ایسے لگتا تھا کہ جیسے ابھی کلیجہ پھٹ جائے گا۔ بہت مشکل سے ہم لوگوں نے اس صدمہ عظیم کو برداشت کیا۔ آپ نے دسمبر ۱۹۷۴ء گیارہ ذی الحج کی رات ۱۱ بجے اس جہان فانی سے پردہ فرمایا۔ ہزاروں مُریدین نے اشکبار آنکھوں آہوں اور سسکیوں کیساتھ آپ کو آستانہ عالیہ حسن مجتبیٰ ٹاؤن رفاہِ عام ملیر ہالٹ میں سپردخاک کیا۔ وصال کے بعد بھی لاکھوں عقیدت منداور مُرید دور دراز سے حاضری دینے کیلئے آپ کے روضہ اطہر پر آتے رہتے ہیں اور آپ کی قبر شریف پر عقیدتُ محبت کے پھول چڑھاتے رہتے ہیں۔ ہر سال آپکا عُرس مبارک نہایت عقیدت واحترام کیساتھ منایا جاتا ہے۔ گیارہ ذی الحج سے عُرس کی تقریبات شروع ہوجاتی ہیں اور ۱۴ ذی الحج کو اختتام پزیر ہوتی ہیں۔

آپ کے وصال کے بعد آپ کے برادر خورد جناب ایوب علی شاہؒ صاحب سجادہ نشین بنے۔ اُن کو اعلیٰ حضرت نے اپنی حیات ظاہر میں سجادہ نیشن نامزد کر دیا تھا۔ آپ نے حسبِ توفیق اس ذمہ داری کو احسن طریقہ سے نبھانے کی بھرپور کوشش کی لیکن آپ کی بگڑتی ہوئی صحت آپ کا ساتھ نہ دے سکی لہٰذا آپ نے اپنی زندگی میں جناب نعیم الحسن شاہؒ صاحب کو اپنا سجادہ نشین نامزد کر دیا اور اسکے چند سال بعد آپ نے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمالیا۔
آپ کے بعد جناب نعیم الحسن شاہ صاحب تا حال سجادہ نشین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

مستیاں لے گیا آنکھوں میں چھپا کر اے دوست
ہم نے دیکھا نہ کوئی مست قلندر جب سے

لذتِ عشق سے واقف جو ہوا پھر یہ دل
بہت تڑپا تیری فرقت میں اے دلبر جب سے

فکرِ دنیا سے مجھے کر دیا بیگانہ نایاب
عشق نے ان کے میرے دل میں کیا گھر جب سے

آپکی اولادِ مطاہرہ

آپکی شادی محترمہ زلیخا بیگم سے ہوئی تھی جن سے آپکے تین صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئی تھیں۔ آپکے بڑے لڑکے ساجد ۲۲ سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ دوسرے لڑکے ماجد ۱۰ سال کی عمر میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں چھوٹی عمر میں وصال کر گئے تھے۔ صرف ایک صاحبزادی بچیں جنکا نام ضیاء بانو ہے پیار سے ان کو جیو بانو کہتے ہیں آپ کی اولاد میں صرف یہی باقی بچیں ہیں۔

جب اعلیٰ حضرت پاکستان آگئے تھے تو انہوں نے اپنی بیوی سے پاکستان آنے کیلئے کہا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئی اور ہندوستان ہی میں رہتی رہیں۔ اعلیٰ حضرت کئی مرتبہ ہندوستان گئے اور بیوی بچوں کو پاکستان چلنے کیلئے کہا لیکن وہ آمادہ نہیں ہوئیں۔

۱۹۶۰ء میں آخری مرتبہ آپ ہندوستان گئے اسوقت بقول جیو بانو کی عمر ۹ سال کے لگ بھگ تھی۔ اعلیٰ حضرت نے اپنی بیٹی کو بہت پیار کیا چلتے وقت آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ یہ ایک باپ اور اکلوتی بیٹی کی آخری ملاقات تھی۔

۱۹۷۲ء میں محترمہ ضیاء بانو کی شادی جناب انوار حسین کیساتھ انجام پائی۔ جن سے آپکے دو صاحبزادے ہوئے۔ بڑے صاحبزادے جناب محمد عمیر اور چھوٹے صاحبزادے جناب محمد شعیب ہیں۔

محترمہ ضیاء بانو میں اپنے والد محترم کی شباہت نظر آتی ہے۔ آپکے دونوں صاحبزادے نہایت سعادت منداور صالح نوجوان ہیں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے یہ قرۃ العینی نہایت سادہ اور پاکباز نوجوان ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان شہزادوں کو عمر طویل عطا کرے اور اپنے نانا جان اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور دین ودنیا دونوں میں ہمیشہ ان کو کامیابی و کامرانی حاصل ہو۔ آمین!

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کی تعلیمات اور اوصاف حمیدہ

آپ کی طبیعت میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ آپ ہر چھوٹے بڑے کی عزت کرتے تھے۔ بچوں سے آپ شفقت و محبت کیساتھ پیش آتے تھے۔ جب آپ کے پیر بھائی آپکے پاس آتے تو آپ کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے تھے اور ان کو بغلگیر کر کے ہاتھ چومنے میں پہل کرتے تھے۔ کچھ لوگ آپ سے بغض رکھتے تھے لیکن جب وہ سامنے آتے تو آپ نہایت خندہ پیشانی کیساتھ ان سے مصافحہ کرتے اور اتنا جھک کر ملتے تھے کہ وہ لوگ بھی شرمندہ ہو جاتے تھے۔

آپ بغض و حسد کو محبت کے پانی سے دھو دیا کرتے تھے۔ آپ کی عجز و انکساری حاسدوں کی آتش حسد کو ٹھنڈا کر دیتی تھی آپ لوگوں کو صلہ رحمی کی تعلیم دیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ نفرت کو محبت سے ختم کرنا چاہیے۔ جب آپ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرینگے تو آپ کے مخالفین بھی کم سے کم ہونگے۔ اور مخالفین سے اچھا برتاؤ نفرت کی آگ کو ٹھنڈا کرتا ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ بہتر انسان وہ ہے جو غصہ کی حالت میں بھی اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرے اور اگر انسان کو پہچاننا ہو تو اسکو اسکے غصہ کی حالت میں دیکھو۔ آپ فرماتے تھے کہ فقیر کو ہر حال میں سادگی اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ سادگی کو پسند کرتا ہے آپ نے نہایت سادہ زندگی گذاری آپ ہمیشہ زمین پر لیٹتے تھے۔ آپکا تکیہ برائے نام ہوتا تھا۔ اور آپ کا سونا ایسے ہوتا تھا کہ جیسے کوئی تختہ دار پر سو رہا ہو ہر وقت ذکرِ پاس انفاس جاری رہتا تھا۔ کبھی کبھی سوتے میں آپ کے منہ سے بڑی دلسوز آہ نکلتی تھی۔ راقم کو کئی مرتبہ آپکے قدموں کی جانب سونے کا اتفاق ہوا لیکن سونا تو درکنار نیند بھی کوسوں دور بھاگ جاتی تھی بس شبِ بیداری کی کیفیت میں لیٹے رہتے تھے۔

سادگی

آپ کی سادگی کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی مُرید نے آستانہ عالیہ میں آپ کی منت وسماجت کر کے ٹیلیفون لگوادیا۔ جب آپ ذکر واذکار میں مصروف ہوتے تو ٹیلیفون کی گھنٹی اکثر بجتی رہتی تھی۔ مُریدوں کے فون آتے رہتے تھے جسکی وجہ سے آپ کی عبادت وریاضت میں خلل واقعہ ہوتا تھا۔ ایک دن آپ نے غیض بھری نظروں سے اس ٹیلیفون سیٹ کو دیکھا اور پھر غصہ میں اسکو اُٹھا کر باہر پھینک دیا اور کہنے لگے تو کہاں سے آگیا میرے اور خدا کے درمیان اسکے بعد آپ نے کبھی ٹیلیفون لگانے کی اجازت نہیں دی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب آستانہ عالیہ بکراپیڑھی میں آپ مقیم تھے۔ آستانہ کے باہر آپ کے نام کی چھوٹی سی تختی لگی ہوئی تھی وہ دھوپ سے اور بارش سے خراب ہوگئی تھی۔ کسی مُرید نے کہا کہ حضور اگر اجازت دیں تو نئی تختی بنوالاؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب تختی بن کر آئی تو آپ نے اسکو بغور دیکھا۔ اسپر لکھا تھا اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ چشتی قادری حسنی جہانگیری ابوالعلائی۔ آپ نے اس شخص سے غصہ میں کہا کہ میں نے تم سے کب کہا تھا کہ اسپر اعلیٰ حضرت لکھو صرف صوفی محمد یعقوب علی شاہؒ لکھنا تھا لیکن تم نے اپنی طرف سے اعلیٰ حضرت لکھوادیا۔ ارے بیوقوف اعلیٰ حضرت تو میرے پیرومُرشد ہیں میں تو اعلیٰ حضرت کے پاؤں کی خاک ہوں اور اِسی پر مجھے فخر ہے آپ نے وہ تختی واپس کردی اور کہا کہ دوبارہ لکھوا کر لاؤ۔

آپ نہایت سادہ زندگی گذارنے کے ساتھ ساتھ حد درجہ مستغنیٰ اور بے نیاز تھے۔ آپ کی سادگی اور شان بے نیازی کا اندازہ اس واقعہ سے کرسکتے ہیں کہ ایک مرتبہ راقم آپ کے پاس موجود تھا حضرت نے ہم سے کہا بکس میں سے کوئی کُرتا نکال دو ہم کافی دنوں سے یہ کُرتا پہنے

ہوئے ہیں۔ آج نیا کرُتا بدل لیتے ہیں جب ہم نے بکس میں سے کرُتے نکالے تو وہ سب کے سب پرانے نظر آئے کچھ پھٹے ہوئے بھی تھے۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی چونکہ حال ہی میں حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کا عُرس ہوا تھا اور کم وبیش ساٹھ ستر جوڑے عُرس میں مُریدوں نے نذر کیئے تھے۔ لیکن اب ایک بھی نیا جوڑا نظر نہیں آیا۔ ہم نے حضرت سے پوچھا سرکار! وہ جوڑے کہاں گئے جو عرُس میں آئے تھے۔ آپ ہماری بات سن کر مسکرائے اور کہنے لگے وہ سب ہم نے مُریدوں میں بانٹ دیئے تم کوئی پرانا ثابت کرُتا نکال کر دے دو ہم وہی پہن لینگے۔ قربان جائیں اس پیر کی سادگی اور دریادلی کے جو مال واسباب سے کتنے بیزار تھے آپ ہمہ وقت طلبِ مولا میں مگن رہتے تھے۔

عفوودرگذر

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ انتہائی رحمدل اور رقیق القلب انسان تھے۔ جب لوگوں سے غلطیاں ہوتیں تھیں تو آپ ان سے ناراض ہوجاتے تھے لیکن جب وہ گریہ وزاری کرتے اور آپ سے معافی مانگتے تو آپ ان کو تنبیہہ کر کے معاف کردیا کرتے تھے۔

کچھ ایسے صوفی حضرات بھی دیکھے جنہوں نے بڑی بڑی غلطیاں کی اور شیطان کے بہکاے میں آکر اعلیٰ حضرت سے ناراض ہوئے لیکن جب سب کچھ روحانی طاقت سلب ہوگئی تو پھر اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر کر روتے ہوئے گڑگڑا کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ پہلے تو اعلیٰ حضرت غصہّ میں نظر آئے لیکن ان کی مسلسل گریہ وزاری اور شرمندگی کو دیکھ کر آپکا دل پسیج گیا اور آپ نے ان کو سخت تنبیہہ کے بعد معاف کردیا۔

کتنی ہیں میری لغزشیں تیرا کرم بھی کم نہیں
پل بھر میں معاف کردیا سارا قصور آپ نے

کچھ خلفاء حضرات ایسے بھی دیکھے جنہوں نے آپ کا دل دکھایا اور آپ کے حکم کی خلاف ورزی کی جب وہ ذلیل وخوار ہوئے تو انہوں نے کچھ دنوں بعد اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر گئے اور رُو کر معافی مانگی۔ قربان جائیں آپ کی کشادہ دلی کے آپ نے سب کو معاف کردیا اور سلب کی ہوئی روحانی طاقت واپس لوٹادی۔

اس ضمن میں یاد رکھیں کہ اگر کسی خلیفہ یا مُرید کیلئے اس کے پیر کے دل میں ہلکی سی دراڑ پڑ جائے تو پھر وہ بھرنا بہت مشکل ہے۔ کیونکہ یہ آدابِ عشق کے خلاف ہے۔ اور اگر مُرید کو پیر معاف بھی کردے پھر بھی ایسا شخص ظاہری طور پر پیر تو بن سکتا ہے۔ سلسلہ کا کام بھی کرسکتا ہے مُرید بھی بناسکتا ہے۔ بڑے بڑے آستانہ بھی بناسکتا ہے اور پیری مُریدی کی ظاہری شان وشوکت کو قائم رکھ سکتا ہے لیکن اپنے پیر کی فنائیت حاصل نہیں کرسکتا۔ پھر فنافی الرسول اور فنافی اللہ بہت دور کی بات پیر کی فنائیت اسی مُرید کو حاصل ہوتی ہے جو شروع سے لیکر وصال تک اپنے مُرشد کے عشق میں غرق رہتا ہے۔

تیرا غم رہے سلامت میرے دل کو کیا کمی ہے
توہی میری زندگی ہے تو ہی میری بندگی ہے

صلہ ءرحمی

آپکی وسیع القلبی اور صلہ ءرحمی کا اندازہ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ آپکے کچھ پیر بھائی جو آپ سے بغض رکھتے تھے اور آپکی شہرت سے جلتے تھے۔ایک مرتبہ وہ حضرات آپکے پیرومُرشد کے عُرس کے موقعہ پر آپکے پاس آئے آپ نہایت خندہ پیشانی کیساتھ ان سے ملے اور ان کی خاطر تواضع کی پھر آپ نے بہت سے کپڑوں کے جوڑے رومال اور جوتے ان کو پیش کیے اور ساتھ میں کچھ روپے بھی ان کو نذر کئے۔آپ کی صلہ ءرحمی اور پُرشفقت برتاؤ سے وہ لوگ دل میں بہت شرمندہ ہوئے پھرانھوں نے حضرت کے پاؤں پکڑ کر معافی مانگی۔اعلیٰ حضرت نے باری باری سب کو اٹھا کر گلے سے لگایا اور ان کے ہاتھ چومے حضرت کی اعلیٰ ظرفی کو دیکھ کر ان لوگوں کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

عجز وانکساری

آپ اخلاقیات کے اس اعلیٰ مرتبہ کے حامل درویش تھے کہ جنکو دیکھ کر حضور مقبول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اسوۂ حسنیٰ کی یاد تازہ ہوجاتی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے اخلاق حمیدہ حضور مقبول حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کے اسوۂ حسنیٰ کے آئینہ دار تھے۔ آپ عجز وانکساری سے بھرپور نرم طبیعت کے حامل صوفی درُوش تھے۔ آپ اتنے رفیق اُلقلب انسان تھے کہ اگر کوئی شخص محبت کیساتھ آپ سے کوئی سوال کرتا تو آپ اس کو رد نہیں کرتے تھے۔

اس ضمن میں آپکے پیر بھائی حضرت عبدالغفار شاہؒ صاحب محمود آباد والے اور حضرت صوفی بابو حسنؒ صاحب شاہ فیصل کالونی والے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت نبی رضا شاہؒ صاحب کے عرس کے موقع پر ہم بہت سے پیر بھائی اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کیساتھ لکھنوٴ آئے۔ یعقوب بھائی بھی ہمارے ساتھ تھے۔

عرُس کے اختتام پر ہم لوگوں نے اپنے پیرومُرشد حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب سے شاہ مینا لکھنویؒ کے مزار شریف کی زیارت کیلئے اجازت طلب کی آپ نے مسکراتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی اور فرمایا کہ وہاں ایک بڑا بازار لگتا ہے تم لوگ اپنی ضرورت کی چیزیں وہاں سے خرید لینا۔

بابو چچا بتاتے ہیں کہ ہم لوگ دس بارہ پیر بھائی ساتھ میں تھے۔ پہلے ہم نے شاہ میناؒ کی حاضری دی پھر زیارت سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگ بازار آگئے۔ وہاں سے تمام پیر بھائیوں نے خریداری کی اور اپنے بیوی بچوں کیلئے مختلف اقسام کی اشیاء خریدیں۔ اس دوران میں یعقوب بھائی خاموشی کیساتھ ہمارے ساتھ چل رہے تھے اور کسی چیز کی طرف نظر نہیں کرتے تھے۔ ابھی ہم لوگ بازار سے گذر رہے تھے کہ ایک سوئی دھاگہ والا جو میلے کچلے کپڑے پہنے ہوئے تھا ہمارے پیچھے لگ گیا اور کہنے لگا اے صوفی صاحب سوئی دھاگہ لے لو بہت اچھی سوئیاں ہیں یاد

کرو گے لے لو۔ وہ باری باری سب پیر بھائیوں سے کہہ رہا تھا لیکن انہوں نے کہا کہ ارے بابا ہمارا پیچھا چھوڑ ہمیں سوئی دھاگہ نہیں لینا۔

بابو چچا بتاتے ہیں کہ بعض صوفیوں نے سوئی دھاگہ والے کو جھڑک دیا لیکن پھر بھی اس نے پیچھا نہیں چھوڑا سب سے آخر میں وہ یعقوب بھائی کے پاس پہنچا اور ان سے سوئی دھاگہ لینے پر اصرار کرنے لگا آپ نے فوراً پیسے نکال کر اسکو دے دیئے اور بے چون چرا بہت سا سوئی دھاگہ لے لیا۔ سوئی دھاگہ والے نے یعقوب بھائی کو سینے سے لگایا اور کہنے لگا اتنے لوگوں میں بس تو ہی سمجھدار ہے جا کامیاب ہوگا۔

جب ہم لوگ حضرت شاہ مینا لکھنوی کے مزار سے حاضری دیکر اور خریداری کر کے واپس آئے تو ہم لوگ باری باری پیر و مُرشد کی بارگاہ میں قدم بوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا آپ لوگوں نے وہاں سے کیا کیا خریدا۔ کچھ صوفی حضرات کہنے لگے حضور ہم نے اپنی بیوی کیلئے لکھنو کی ساڑھیاں خریدی ہیں۔ کسی نے کہا بندے اور کندن کے جڑاؤ کے جھمکے خریدے ہیں حضور، کسی نے کپڑے کا بتایا الغرض جس نے جو خریدا تھا سب بتاتے رہے۔

آپ نے ان لوگوں کیطرف بڑے غصّہ سے دیکھا اور کہا افسوس تم لوگوں نے یہی خریدنا تھا۔ پھر ہمارے بھائی یعقوب میاں سے پوچھا۔ یعقوب بیٹا تم نے وہاں سے کیا خریدا آپ نے بڑی لجاحت کیساتھ نظریں جھکا کر کہا حضور میں نے سوئی دھاگہ خریدا ہے اُسی وقت حضرت قبلہ نے نہایت تحسین آفریں نگاہوں سے یعقوب بھائی کو دیکھا اور کہا سبحان اللہ سبحان اللہ شکر ہے کہ اتنے لوگوں میں ایک تو کامیاب ہوا۔ اُن تمام صوفیوں کی طرف پر جلال نگاہ ڈالی اور فرمانے لگے۔ ارے کم بختو تم کو پتہ ہے کہ وہ سوئی دھاگہ والا کون تھا۔ وہ حضرت شاہ مینا لکھنوی ؒ تھے۔ کاش کہ تم بھی یعقوب علی شاہ کیطرح کرتے لیکن تم لوگوں کو تو دنیا کی طرف سے فرصت نہیں تھی جو اسپر غور کرتے۔ آپ نے اس موقع پر فرمایا یعقوب میرا ہیرا ہے اسکی چمک ہر طرف پھیلے گی۔

حضرت مولانہ خوشحال میاں کی نظر میں آپکا مقام

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کے پیر بھائی حضرت محمد خوشحال صاحب جو اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کے ایک جلیل القدر خلیفہ ہیں اور دنیا کے مختلف حصّوں میں سلسلہ حسنی جہانگیر کو فروغ دے رہے ہیں۔ ہر سال آپ پاکستان آتے ہیں۔آپ نے ضلع مظفر نگر انڈیا میں ایک وسیع وعریض رقبہ پر آستانہِ عالیہ حسنی کی جہانگیری کی بنیاد ڈالی ہے۔

ایک سال آپ کراچی تشریف لائے تھے تو راقم کیساتھ آپ اعلیٰ حضرت کے مزار اقدس پر تشریف لے گئے۔جب فاتحہ وغیرہ سے فارغ ہوئے تو آپ بہت خوش نظر آرہے تھے ہم سے کہنے لگے نایاب! ہمارے مُرشد نے پاکستان میں تقریباً پچیس کے قریب خلفاء حضرات بھیجے لیکن اُن میں صرف دو حضرات ہیرے نکلے جن میں تمھارے مُرشد حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب اور دوسرے حضرت خواجہ نقیب اللہ شاہؒ صاحب ہیں۔

حضرت مولانہ خواجہ محمد خوشحال میاں حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کے ان خلفاؤں میں شمار ہوتے ہیں کہ جو علمِ طریقت کیساتھ ساتھ علم شریعت پر کافی دسترس رکھتے ہیں۔اردو، پشتو، ہندی کے علاوہ فارسی عربی ازبک ترکی اور وسط ایشائی زبانوں پر کافی عبور رکھتے ہیں۔ہمارے اعلیٰ حضرت آپ کے بارے میں ہم کو بتایا کرتے تھے کہ خوشحال میاں ہمارے سرکاروں کا کام بہت عمدگی سے انجام دے رہے ہیں۔ ہندستان میں بہت زور وشور سے تبلیغ کر رہے ہیں۔

ہمارے حضرت خوشحال میاں قبلہ سے اعلیٰ حضرت کی زبانی تھوڑا سا تعارف ہوا تھا لیکن کافی عرصہ کے بعد جب آپ پاکستان آئے تو ہماری پہلی ملاقات ہوئی پھر آپ جب بھی پاکستان آتے ہیں تو آپ سے ہماری ملاقات ہوتی ہے اور کئی محفلیں آپ کیساتھ سنی جاتی ہیں۔راقم سے آپ کافی انس وشفقت رکھتے ہیں۔

آپ کے مزاج میں جلال و جمال دونوں شامل ہیں لیکن دیکھنے والوں کو آپکی شخصیت پُر جلال نظر آتی ہے۔ پُر جلال ہوتے ہوئے بھی آپ نہایت مشفقانہ اور معتدل مزاج رکھتے ہیں۔ پیرانہ سالی کے باوجود آپ جس تن دہی سے سلسلہ عالیہ حسنی جہانگیری کا کام کر رہے ہیں سلسلہ کیلئے باعث افتخار ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا رہے کے آپ کو صحت کے ساتھ عمر طویل عطا کرے اور آپکا سایہ عاطفت سلسلہ عالیہ کے تمام وابستگان پر قائم و دائم رہے۔ آمین!

حضرت خوشحال میاں کے دو خلیفہ جناب علی ظفر خان آفریدی اور جناب محمد عطاالرحمٰن انصاری کراچی میں سلسلہ کا کام کر رہے ہیں اعلیٰ حضرت خواجہ حسن شاہؒ صاحب کے خلفاؤں میں بقول حضرت خوشحال میاں، حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب ہیرے کیطرح چمک رکھنے والے خلفیہ ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب اور حضرت خواجہ نقیب اللہ شاہؒ صاحب دونوں ہیروں کی طرح چمک رکھتے تھے۔ ان دو ہیروں کی چمک اور نوارنی کرنوں سے سارا پاکستان جگمگا اُٹھا۔

حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب جب بھی کراچی آتے تھے تو اپنی پہلی فرصت میں اپنے بھائی حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کی مزاج پرسی کرنے کیلئے ان کے پاس آتے تھے۔ نقیب اللہ شاہ صاحب کو اپنے پیر بھائی حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے والہانہ محبت تھی۔ اس محبت کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت نے انکا استقبال کیا اور بڑی محبت کیساتھ دونوں بزرگ ایک دوسرے کو گلے لگا کر بڑی محبت کے ساتھ چومتے رہے۔ پھر حضرت نے ان کو اپنی جگہ پر گاؤ تکیہ لگا کر بٹھا دیا۔ پھر حضرت ان کی خاطر مدارات میں مصروف ہو گئے۔ راقم بھی اُسوقت وہاں موجود تھا۔ حضرت نقیب اللہ شاہؒ نے کہا بھائی کوئی غزل پڑھنے والا ہو تو ہم کو غزل سنواؤ۔ اعلیٰ حضرت نے ہماری طرف دیکھ کر اشارے سے غزل پڑھنے کیلئے کہا۔ ہم نے

ایک فارسی غزل سنائی پھر اسکے بعد ایک اردو غزل پیش کی۔ حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب غزل سن کر بہت خوش ہوئے اور ہم سے کہنے لگے لڑکے تمہارا نام کیا ہمارے جواب دینے سے پہلے ہمارے اعلیٰ حضرت نے جواب دیا اسکا نام سید نایاب علی شاہؒ علوی ہے۔ یہ سن کر حضرت نقیب اللہ شاہؒ اعلیٰ حضرت کی طرف دیکھ کر کہنے لگے واقعی نایاب نایاب ہے۔ پھر کہنے لگے ادھر آؤ ہم نے ان کی قدم بوسی کی آپ نے محبت کے ساتھ ہمارے سر پر ہاتھ پھیرا۔

حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب بہت جلالی شخصیت کے حامل بزرگ تھے آپ کے مُریدین بہت سنبھل کر اور محتاط ہو کر آپ سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے آپکو اتنی محبت تھی کہ جب آپ ان کے پاس آتے تھے کافی دیر تک اعلیٰ حضرت کی صحبت میں بیٹھے رہتے ایک مرتبہ آپ اعلیٰ حضرت کے پاس تشریف لائے اسی دوران آپکے کچھ مُریدین آپکو لینے آگئے اور ساتھ چلنے پر اصرار کرنے لگے۔ آپ نے ان سے کہا کہ میں کراچی آتا ہوں صرف اپنے بھائی یعقوب علی شاہؒ کی زیارت کیلئے اور تم لوگ بھی ان کی زیارت کیا کرو۔ آپ نے اپنے کچھ خُلفاء حضرات کو حکم دیا کہ میرے بھائی یعقوب علی شاہؒ کی خدمت کیا کرو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔ لہٰذا آپکے چند خُلفاء کافی عرصہ تک اعلیٰ حضرت کی صحبت میں رہے۔ جنہوں نے اعلیٰ حضرت کی اسی طرح سے خدمت کی جیسے وہ اپنے پیر کی کرتے تھے۔

جناب ماسٹر نذیر احمد صاحب نقیبی، جناب صوفی انوار شاہ نقیبی اور جناب یعقوب شاہ نقیبی نے اعلیٰ حضرت کی بہت خدمت کی اور بہت کچھ پایا یعنی پیر نے تو دیا ہی تھا لیکن چچا پیر نے بھی خوب نوازا یعنی ان خلفاء حضرت نے دونوں طرف سے پایا۔

جناب ماسٹر صوفی نذیر احمد نقیبی اور صوفی انور شاہ نقیبی اور صوفی یعقوب شاہ نقیبی یہ لوگ دونوں طرف سے نوازے گئے ہیں اس لئے یہ صوفی حضرات دوآتشہ ہیں جلال و جمال دونوں کے حامل ہیں۔ ماسٹر نذیر احمد نقیبی صاحب پنجاب کے شہر جہلم میں ہیں وہاں انہوں نے بڑا آستانہ بنایا ہے

وراس علاقہ میں خوب تبلیغ کررہے ہیں۔ یہ دراز قد خوبصورت شخصیت کے حامل درویش ہیں ان کی آنکھوں میں بھی کیف ومستی پائی جاتی ہے۔

صوفی یعقوب شاہ نقیبی آزاد کشمیر میں ہیں اور یہ اُس علاقے میں تبلیغ کررہے ہیں۔ اور جناب صوفی انوار شاہ نقیبی جو پر وقار شخصیت کے حامل درویش ہیں اور ہر وقت کیف ومستی میں ڈوبے رہتے ہیں کراچی میں تبلیغ کررہے ہیں اور سپر ہائی وے پر انہوں نے اپنا آستانہِ عالیہ بنایا ہے۔ آپ سلسلہ کی تبلیغ میں شب وروز مصروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان کو سلسلہ عالیہ کے کاموں میں زیادہ سے زیادہ برکت عطا کرے آمین!

حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب نے تقریباً ۱۱۲ سال عمر پائی تھی اور اس طویل عرصہ میں آپ نے پنجاب کے شہر قصور میں رہتے ہوئے بہت خوب تبلیغ کی لاکھوں کی تعداد میں آپکے مُریدین دنیا کے مختلف شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ آپ نے دو ہزار کے لگ بھگ مُریدوں کی خلافت سے نوازا۔ آپ نے سلسلہ عالیہ حسنی جہانگیری کو خوب وسعت سے دی۔ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کی طرح آپ نے بھی خوب فقیری کی، بقول حضرت خوشحال میاں خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب کے یہ وہ ہیرے ہیں کہ جسکی چمک ہندوستان و پاکستان دونوں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ان ہیروں سے پیدا ہونے والے موتیوں کی چمک رہتی دنیا تک قائم ودائم رہے اور سلسلہ عالیہ حسنی جہانگیری ابوالعلائی کے درویشوں کی نورانیت سے لوگ فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین!

مقامِ صابریت

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب مقام صابریت پر فائز تھے۔اس حقیقت کا انکشاف اس طرح ہوا کہ ایک مرتبہ ۱۹۶۹ء میں اعلیٰ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے مزار اقدس پاکپتن تشریف لائے راقم بھی آپکے ساتھ تھا۔حضرت دیوان قطب الدینؒ سجادہ نشین درگاہ عالیہ پاکپتن نے اعلیٰ حضرت کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا۔

اور خوب مہمان نوازی کی اسکے بعد بابا صاحبؒ کے مزار شریف پر چادر چڑھائی گی۔

فاتحہ شریف سے فارغ ہوکر حضرت دیوان صاحب نے اپنے خادم خاص کو حکم دیا کے کہ حضرت یعقوب علی شاہؒ صاحب کو اپنے ساتھ لیے جاؤ اور حضرت علاؤالدین صابرؒ کی چلّہ گاہ کا تالہ کھول کر انکو وہاں کی زیارت کراؤ۔حضرت علاؤالدین صابرؒ کا چلّہ خانہ ایک تحہ خانے میں واقع تھا جب دروازہ کُھل گیا تو حضرت نے ہم کو اشارہ کیا ہم بھی حضرت کے ساتھ تہہ خانہ کی سیڑھیوں کے ذریعہ چلّہ خانہ میں اتر گئے۔

چلّہ خانہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو بادشاہی زمانے کی چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ اینٹیں کافی سال خردہ تھیں اور شکست و ریخت کا شکار تھیں اسکے باوجود یہ کمرہ اپنی پوری آب و تاب کیساتھ قائم تھا۔

کیونکہ سات سو سال کا عرصہ گذر چکا تھا لیکن جو تعمیراتی مسالہ اس میں استعمال ہوا تھا وہ کافی پائیدار تھا۔جسکی وجہ سے اینٹیں اپنی جگہ پر قائم تھیں۔چلّہ گاہ میں ایک طرف حضرت علاؤالدین صابرؒ چشتی کی وہ جانماز بچھی ہوئی تھی جس پر آپ نماز اور ذکر واذکار کرتے تھے۔ایک طرف آپکا وضو کرنے کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔آپ کی تسبیح اور مٹی کا پیالہ جانماز کیساتھ رکھا تھا۔ایسا لگتا تھا کوئی ابھی ابھی نماز پڑھکر یہاں سے گیا ہو۔

اعلیٰ حضرت جانماز پر جا کر بیٹھ گئے اور دو رکعت نفل نماز پڑھ کر مراقبہ میں چلے گئے۔ ہم اعلیٰ حضرت کے پیچھے بیٹھ گئے کافی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت نے آنکھیں کھولیں اور ہمیں چلنے کا اشارہ کیا۔ یہ وہ جگہ تھی کہ جہاں پر بیٹھنا تو درکنار دیکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے حضرت دیوان صاحب کو اوپر سے کوئی حکم صادر ہوا ہو جسکی وجہ سے اعلیٰ حضرت کے لئے یہ چلہ گاہ خصوصی طور کھلوائی گئی تھی۔

اعلیٰ حضرت جب جانماز سے اُٹھ کر کھڑے ہوئے تو انکا چہرہ بہت زیادہ پر جلال نظر آ رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ حضرت صابر چشتی کا جلال اعلیٰ حضرت میں منتقل ہو گیا ہو۔ یہ حقیقت ہے کہ صبر و رضا میں اعلیٰ حضرت جناب حضرت علاؤالدین صابر چشتی کی تصویر نظر آتے تھے جو مجاہدات حضرت علاؤالدین صابر چشتی نے کیے ان سب مجاہدات کی پیروی اعلیٰ حضرت نے کی اور شاید یہی وجہ ہے کہ آپ ان دونوں حضرات سے بڑی نسبت رکھتے ہیں۔ جسکا پہلا ثبوت آپکا ۱۲۰ دن کا وہ چلہ ہے جو آپ نے جناب حضرت علاؤالدین صابر چشتی کے مزار پر کلیئر شریف میں کیا تھا۔

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب نے کچھ چلے لوگوں کی نظروں سے دور رہ کر کئے جنکی تفصیل حاصل نہ ہو سکی ان چلوں میں ایک ایسا چلہ بھی آپ نے کیا تھا کہ جسکو چلہ معکوس کہتے ہیں یہ آپ نے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر کی پیروی میں کیا تھا لیکن اسکے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملی ورنہ کتاب میں ضرور تحریر کرتے۔

آپکے صبر و رضا کا ایک واقعہ ہم نے اپنی تصنیف شدہ کتاب حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ میں تحریر کیا تھا جو ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی تھی۔ چونکہ صبر و رضا اور صابریت کے بارے میں تحریر کیا جا رہا ہے اس لئے دوبارہ اس واقعہ کو زیر نظر کتاب میں "شان یعقوبی" میں تحریر کر رہے ہیں۔ اس واقعہ کی روایت جناب منے میاں نے کی ہے۔

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب کی ذات بابرکات میں اللہ تعالیٰ نے وہ تمام

خوبیاں یکجا کی تھیں کہ جو خاصانِ خدا کا طُرہ امتیاز ہوتی ہیں۔ صبر و رضا، ایثار آپ کی شخصیت کا نمایاں پہلو تھا۔ صبر و رضا میں آپ کی استقامت اہل سلوک کے لیئے ایک ایسی انمٹ مثال ہے کہ جس کی تقلید سے عاشقان رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں۔

سکھر اور روہڑی کے بعض لوگ اسے بھی ہیں کہ جو آج بھی ایک ایسے درویش کو یاد کرتے ہے کہ جو کافی عرصہ تک سکھر اور روہڑی کی گرم اور خشک چٹانوں اور سڑکوں پر ننگے پاؤں چلتا پھرتا رہا۔ اور اسکے باوجود کہ گرمیوں کی سخت چلچلاتی دھوپ میں چلتے چلتے اسکے پاؤں میں چھالے بھی پڑ گئے مگر پھر بھی اس نے جوتے نہیں پہنے اور صبر و شکر کے ساتھ عبادت و ریاضت اور اکل حلال کے حصول میں مصروف رہے۔

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ جب حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب روہڑی سکھر میں سکونت پذیر تھے۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جب نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آئے تو دیکھا کہ جوتے غائب ہیں شاید کوئی اُٹھا کر لے گیا تھا۔ آپ جیسے تیسے گھر واپس آئے اور ایک نئی جوتے کی جوڑی جو آپ کے پاس رکھی تھی پہن لی پھر آپ روزمرہ کے کاموں میں مصرف ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد پھر یہی واقعہ دوبارہ رونما ہوا۔ کسی نے آپ کی یہ جوتے کی جوڑی بھی مسجد سے چرالی۔ آپ کیساتھ کچھ مُریدین موجود تھے انہوں نے بہت اصرار کیا کہ حضرت آپ ہمارے جوتے پہن لیں گھر جاکر آپ کو نئے جوتے خرید کر دے دیں گے۔ لیکن حضرت نے جوتا پہنے سے انکار کر دیا۔ اور کہنے لگے کہ ایسا لگتا ہے کہ اب ہمارے اعلیٰ حضرت پیر و مرُشد کی مرضی نہیں ہے کہ اب ہم جوتا پہنیں لہٰذا اب ننگے پاؤں ہی رہنا پڑے گا۔ پھر اسکے بعد آپ نے کافی عرصہ تک جوتا نہیں پہنا اور سخت گرمیوں میں ننگے پاؤں ہی چلتے پھرتے رہے۔

رمضان شریف کا مہینہ آ گیا اور آپ اسی حالت میں روزے بھی رکھتے رہے۔ نماز وتراویح بھی پڑھتے رہے۔ آخر کار عید سے کچھ دن پہلے پھنسوڑی شریف رام پور (انڈیا) سے ایک

آدمی آیا اور اپنے ساتھ کچھ کپڑے اور ایک جوتے کی جوڑی لایا اور حضرت سے کہنے لگا کہ یہ آپ کے پیر و مُرشد حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب نے بھیجے ہیں اور کہا ہے کہ یعقوب میاں سے کہنا کہ اب جوتا پہن لیں۔ آپ نے کپڑوں سے ٹوپی نکالی اور اُس کو آنکھوں سے لگا کر چوما کیونکہ اس میں بوئے یار بسی ہوئی تھی۔ پھر عید کے دن نہانے کے بعد آپ نے وہی کپڑے اور وہی جوتے پہنے جو آپ کے مُرشد نے آپ کے لئے بھیجے تھے۔ مقامِ صابریت بزرگی کا وہ مقام ہے کہ جو حضرت ایوب علیہ السلام اور حضرت علاؤ الدین صابر چشتیؒ جیسے بزرگوں کی پیروی کرنے پر ملتا ہے یہ ولایت کا وہ مقام ہے کہ جہاں بندہ اللہ سے سوال نہیں کرتا بلکہ اللہ اپنے بندہ سے سوال کرتا ہے کہ اے میرے محبوب بندے بتا تجھے کیا چاہیے۔ اور بندہ کہتا ہے کہ اے اللہ مجھے کچھ نہیں چاہیے بس میں تجھکو چاہتا ہوں صرف تجھکو چاہتا ہوں تو ہی میرا مطلوب ہے تو ہی مقصود ہے اور تو ہی میرا معبود ہے۔ اللہ جل شانہٗ ایسے محبوب بندوں کو اپنی رویئت سے سرفراز فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یہ صابر و شاکر محبوب بندے اس دنیا میں ہی جمال کبریا کا نظارہ کرتے رہتے ہیں۔

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کا شمار ایسے ہی صابر بندوں میں ہوتا ہے جو ہر حال میں رضا بہ رضائے الٰہی رہتے ہیں صبر و رضا کا ایک واقعہ تحریر کر رہا ہوں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپکا صبر و رضا میں کیا مقام تھا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب راقم چشتیاں شریف میں ایک شوگر ملز میں بطور کیمسٹ سروس کر رہا تھا۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے ہم نے گذارش کی کہ حضور آپ تمام خلفاء کے پاس گئے ہیں لیکن یہ خاکسار ابھی تک اس سعادت سے محروم ہے۔ اعلیٰ حضرت مسکرائے اور کہا نایاب ہم تمھارے پاس چشتیاں ضرور آئے گے۔ اسکے کچھ ہی دن بعد اعلیٰ حضرت کا پاؤں دیوار گرنے سے زخمی ہوگیا۔ کافی دنوں تک علاج معالجہ ہوتا رہا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔ آخر کار پاؤں کا وہ انگوٹھا جو زخمی تھا کاٹنا پڑا۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت شوگر کے مریض تھے اور انگوٹھے کا زخم اوپر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ہم چشتیاں سے کراچی آئے تو اعلیٰ حضرت کی حالت کو دیکھ کر تشویش ہوئی اور افسوس ہوا کے اب اعلیٰ حضرت چشتیاں کیسے آئینگے۔ انگوٹھا کٹنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے چہرہ پر تکلیف کے کوئی آثار نظر نہیں آئے آپ مسکراتے رہتے تھے۔ اور اسی حالت میں مُریدوں کیساتھ ملتے جلتے رہتے تھے۔ آپ کی عبادت اور معمولات میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس واقعہ کے چند ماہ بعد ملتان سے ہمارے پیر بھائی مُنّے میاں کا فون آیا کہ اعلیٰ حضرت ہمارے پاس ملتان آئے ہوئے ہیں اور آپ کو بہت یاد کر رہے ہیں۔ یہ سن کر ہم کو بہت خوشی ہوئی اور کچھ دیر کے بعد ہم ملتان کیلئے عازم سفر ہوئے۔

جب ملتان پہنچے تو اعلیٰ حضرت ہم کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ قدم بوسی کے بعد ہم سے اعلیٰ حضرت کی خیریت پوچھی آپ نے مسکرا کہ جواب دیا اللہ کا شکر ہے اب پہلے سے بہتر ہوں۔ پھر آپ نے غزل کی فرمائش کی ہم نے آپ کی حکم کی تکمیل کی مُنّے میاں بھی ہمارا ساتھ دیتے رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد دستر خوان بچھا دیا گیا تو سب حاضرین نے کھانا تناول فرمایا۔

دوسرے دن آپ نے ہم سے فرمایا ہاں بھئی نایاب اب ہمکو چشتیاں لے چلو۔ یہ سن کر ہم بہت خوش ہوئے اور تھوڑی دیر بعد اعلیٰ حضرت اور منے میاں ہمارے ساتھ چشتیاں کیلئے روانہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے چشتیاں دو دن قیام کیا۔

دوسرے دن اعلیٰ حضرت کیساتھ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہارویؒ اور بابا تاج الدین سرورؒ کے مزارت پر حاضری دی۔ وہاں بابا تاج سرورؒ کے سجادگان سے ملاقات ہوئی انہوں نے آپکا پرتپاک خیر مقدم کیا اور دعاء کے طالب ہوئے۔ حضرت نے ان کے لئے دعاء کی۔ قبلہ عالم کے مزار پر کچھ چلہ نشین بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ حضرت بابا رحمدل شاہؒ اور حضرت کشمیر باباؒ دونوں حضرات نے جب اعلیٰ حضرت کو دیکھا تو آپ کی قدم بوسی کی اور دونوں نے اپنی خانقاہوں میں خوب خاطر مدارات کی حضرت نے انکے لئے بھی دعاء فرمائی۔

خلفاء کرام

یوں تو اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب نے نوسو کے لگ بھگ مُریدوں کو خلافت سے نوازا تھا لیکن اکثر لوگوں نے سلسلہ کا کوئی خاص کام نہیں کیا۔ جن لوگوں نے سلسلہ کی تبلیغ کی ان میں نامی گرامی شخصیت جناب مُنّے میاںؒ کی ہے۔ ان کے علاوہ

حضرت صوفی محمد رمضان شاہؒ صاحب

حضرت صوفی ڈاکٹر عبدالغفار شاہؒ صاحب

حضرت صوفی محمد یونس شاہؒ صاحب

حضرت صوفی جان محمد خمار شاہؒ صاحب

حضرت صوفی محمد یوسف میاںؒ (بمبئی)

حضرت صوفی محمد یوسفؒ صاحب (گلبرگہ شریف دکن)

حضرت صوفی محمد جمیل خانؒ صاحب (شاہ فیصل کالونی)

حضرت صوفی مولانا بخاریؒ صاحب

حضرت صوفی اشفاق صاحب

حضرت صوفی غلام محی الدین باؒ صاحب

حضرت صوفی ڈاکٹر مقبولؒ صاحب

حضرت صوفی جمیل احمد خانؒ (ملیر والے)

حضرت صوفی ماسٹر ریاض الحسنؒ شاہ

حضرت صوفی رحمت اللہ خان تھوؒ

حضرت قاری یمین الدین صاحب

حضرت ڈاکٹر قمر چاند شاہ صاحب

حضرت صوفی عبدالرزاق شاہؒ صاحب

حضرت صوفی سید منظور علی ہاشمیؒ صاحب

حضرت صوفی بدرالدینؒ صاحب (آگرہ)

حضرت صوفی پاشو میاںؒ (بمبئی)

حضرت صوفی عبدالحی صاحب (پشاور)

حضرت صوفی ممتاز احمد فریدی صاحب

حضرت صوفی افسر علی شاہؒ صاحب

حضرت صوفی لیاقت صاحبؒ (شاہ فیصل کالونی ۵ نمبر)

حضرت صوفی لطیفؒ صاحب

حضرت صوفی نظام الدینؒ صاحب

حضرت صوفی عبدالغنی شاہؒ (ٹنڈو جام)

حضرت سید فیض الحسن شاہؒ صاحب

حضرت قاری شرف الدینؒ صاحب

حضرت صوفی اللہ بچاؤؒ (دادو)

حضرت صوفی بشیر الدینؒ صاحب

حضرت صوفی عزیز الرحمٰنؒ صاحب (سرحد)

حضرت صوفی فقیر گل صاحبؒ (سرحد)

حضرت صوفی حبیب احمدؒ (سکھر)

حضرت صوفی رئیس احمدؒ (میر پور خاص)

حضرت صوفی عبدالمجید صاحبؒ

حضرت صوفی عبدالحکیم صاحبؒ

حضرت صوفی محمد طفیل صاحب

حضرت صوفی عمر دراز صاحبؒ

حضرت صوفی قاسم بھائیؒ

حضرت صوفی بابو صاحبؒ

حضرت صوفی گلّو صاحبؒ (سکھر)

حضرت صوفی محمد عثمانؒ

حضرت صوفی فرید صاحبؒ

حضرت صوفی محمد شفیعؒ

(حضرت صوفی اللہ بچایوؒ (دادو))

حضرت صوفی اخترؒ صاحب

حضرت صوفی عبدالرشیدؒ (میر پور خاص)

حضرت صوفی بابو حسنؒ

حضرت صوفی چراغ احمدؒ

حضرت صوفی بشیر احمد صاحبؒ (گولیمار)

حضرت صوفی امین گلؒ صاحب (سرحد)

حضرت صوفی ابراہیمؒ صاحب

حضرت صوفی اشرفؒ (چراغ ہوٹل)

حضرت صوفی محمد شمیم احمدؒ (میر پور خاص)

حضرت صوفی اسالت خان صاحبؒ

{حضرت صوفی محبوب صاحبؒ}

حضرت صوفی وکیل احمد صاحبؒ

حضرت صوفی نوید صاحبؒ

حضرت صوفی چراغ الدینؒ صاحب

حضرت صوفی رشید صاحبؒ (سکھر)

حضرت صوفی ددا بھائیؒ

حضرت صوفی اخلاص احمدؒ

حضرت صوفی آدم بھائیؒ

حضرت صوفی عبدالحمیدؒ

حضرت صوفی محمد شفیعؒ (نانا)

حضرت صوفی نوابؒ (نواب شاہ)

حضرت صوفی نثارؒ صاحب (میر پور خاص)

حضرت صوفی عبدالحمیدؒ (قلیندر)

حضرت صوفی شکر دینؒ

حضرت صوفی نورؒ (میر پور خاص)	حضرت صوفی نواب خانؒ
حضرت صوفی اخترؒ	حضرت صوفی ستارؒ
حضرت صوفی نور عالم صاحبؒ قریشی	حضرت صوفی نواب قریشیؒ
حضرت صوفی نور محمد صاحب	حضرت صوفی دین محمد صاحبؒ
حضرت صوفی صادق صاحب	حضرت صوفی عبدالوحید صاحبؒ
حضرت صوفی سفیر احمد صاحبؒ	حضرت صوفی چنا بھائیؒ
حضرت صوفی پُنّا بھائیؒ	حضرت صوفی مُنّا بھائیؒ
حضرت صوفی تنویر احمدؒ	حضرت صوفی بنی بھائیؒ
حضرت صوفی عبدالغفار (مٹھائی والے)	حضرت صوفی عمر درازؒ
حضرت صوفی انوار صاحبؒ	حضرت صوفی احمد صاحبؒ
حضرت صوفی سعید غوریؒ	حضرت صوفی اسحاقؒ
حضرت صوفی امیر علی	حضرت صوفی عزیز الرحمٰن (سرحد)
حضرت صوفی مرزا صاحب	حضرت صوفی موئید صاحب

بہت سے حضرات کے نام معلومات نہ ہونے کی وجہ سے لکھے نہیں جا سکے لیکن اسکے معنی یہ نہیں کہ انہوں نے سلسلہ کا کام نہیں کیا ہر خلیفہ نے کچھ نہ کچھ کام کیا ہے۔ لیکن ان تمام خلفاؤں میں حضرت محمد یوسف علی شاہؒ منے میاں نے سلسلہ کا کام بہت عمدگی کیساتھ کیا ہے کہ جسکا جواب نہیں۔ انکے علاوہ جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہ صاحب، جناب محمد رمضان شاہ صاحبؒ، اور جناب عبدالرزاق شاہؒ صاحب نے خصوصاً کراچی میں سلسلہ کا کام عمدگی کیساتھ انجام دیا ہے۔ جناب ممتاز احمد فریدی نے شاہ فیصل کالونی اور کورنگی کے علاقہ میں جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہؒ صاحب نے ملیر کے علاقہ میں خوب تبلیغ کی اور جناب صوفی محمد رمضان شاہؒ صاحب نے کورنگی لانڈھی کے

علاقے میں سلسلہ کی خوب تبلیغ کی ہے۔ جناب سید منظور علی ہاشمیؒ صاحب نے کورنگی کراسنگ کے علاوہ سندھ میں اور، پنجاب کے کچھ علاقوں میں تبلیغ کی ہے۔

اعلیٰ حضرت کے اکثر خلفاء وصال فرما چکے ہیں اور اب چند گنتی کے خلفاء باقی بچے ہیں۔ راقم سید نایاب علی شاہ علوی خاکپائے مُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ ان میں سے ایک ہے جو اپنے مُرشد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دین کی اشاعت اور سلسلہ عالیہ کی تبلیغ کیلئے کوشاں ہے۔اب دیکھتے ہیں کہ موت کب تک اس کام کیلئے مہلت دیتی ہے۔

جنکو پہنایا ہے تاج خواجہء یعقوب نے
سروہی روشن رہیں گے کوچہء محبوب میں

انکی نسبت پا کے کتنے ہوگئے خواجہ ولی
یہ صفت موجود ہے ان کے سب ہی منسوب میں

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے محبت کرنے والے انکے پیر بھائی

حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کی شخصیت ایسی تھی کہ انکے اکثر پیر بھائی آپ سے محبت کرتے تھے۔ آپکے پیر بھائیوں میں جناب حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب، حضرت اجمل میاں، جناب حکیم جمیل عارفی صاحبؒ، حضرت عبدالغفار شاہؒ صاحب (محمود آباد والے) حضرت بابو حسن شاہؒ صاحب (شاہ فیصل کالونی) حضرت راحت اللہ شاہؒ (محمود آباد) حضرت محبوب میاں (شہداد پور) اور آپکے خالو جناب حضرت صوفی عبدالرّب شاہؒ صاحب۔ اور آپ کے ایک پیر بھائی جناب رئیس خان حسنی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ جناب رئیس خان حُسنی بفضل تعالیٰ حیات ہیں اور ان کی اعلیٰ حضرت سے محبت وعقیدت آج بھی تر و تازہ ہے آپکے پیر بھائی آپکے اندر حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کو دیکھتے تھے اور اپنے پیر و مُرشد کی طرح آپکا احترام کرتے تھے۔

حضرت اجمل میاں حسنیؒ

حضرت اجمل میاں حسنی جناب حضرت حکیم جمیل عارفی صاحب کے بڑے صاحبزادے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔آپ ہندوستان میں حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ سے بیعت ہوئے تھے۔لیکن آپکی خلافت واجازت اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے دستِ مبارک سے انجام پذیر ہوئی تھی۔ چونکہ اعلیٰ حضرت اپنے مُرشد خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب سے ہندوستان سے خلافت واجازت لیکر آئے تھے۔شاہد یہی وجہ تھی کی اجمل میاں اعلیٰ حضرت سے دل کی گہرائیوں کیساتھ محبت کرتے تھے۔

جب اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کافی بیمار تھے تو اجمل میاں ان کو اپنے گھر گولیمار لے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے آپ کے علاج معالجہ میں کوئی کسر نہ چھوڑی لیکن قدرت کو کچھ اور منظور تھا چنانچہ ایک سال بعد اعلیٰ حضرت نے پردہ فرمالیا۔

اجمل میاں اعلیٰ حضرت کے عرس میں جب محفل سماع میں شرکت فرماتے تو سماع کے دوران اکثر آپ پر رقت طاری ہو جاتی تھی اور آپ دیر تک وجد کرتے تھے۔اپنے وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ فالج کا شکار ہو گئے تھے لیکن اسکے باوجود آپکا ذوق وشوق اتنا تھا کہ آپ اس حالت میں سماع میں وجد کرتے تھے۔

ملتان میں راقم نے آپکے وجد ذوق سماع اور کیف ومستی کا عجب عالم دیکھا کہ وجد کے دوران مرغ بسمل کیطرح آپ زمین پر لوٹ پوٹ ہوتے رہے۔حالت وارفتگی میں آپ نے اپنی واسکٹ گھڑی اور جو روپے آپ کے پاس تھے وہ سب قوال کو دے دیئے۔

جناب حضرت حکیم جمیل عارفی حسنیؒ کے وصال کے بعد آپ مسندِ سجادگی پر فائز ہوئے

۔اعلیٰ حضرت کے ساتھ آپ کی محبت یہ عالم تھا کہ جب غزل میں اعلیٰ حضرت کا نام آتا تو آپ پر گریہ طاری ہو جاتا تھا۔ جب راقم نے اپنی پہلی تصنیف شدہ کتاب "حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ" آپ کو پیش کی تو آپ نے کتاب کو چوما اور آنکھوں سے لگایا پھر سر پر رکھ کر کافی دیر تک روتے رہے پھر کتاب کو سینے سے لگا کر ایک طرف رکھ دیا۔ آپ کے وصال کے بعد اکرم میاں سجادہ نشین بنے اور وہ بھی جلد ہی وصال فرما گئے۔ آجکل اسلم میاں مسندِ سجادگی پر فائز ہیں۔

قارئین کرام بہت افسوس کیساتھ یہ لکھ رہا ہوں کہ چند روز پہلے جناب اسلم میاں سجادہ نشین اس جہانِ فانی سے پردہ فرما چکے ہیں۔ اب ان کی جگہ جناب محمد علی بیگ عارفی صاحب سجادہ نشین نامزد ہوئے ہیں۔

جناب حضرت رئیس خان حسنی

جناب حضرت رئیس خان حسنی صاحب ۱۹۳۴ء میں ضلع بریلی کے ایک شہر فرید پور (انڈیا) میں پید ہوئے تھے۔ ابتدائی تعلیم آپ نے فرید پور میں حاصل کی ۱۹۵۰ء میں میٹرک کرنے کے بعد آپ پاکستان آگئے اور کراچی یونیورسٹی سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔

آپ ہندوستان میں ۱۹۴۹ء میں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ ۱۹۵۰ء میں آپ پاکستان آگئے تھے لہٰذا مُرشد کی زیارت کے لیئے تڑپتے رہتے تھے۔ اس تشنگی کو دور کرنے کیلیئے آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کی زیارت کرتے تھے۔ اور ان کی ذات میں اپنے مُرشد کو دیکھتے تھے۔ ۲۰۰۸ء میں آپ ہندوستان گئے تھے وہاں بھینوڑی شریف میں کافی دنوں تک قیام رہا۔ اسی دوران وہاں کے سجادہ نشین جناب حضرت لیاقت حسین منے میاں سرکار نے آپکو حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ کی طرف سے خلافت واجازت سے سرفراز کیا۔

جناب رئیس خان حسنی فرماتے ہیں کہ جب ہمارے پیرو مُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب نے پردہ فرمایا تو ہم لوگ کافی رنجیدہ ہوئے لیکن جب ہمارے بھائی صاحب اعلیٰ حضرت یعقوب علی شاہؒ صاحب نے اس دنیا سے پردہ فرمایا تو ہم کو ایسے لگا کہ جیسے آج ہمارے پیرو مُرشد نے وصال کیا ہے۔ آپ ہر سال اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے عُرس میں شرکت کرتے ہیں۔

ملتان شریف میں منے میاں کے یہاں اعلیٰ حضرت کے عُرس میں پابندی کے ساتھ جایا کرتے ہیں۔ محفلِ سماع میں آپ کو بہت گریہ ہوتا ہے۔ جب آپ اعلیٰ حضرت کے مزار پر عُرس کے دوران مندرجہ ذیل بیعت سنتے ہیں تو آپکی عجیب کیفیت ہوجاتی ہے آپ پر رقت طاری

ہو جاتی ہے اور دل میں تڑپ اور بیقراری اتنی بڑھ جاتی ہے کہ جب تک اعلیٰ حضرت کے قدموں میں نہ ڈالا جائے اسوقت تک مُرغِ بسمل کیطرح تڑپتے رہتے ہیں۔ بیت یہ ہے۔

جانم فدائے پایت اے جانِ زندگانی
قربان یک نگاہ صد عمرِ جاودانی

آپکے آنسو ساون بھادوں کی بارش کے مانند جاری ہو جاتے ہیں جو اعلیٰ حضرت کے مزار کی چادر بھگو دیتے ہیں۔ درج ذیل شعر آپ کے آنسوں کی ترجمانی کرتا ہے۔

اشکِ غم لے کے آخر کہاں جائیں ہم آنسوں کی یہاں کوئی قیمت نہیں
آپ ہی اپنا دامن بڑھا دیجئے ورنہ موتی زمین پر بکھر جائیگے

جناب رئیس خان حسنی صاحب کو اپنے پیرو مُرشد سے والہانہ محبت ہے۔ آپ ملتان شریف میں جناب منے میاں کے یہاں ہر سال اپنے پیرو مُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب کی فاتحہ شریف کراتے ہیں۔ جس میں لنگر اور محفل ساع کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

جناب رئیس خان حسنی صاحب مُنّے میاں سے بھی بہت محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ افسوس صد افسوس کہ جناب منے میاں نے حال ہی میں گذشتہ محرام الحرام ۲۰۰۹ء میں اس جہان فانی سے پردہ فرمایا ہے۔ لیکن جناب رئیس خان حسنی کی موصوف سے محبت کا یہ عالم ہے کہ وہ اب بھی ملتان کے چکر لگاتے رہتے ہیں۔ آپ جب بھی اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے مزار پر حاضری دینے کے لئے آتے ہیں تو کچھ نہ کچھ آنسوں کا تحفہ دے کر جاتے ہیں چشم پرنم سے نکلنے والے آنسوں کی قدرو قیمت کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا اسکی قدرو قیمت تو کوئی عاشق ہی بتا سکتا ہے۔

حضرت بابو حسن حسنیؒ

حضرت بابو حسن حسنیؒ ایک متقی درویش تھے آپ اعلیٰ حضرت کے پیر بھائی اور حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب کے خلیفہ تھے ان کی خلافت و اجازت اعلیٰ حضرت کے دستِ مبارک سے انجام پائی تھی۔ جب اعلیٰ حضرت ۱۹۵۰ء میں ہندوستان گئے تو انکے پیر و مُرشد اعلیٰ حضرت صوفی خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب نے کچھ خلافت نامہ اور کچھ ٹوپیاں اعلیٰ حضرت کے سپرد کر دی تھیں اور یہ کہا تھا کہ یعقوب میاں پاکستان میں ہمارے مریدوں میں آپ جس کو خلافت کے قابل سمجھیں اسکو ہماری طرف سے اپنے ہاتھوں سے یہ تاج پہنا کر خلافت کا اعلان کر دیں چنانچہ اعلیٰ حضرت نے اپنے کئی پیر بھائیوں کو مُرشد کریم کی طرف سے خلافت و اجازت عطا کی۔

حضرت بابو حسن حسنیؒ اعلیٰ حضرت سے بہت محبت کرتے تھے جب اعلیٰ حضرت کبھی بیمار ہو جاتے تھے تو آپ بہت روتے تھے اور جب اعلیٰ حضرت ٹھیک ہو جاتے تو پھر بہت خوش ہوتے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت کو دیکھ دیکھ کر واری جاتے تھے۔ آپ انتہائی خودار شخصیت کے حامل تھے۔ غربت اور افلاس کے باوجود کسی کے آگے دستِ تماں دراز نہیں کرتے تھے۔ اکلِ حلال کی خاطر آپ ایک ٹھیلہ پر سبزی اور پھل فروٹ بیچا کرتے تھے۔ آپ کے بیٹے جناب رئیس احمد اعلیٰ حضرت کے مُریداور خلفیہ تھے۔ آپ شاہ فیصل کالونی میں رہتے تھے۔

غربت کے باوجو آپ حلقہ ذکر و فاتحہ پابندی کیساتھ کرایا کرتے تھے۔ کبھی کبھار محفل سماع کا انعقاد اپنے لڑکے کے گھر میں کیا کرتے تھے۔ جس میں اعلیٰ حضرت شرکت کرتے تھے۔ آپکے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک یہ روحانی محفلیں منعقد ہوتی رہیں۔ لیکن آپکے بیٹے رئیس احمد کے وصال کے بعد سلسلہ کا کام بالکل بند ہوگیا۔

حضرت صوفی راحت اللہ خان صاحب حسنیؒ

حضرت صوفی راحت اللہ خان صاحب حسنیؒ یوپی کے شہر بدایوں میں پیدا ہوتے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت غوث زماں خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب سے بیعت تھے۔ ۱۹۴۵ء میں آپ کے مُرشد کریم نے آپکو خلافت واجازت سے سرفراز کیا تھا۔ تقسیم ہند کے کافی عرصہ بعد آپ پاکستان تشریف لے آئے اور یہاں کراچی شہر کے علاقہ محمود آباد میں سکونت اختیار کرلی۔ یہاں انکے ایک اور پیر بھائی جناب عبدالغفار شاہؒ صاحب بھی رہتے تھے۔ ایک زمانے میں یہاں بہت محفلیں ہوا کرتی تھیں۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے آپکو قلبی لگاؤ تھا۔ لہٰذا اس محبت کے پیش نظر آپ نے اپنے خاندان کے کچھ لوگوں کو اعلیٰ حضرت سے بیعت کروایا تھا۔ آپکے وصال کا واقعہ عجب نوعیت کا حامل ہے۔ محمود آباد میں محفل سماع ہو رہی تھی جس میں اعلیٰ حضرت طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ سلسلہ عالیہ کے بہت سے افراد محفل میں موجود تھے۔ نھو قوال نے ایک غزل پڑھی جسکے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

چشمِ مستِ عجبے زلف درازے عجبے
مئے پرستے عجبے فتنہ ترازے عجبے

بہر قتلم چو کشد تیغِ نہم سر بہ سجود
او بہ نازے عجبے من بہ نیازِ عجبے

مندرجہ بالا شعر پر آپکو وجد آیا پھر آپکی وجدانی کیفیت اتنی بڑھی کہ حالت سکرات میں بدل گئی اور پھر اسی حالت میں آپ نے جانِ آفریں خدا کے سپرد کردی اور وصال فرمایا۔ آپکے بعد آپکے بیٹے جناب فرحت اللہ خان آپکے جانشین بنے۔

حضرت صوفی عبدالغفار شاہ حسنیؒ

حضرت صوفی عبدالغفار شاہ حسنیؒ صاحب اعلیٰ حضرت صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب سلطان الاولیاء کے ایک خلیفہ تھے اور غالبًا آپ بھی بدایوں کے رہنے والے تھے۔ آپ نے محمود آباد کراچی میں مستقل سکونت اختیار کی اور وہیں آپ نے اپنا آستانہ بنایا تھا۔ اس علاقہ میں آپ نے تبلیغ کی۔

آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے بہت محبت کرتے تھے۔ انکو دیکھ کر آپ کے چہرے پر بہار آجاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کی تمام محفلوں میں آپ شرکت فرماتے تھے۔ اعلیٰ حضرت بھی آپ سے اور آپ کے بچوں سے محبت اور شفقت رکھتے تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت کی اکثر محفلوں میں نظر آتے تھے۔

حضرت صوفی محبوب میاں حسنیؒ

آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے پیر بھائی اور اعلیٰ حضرت سلطان الاولیاء خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب کے خلیفہ تھے۔ تقسیمِ ہند کے بعد آپ سندھ کے شہر شہداد پور میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوگئے تھے۔

یہاں رہ کر آپ نے خوب تبلیغ کی۔ آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے بہت محبت کرتے تھے۔ انکی ذات میں اپنے پیر کو دیکھتے تھے۔ آپکے وصال کے بعد آپکو شہداد پور میں سپردخاک کیا گیا جہاں ہر سال آپکا عرس مبارک نہایت عقیدت واحترام کیساتھ منایا جاتا ہے۔ آپکے بعد آپکے صاحبزادے جناب صوفی احمد میاں سجادگی پر فائز ہوئے۔

حضرت حکیم محمد جمیل عارفی رح حسنی

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے محبت کرنے والوں میں ایک نام جناب حکیم جمیل عارفی صاحب کا ہے۔ آپ ضلع متھرا صوبہ یوپی (ہندوستان) میں ۱۹۰۲ء میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ حضرت سلطان اولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد حسن شاہؒ صاحب سے ۱۹۴۶ء میں مُرید ہوئے تھے۔ ۱۹۴۷ء میں آپکو اعلیٰ حضر سلطان الاولیاء نے خلافت واجازت عطا کی تھی۔ خلافت پر فائز ہونے کے پانچ برس بعد یعنی ۱۹۵۲ء آپ کراچی تشریف لے آئے یہاں طب کے ذریعہ مخلوق خدا کی خدمت میں مشغول ہوگئے ساتھ ساتھ سلسلہ عالیہ کی تبلیغ بھی جاری رکھی۔ کافی عرصہ تک کراچی شہر کے قلب یعنی صدر کے علاقہ میں آپکا آستانہِ عالیہ بندگان خدا اور طالبانِ حق کی رشد وہدایت کا مرکز بنا رہا۔

آپکے ارادت مندوں میں ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر اور وکلاء بھی شامل ہیں۔ آپ صدر کراچی میں کافی عرصہ رشد وہدایت دیتے رہے، ۲۹ جمادی الاول ۱۳۹۸ھ بروز پیر مطابق ۸ مئی ۱۹۷۸ء کو ۵ بجے شام آپکی روح قدس خالقِ حقیقی سے جاملی۔

آپکے وصال کے بعد آپکے بڑے صاحبزادے جناب حضرت حکیم محمد اجمل حسنی عارفی مسند سجادگی پر فائز ہوئے۔ اجمل میاںؒ کچھ عرصہ اس جہاں فانی میں رہنے کے بعد وصال کر گئے انکے بعد انکے چھوٹے بھائی جناب محمد اکرام عارفی سجادہ نشین بنے لیکن وہ جلد ہی وصال کر گئے۔

آجکل انکی جگہ آپکے چھوٹے بھائی جناب صوفی محمد اسلم عارفی سجادہ نشین ہیں۔ تمام تقاریب اور عرس کا انتظام ان کے زیرنگرانی انجام پاتے ہیں۔ اللہ سے دعاء کے کہ ان کو سلسلہ عالیہ کے کاموں کی انجام دہی میں زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ انکو صحت کے ساتھ قائم رکھے۔ آمین جناب منظور احمد خان نیازی حکیم صاحب کے سرکاری قوال تھے بہت اچھا کلام پڑھتے تھے۔ فارسی۔ اردو، اور پوربی کلام پر عبور رکھتے تھے۔ جناب اسلم میاں صال ہی میں پردہ فرما چکے ہیں اب انکی جگہ جناب محمد علی بیگ عارفی صاحب سجادہ نشین نامزد ہوئے ہیں۔

حضرت صوفی عبدالرّب شاہ صاحب حسنیؒ

آپ شہر فرید پور ضلع بریلی کے رہنے والے تھے۔ جب حضرت سلطان الاولیاء ۱۹۲۵ء میں مستقل طور پر فرید پور منتقل ہو گئے۔ تو وہاں آپکی بزرگی کی شہرت ہوگئی دور دور سے لوگ آکر جوق در جوق بیعت ہونے لگے۔ اس کے کچھ سالوں بعد آپ حضرت سلطان الاولیاء کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے بعد میں ۱۷ ربیع اوّل ۱۳۶۳ھ کو حضرت سلطان الاولیاء نے آپکو خلافت واجازت کی دولت سروری سے سرفراز فرمایا۔ آپ اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہ صاحبؒ کے خالو تھے اعلیٰ حضرت آپ سے کافی سال پہلے سلطان الاولیاء کے دامنِ پرنور سے وابستہ ہو گئے تھے۔

تقسیم ہند کے بعد آپ نے پاکستان ہجرت کی اور کراچی شہر میں لالوکھیت میں سکونت پذیر ہو گئے۔ آپ اعلیٰ حضرت کی تمام محفلوں میں شرکت فرماتے تھے۔ آپ کو اعلیٰ حضرت سے بے حد محبت تھی اعلیٰ حضرت بھی اپنے خالو کا بہت ادب واحترام کرتے تھے۔

مفتاح السماع

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے خلفاء حضرات میں جناب صوفی محمد یونس شاہؒ صاحب کی ذات والاشان کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ سلسلہ عالیہ میں محفلِ سماع کی تمام تر ذمہ داریاں ان کے سپرد کر دی گئی تھی۔ آپ ۱۹۶۰ء میں مُرید ہوئے تھے اور ۱۹۶۱ء میں خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

سماع کے دوران آپ کا جذب وشوق، کیف ومستی اور وارفتگی، حال وقال بے مثال تھا۔ عالم وارفتگی میں مور کی کیطرح رقص کرنا آپکے وجد کی نمایاں خصوصیت تھی آپ اپنے مُرشد کے سچے عاشق تھے۔ آتشِ شوق ہر وقت سینے میں بھڑکتی رہتی تھی جسکی وجہ سے آپ کی آنکھوں سے ہر وقت کیف ومستی چھلکتی رہتی تھی۔

اردو فارسی اور ھندی کلام پر کافی عبور تھا۔ لہٰذا اگر کوئی قوال غلط پڑھتا تو آپ اسکی اصلاح کردیا کرتے تھے۔ آپ چونکہ اعلیٰ حضرت سے کافی محبت رکھتے تھے اس لئے آپکو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے آخری وقت میں آپ کو ان کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا اور آپ کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت نے اس جہاں فانی سے پردہ فرمایا۔ جناب محمد یونس شاہؒ صاحب مندرجہ ذیل غزل کے اشعار پر خوب وجد کرتے تھے۔

چمنے کے تا قیامت گل او بہار بادا
صنمے کہ ہر جمالش دو جہاں نثار بادا

زِنگاہِ میر خوباں بہ شکاری خرامد
کہ بہ تیرِ غمزۂ اُو دلِ ماشکار بادا

بدو چشم ازدو چشمش چه پیا مهاست ہردم
که دوچشم از پیا مش خوش و پر خمار بادا

جناب صوفی محمد یونس شاہؒ کے وصال کے بعد جناب محمد عارف صاحب اپنے والد صاحب کے سجادہ نشین بنے لیکن انہوں نے سلسلہ کے کاموں میں کوئی دلچسپی ظاہر نہیں کی۔ اللہ سے دعاء ہے کہ ان کو اپنی ذمہ داری حسن وخوبی کے کیساتھ انجام دینے کی توفیق عطاء کرے۔ جناب صوفی یونس شاہ صاحب کے ایک خلیفہ جناب صوفی سعید احمد صاحب سلسلہ کا کام کرر ہے ہیں اور نیو کراچی میں آپ نے اپنا آستانہ بنایا ہے۔ سرجانی ٹاؤن اور نارتھ کراچی میں آپ نے کافی لوگوں کوسلسلہ میں داخل کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد یوسف علی شاہ المعروف مُنّے میاں

جناب عالی مرتبت خواجہ محمد یوسف علی شاہ مُنّے میاںؒ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے ایک جلیل القدر صاحب اجازت خلیفہ تھے۔ جنکو اعلیٰ حضرت نے لڑکپن سے اپنے گوشۂ عاطفت میں لے لیا تھا۔ مُنّے میاں کو یہ عرفیت اعلیٰ حضرت نے عطا کی تھی۔ آپ کے نام سے زیادہ عرفیت کو زیادہ فوقیت ملی چنانچہ آپ منے میاں کے نام سے مشہور ہوئے۔ جب آپ ملتان تشریف لے آئے تو اہل ملتان اور آپ کے ارادت مندوں نے آپکو منے میاں سرکار کہنا شروع کردیا۔

آپ انڈیا کے مشہور شہر آگرہ میں پیدا ہوئے تھے۔ آگرہ شہر اپنے اندر ایک ایسی لازوال محبت کی نشانی رکھتا ہے جو مشہورِ عالم ہے۔ اسے تاج محل کہتے ہیں۔ اور یہی وہ شہر ہے کہ جہاں ابوالعلائی سلسلے کے سرتاج حضرت سیدنا ابوالعلیٰ ءسرکارؒ کا مرقد مبارک ہے جسکی ضیاء پاشیوں سے سارا برصغیر جلوہ فگن ہے۔ کیا عجب ہے کہ منے میاں نے بھی اسی شہر محبت میں آنکھ کھولی اور پھر بڑے ہوکر آپ سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری سے وابستہ ہوئے۔

راقم سے جناب منے میاں اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے تھے۔ کہ ہمارے والدین بہت غریب تھے جنکی گزروقات بہت مشکل سے ہوتی تھی۔ آپ بتاتے تھے کہ بچپن میں ہم بہت خوبصورت تھے۔ ایک ہندو بنیاء اور اسکی بیوی جسکے کوئی اولاد نہیں تھی ہمکو بڑی محبت سے دیکھتے رہتے تھے۔ یہ لوگ ہمارے گھر کے قریب رہتے تھے۔ ہندو بنیا ہمارے والد صاحب کا دوست تھا۔ ایک دن انہوں نے ہمارے والدین سے یہ خواہش کی کہ اس بچہ کو آپ ہمیں دے دیں ہم خود اس کی پرورش کرینگے۔ ہندو بنیا چونکہ آپکے والد کا دوست تھا لہٰذا آپ کے والدین نے انکی

چاہت اور بچہ سے محبت کو دیکھتے ہوئے منے میاں کو ان کے پاس رہنے کی اجازت دے دی۔

کئی سال تک منے میاں کی پرورش ان ہندو میاں بیوی نے کی آپ سے وہ دونوں بہت لاڈ و پیار کرتے تھے۔ اور اپنے ساتھ مندر بھی لے جاتے تھے۔ آپ نے اُن کے ساتھ رہتے ہوئے بہت سی پوجا کے طریقہ سیکھ لئے یہاں تک کہ پوجا کے اشلوک زبانی آپکو یاد تھے۔

تقسیم ہند کے کافی عرصہ بعد جب آپکے والدین کراچی آئے تو وہ آپکو بھی اپنے ساتھ لے آئے۔ یہاں بکرا پیڑی میں آکر قیام کیا۔ چونکہ انکے بہت سے عزیز و اقارب ان سے پہلے پاکستان آگئے تھے جو بکرا پیڑھی میں رہتے تھے۔ بکرا پیڑھی کے علاقہ میں اسوقت اعلیٰ حضرت کی دھوم مچی ہوئی تھی چنانچہ آپکے والدین بھی منے میاں کو ساتھ لیکر اعلیٰ حضرت کی زیارت کرنے آئے۔ اعلیٰ حضرت نے انکے بارے میں پوچھا انہوں نے ان کا نام بتایا اور آگرہ کی گذشتہ روداد اعلیٰ حضرت کے گوش گذار کردی۔ اعلیٰ حضرت ان کے والدین سے کہنے لگے کہ اب آپ لوگ اس لڑکے کو ہمیں دے دیں۔ اب ہم اسکی پرورش کریں گے چنانچہ آپ اعلیٰ حضرت کے پاس رہنے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے آپ کو تختی لکھنے سے لیکر قرآن شریف اور علم شریعت و طریقت کی تعلیمات خود دیں۔ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں رہتے ہوئے آپ نے فقر و درویش کے رموز سے آگاہی حاصل کی۔

نوجوانی میں ہی آپکو اعلیٰ حضرت نے خلافت و اجازت عطا کی اور ملتان شریف روانہ کردیا۔

بقول آپ کے ہم غلطی سے سمہ سٹہ اتر گئے یہاں ہم کو کوئی بھی نہیں جانتا تھا۔ حضرت نے روانہ کرتے وقت کچھ روپے دیئے تھے اور کہا تھا کہ وہاں تم کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا چنانچہ آپ سمہ سٹہ آئے تو یہاں ایک چھوٹی سی مسجد جو کھیتوں کے برابر کچی اینٹوں سے بنی ہوئی تھی اس میں آپ نے قیام فرمایا۔ آپ نے اس مسجد میں اپنا پہلا چلّہ مکمل کیا ایک میاں بیوی اس مسجد کے برابر

میں رہتے تھے۔ مٹی کے برتن میں پانی وغیرہ رکھ جایا کرتے تھے۔ آپ نے چلّہ کے دوران کچھ نہیں کھایا سوائے کشمش کے چند دانوں کے چلّہ کی تکمیل کے بعد دونوں میاں بیوی آپ کے مُرید ہوگئے یہ دونوں آپکا بہت خیال رکھتے تھے لہٰذا آپ کو کسی سے سوال نہ کرنا پڑا۔

سمہ سٹہ کے بعد آپ ملتان شریف تشریف لائے یہاں قلعہ ملتان میں شاہ رکنِ عالمؒ میں آپ نے ایک چلّہ کیا۔ ایک چلّہ آپ نے دِلّی دروازہ ملتان میں نکالا۔ یہاں ایک چھوٹے سے کمرے میں آپ کی رہائش تھی یہیں آپ نے چلّہ کیا آپکے ایک مُرید نے راقم کو فون کیا اور کہا کہ ہمارے حضرت کی خواہش ہے کہ چلّہ کی تکمیل کے وقت ہمارے نایاب بھائی ہمارے پاس ہوں۔ چنانچہ راقم نے چشتیاں شریف سے ملتان جاکر آپکو چلّہ سے باہر نکالا پھر ایک مختصر سی محفل سماع ترتیب دی گئی۔ ۲ دن راقم آپ کے پاس رہا۔

پنجاب کے شہروں میں آپ نے تبلیغ کی اور آپ کی شبِ روز محنت اور ذکر واذکار کی محفلوں کی بدولت سلسلہ عالیہ کو پنجاب کے علاوہ سندھ کے بعض شہروں میں کافی فروغ حاصل ہوا خصوصاً ملتان کے علاقہ میں آپ کی ذات گرامی یہاں کے لوگوں کیلئے باعثِ خیرو برکت ہوئی۔ آپ سے یہاں کے لوگوں کو بہت فیض حاصل ہوا۔

شہر ملتان مدینۃ الاُولیاء ہے اور اس شہر میں تمام سلسلہ عالیہ کے درویش بکثرت موجودہ ہیں لیکن آپ کا قیام ملتان میں اسطرح سے تھا کہ جیسے دودھ سے لبریز پیالہ پر کوئی گلاب کا پھول رکھ دے تو پیالے کا دودھ چھلکتا نہیں۔ اسی طرح منے میاں شہر ملتان میں رہے۔ اس شہر کے لوگوں کو آپ سے بہت محبت وعقیدت ہے۔ اور اس بات میں کوئی مبالغہ نہیں کہ یہاں کے تمام درویش اور صوفی حضرات بھی آپ کے اعلیٰ اخلاق کے معترف ہیں۔ اور یہ لوگ بھی آپ سے محبت کرتے ہیں۔ مولانا حامد علی خانؒ اور علاّمہ احمد سعید کاظمی صاحب جیسے جیدّ علماء کرام بھی آپ سے شفقت رکھتے

تھے۔آپ نے کسی اسکول یامدرسہ یا کسی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل نہیں کی لیکن اسکے باوجود آپ علم الکلام پر کافی عبور رکھتے تھے۔

آپ انتہائی رقیق القلب اور نرم دل کے حامل درویش تھے۔کسی انسان یا کسی جانور کا خون نکلتے دیکھ کر آپ کو چکر آنے لگتا تھا لہٰذا گائے اور بکرے تو بہت دور کی بات ہے آپ نے کسی چڑیا کو بھی نہیں مارا ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپکے شیعہ معتقدین نے آپ سے اصرار کیا کہ حضور آپ اپنے مُرشد کا عرس ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ محرم کو کراتے ہیں تو اگر عرُس کے پہلے دن محرّم کی مُناسبت سے ذکر شہدائے کربلا ہو جائے تو کتنا اچھا ہوگا۔آپ نے فرمایا کہ یہ بڑی سعادت کی بات ہے لیکن ہمارا دل بہت کمزور ہے۔جب ان لوگوں نے آپ سے مزید اصرار کیا تو آپ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ ۱۱ محرم کو ذکر شہدائے کربلا ہوا اور ایک مولانا صاحب نے اتنے غمزدہ انداز میں یہ ذکر کیا کہ جناب منے میاں ذکرِ کربلا سن کر بے ہوش ہو گئے، شیعہ حضرات کو بہت افسوس ہوا کہ ناحق ہم لوگوں نے ضد کی حضرت کی طبیعت اس ذکر کی متحمل نہیں ہوسکتی۔اسکے بعد پھر کبھی کسی مولوی نے یہ ذکر نہیں کیا۔صرف وعظ اور نعتیں پڑھی جاتی ہیں۔

مُنّے میاں اپنے پیر بھائیوں اور چچا پیروں کا بہت احترام کرتے تھے۔راقم سے آپ کو محبت وشفقت تھی۔لہٰذا ہر سال آپ راقم کے پاس چشتیاں شریف تشریف لاتے تھے۔راقم بھی اکثر آپ کے پاس جایا کرتا تھا۔اپنے پہلے آستانہ دِلّی دروازہ میں چلّہ کرنے کے بعد آپ نے سماع کی محفلیں منعقد کرنا شروع کردیں جب آپ بستی بابا صضرا چوک وحدت کالونی منتقل ہوئے تو وہاں آستانہ کے بالکل سامنے ایک بڑے میدان میں حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کا عرُس کرتے رہے پھر اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کے وصال کے بعد آپ ان کا عرُس مبارک پابندی کیساتھ کراتے رہے۔جب آپ مستقل طور پر چوک محلّہ قیصر آباد

آستانۂ عالیہ میں منتقل ہوئے تو وہاں بھی تا حال عرُس کراتے رہے اور اسی سال محرّم الحرام میں اعلیٰ حضرت کا عرُس کرانے کے چند روز بعد آپ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمالیا۔

اِناّ للہ وَاِناّ اِلیہِ راجِعُون۔

آپکے وصال کے بعد آستانۂ عالیہ کی ذمہ داریاں آپکے داماد جناب صوفی محمد ایوب علی شاہ یوسفی نے سنبھال لی ہیں۔ گو کہ آپ نے اپنی حیاتِ ظاہری میں کسی کو اپنا سجادہ نشین نامزد نہیں کیا لیکن اسکے باوجود آپ نے اپنے داماد کو خلیفہ خاص بنا کر بغیر کسی اعلان کے اپنے مُریدوں اور چاہنے والوں کو ایک اشارہ دے دیا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاء گو ہیں کہ ایوب میاں آپکی مسند پر بیٹھتے ہوئے اس کے تقاضے حُسن خوبی کیساتھ پورے کریں اور آپ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنے تمام پیر بھائیوں اور سلسلہ سے وابستہ تمام افراد کو اپنے ساتھ لے کر چلیں اور منے میاں کیطرح روٹھے ہوئے لوگوں کو اپنی اعلیٰ ظرفی اور صلۂ رحمی کے ساتھ اپنے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔

ہماری دلی دعا ہے کہ ہمارے پیرومُرشد کا ملتان میں نام بلند کرنے والے جناب منے میاںؒ کا آستانہ تا قیامت آباد رہے اور یہاں فقر و درویشی کی شان وشوکت اِسی طرح سے قائم رہے جیسے جناب منے میاں نے قائم رکھی تھی۔ آمین !

درج ذیل شعر منے میاں کے ارادت مندوں اور اہل ملتان کی ترجمانی کرتا ہے۔

یارب صدا آباد رہے میرے ساقی کا میخانہ
رندوں کی یاں پہ خوب بن آئی بھر کے ملے پیمانہ

جمیل الاولیاء حضرت صوفی محمد جمیل خان صاحب

مُرشد کی تعظیم میں دست بستہ نظریں جھکا کرانتہائی لجاجت سے بات کرنے والے صوفی محمد جمیل خان صاحب اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے ایک جلیل القدر صاحب اجازت خلیفہ تھے۔ یہ ایک کامل درویش اور یگانہ روزگار بزرگ تھے۔ کثرت ذکر سے ان کے پھیپھڑے چھلنی ہوگئے تھے مگراس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ اکثر بیمار رہتے تھے لیکن اسی حالت میں روزہ رکھتے تھے۔آپ قیام الیل اور صائم الدھر صوفی تھے۔

آپ نے بڑے کٹھن مجاہدات کئے تھے۔ شاہ فیصل کالونی نمبر۔۴ کے برابر سادات کالونی کے P.F قبرستان میں آپ نے کئی چلّہ کئے۔آپ نے اس علاقے میں تبلیغ کی اور کافی لوگوں کو مُریدکیاانسانوں کے علاوہ جنّات بھی آپ کے مُرید تھے۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے آپکو بڑی محبت تھی۔آپ اپنے مُرشد کا بہت ادب واحترام کرتے تھے۔اعلیٰ حضرت کو بھی آپ سے محبت تھی۔ ایک مرتبہ راقم کی موجودگی میں اعلیٰ حضرت نے جمیل میاں کی بہت تعریف کی اورآپ نے فرمایا۔ "جمیل میرا شہر ہے۔"

کافی عرصہ آپ قبرستان میں معتکف رہنے کے بعد چشیتہ مسجد کے قریب آبادی میں منتقل ہوگئے۔ آپکا وصال اعلیٰ حضرت کے وصال سے ایک سال قبل ۱۹۷۳ء میں ہوگیا تھا۔لہٰذا آپ کو اُسی جگہ دفن کیا گیا جہاں آپ کی رہائش تھی۔آپکا مزار مرجع خلائق ہےاور ہر سال آپکا عرسِ مبارک شعبان کی ۱۰، ۱۱، ۱۲، تاریخوں میں نہایت عقیدت واحترام کیساتھ منایا جاتا ہے۔صوفی عزیز احمد خان آپکے سجادہ نشین ہیں۔

حضرت سید منظور علی ہاشمی یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ

چھوٹے قد اور بڑی صفات کے حامل جناب سید منظور علی ہاشمی اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے عاشق خلفاؤں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے سروس سے سبکدوش ہونے کے بعد وقت وصال تک اپنی پوری زندگی سلسلہ کی تبلیغ میں وقف کر دی تھی کراچی کے علاوہ اندرون سندھ اور پنجاب کے بعض شہروں میں سلسلہ کی تبلیغ کرتے تھے۔

راقم سے آپکو بہت محبت تھی ہر سال آپ جب پنجاب آتے تو راقم کے پاس چشتیاں شریف ضرور تشریف لاتے اور کافی دن تک راقم کے پاس قیام فرماتے تھے۔

جب اعلیٰ حضرت ہم سے غزل پڑھنے کی فرمائش کرتے تو ہاشمی صاحب اور یونس میاں دونوں حضرات غزل پڑھنے میں ہمارا ساتھ دیتے تھے۔ ہماری آواز کیساتھ جب اعلیٰ حضرت کی آواز شامل ہوتی تو سماع دو آتشہ بن جاتی تھی۔ اعلیٰ حضرت کے سینے میں غضب کا سوز گداز تھا جو سماع کے دوران ہمارے سخت دلوں کو پگھلا دیتا تھا اور جب ان کی مسکراتی ہوئی مخمور آنکھیں ہمارے دلوں میں اُتر جاتیں تو ہم سب پر ایک عجب کیف و مستی چھا جاتی تھی۔

صوفی سید منظور علی ہاشمیؒ نے ۲۰۰۰ء میں وصال فرمایا آپکے بعد آپ کے منجھلے صاحبزادے سجادہ نشین بنے۔ آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔

(۱) سید بابر علی ہاشمی — یہ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہیں۔

(۲) سید محمود علی ہاشمی — یہ اپنے والد صاحب کے سجادہ نشین ہیں

(۳) سید اصغر علی ہاشمی — یہ اپنے والد صاحب کے مُرید ہیں۔

حضرت ڈاکٹر عبدالغفار شاہ صاحب

آپ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ سلطان اولیاء کے ایک صاحبِ اجازت مشہور خلیفہ تھے اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے سے قبل آپ کسی پیر صاحب سے مُرید تھے ایک دن انہوں نے کہا کہ جاؤ ہمارے پاس تمہارا حصّہ نہیں ہے تمہارا حصہ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے پاس ہے جاؤ اُن کے مُرید ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ اعلیٰ حضرت کے خدمت میں حاضر ہوئے اور ۱۹۶۳ء سے کچھ قبل آپ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہو گئے ۱۹۶۳ء میں اعلیٰ حضرت نے آپکو خلافت واجازت عطا فرمائی تھی۔ اس زمانے میں آپ ایمونیشن ڈپو ملیر کینٹ میں سروس کر رہے تھے۔ اور ساتھ ساتھ آپ ہومیو پتھیک ڈاکٹر کی حیثیت سے ملیر ٹنکی کے علاقہ میں پریکٹس بھی کر رہے تھے۔ آپکے خاندان کے کچھ افراد بھی اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔

ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے ڈاکٹری کیساتھ زیادہ وقت سلسلہ کی تبلیغ کیلئے وقف کر دیا۔ ملیر کھوکراپار کالونی کے علاقہ میں آپ نے خوب تبلیغ کی۔ اسکے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف میں بھی آپ مصروف رہے۔ آپ نے تصوّف کے موضوع پر کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ حقیقت سماع آپکی قابلِ قدر تصنیف ہے۔ آپکو اپنی اولاد میں سلسلہ کو سنبھالنے کیلئے کوئی اس قابل نظر نہیں آتا تھا لیکن مصلحتاً آپ نے اپنے ایک لڑکے کو اپنا جانشین نامزد کر دیا لیکن اسکے ساتھ ساتھ ۱۰ اشخاص پر مشتمل ایک کمیٹی بنادی جو تمام معاملات آستانہ کی دیکھ بھال اور تمام اعراس کا انتظام کرتی ہے۔ اللہ سے دعاء ہے کہ آپ کے جانشین اور آپ کے خلفاء کو آپکے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔

۱۹ جون بروزِ جمعرات ۲۰۰۳ء میں آپ نے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا آپکو آپکے آستانۂ عالیہ اردو نگر ملیر کے علاقہ میں دفن کیا گیا ہے جہاں ہر سال آپکا عرس مبارک نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے

حضرت خواجہ محمد رمضان شاہؒ

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سلطان اولیاء کے ایک نامی گرامی صاحبِ اجازت خلیفہ تھے۔ آپنے کورنگی اور لانڈھی کے علاقہ میں خوب تبلیغ کی۔ آپ اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ بہت شگفتہ اور دلنشین انداز میں گفتگو کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے راقم کو یہ دعاء دی کہ اللہ تعالیٰ آپکو ۸۵ برس تک چلاتا رہے اور آپ میرے سرکاروں کا نام بلند کرتے رہیں پھر اسکے بعد بیٹھ کر آستانہ میں تبلیغ کریں۔

آپ ہر سال اعلیٰ حضرت کا اور حضرت خواجہ غریب نواز کا عرُس کراتے تھے۔ آپکی محفل میں لوگ دور دور سے شرکت کرنے کیلیئے آتے تھے۔ عرُس کی تقریبات بہت دھوُم دَھام سے کرتے تھے۔ آپ اپنے پیر بھائیوں کا بہت احترام کرتے تھے ہر چھوٹے بڑے کو آپ عزت دیتے تھے۔ آپ کے انداز میں (میں) نہیں تھی بلکہ سراپا انکساری تھی۔ درویشی کی شان وشوکت آپ کے یہاں نظر آتی تھی۔

۱۱۲۸ھ ۲۲ جمادی الاوّل ۲۰۰۷ء میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کے بعد آپکے بیٹے جناب صوفی عطالرحمٰن مسندِ سجادگی پر فائز ہوئے آپ سلسلہ کا خوب کام کررہے ہیں اور اپنے والد صاحب کے نقشِ قدم پر چلنے کی حتی الامکان کوشش کررہے ہیں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ان کو اپنے والد کیطرح سلسلہ کی تبلیغ میں کامیابی وکامرانی عطا کرے۔

ان کے بڑے صاحبزادے جناب رضا الرحمٰن اور چھوٹے صاحبزادے جناب ذیشان الرحمٰن سلسلہ کے کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور یہ طالبِ علم ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ان کو

ظاہری اور پوشیدہ علم کی دولت سے سرفراز کرے آمین ! آپ کا عرس مبارک ۲۳،۲۲،۲۱ جمادی الاوّل کو ہر سال نہایت عقیدت احترام کیساتھ منایا جاتا ہے۔ جس میں سیکڑوں افراد اور نامی گرامی قوال شرکت کرتے ہیں۔

آپ کے خلفاء حضرات جو سلسلہ کا کام بہت عمدگی سے انجام دے رہے ہین ان میں جناب صوفی غلام نبی صاحب، جناب صوفی خواج صاحب، جناب صوفی عبدالستار صاحب اور جناب احمد حسن صاحب ہیں ان کے علاوہ دیگر خلفاء حضرات بھی کچھ نہ کچھ سلسلے کا کام کررہ ہیں اللہ تعالیٰ ان سب کو فتوحات عطا کرے۔ آمین !

حضرت صوفی ممتاز احمد فریدی صاحب

حضرت صوفی ممتاز احمد فریدی صاحب ۱۹۲۷ء میں انڈیا کے ایک شہر جون پور کے قصبہ براداں تحصیل مچھلی شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ اعلیٰ حضرت سے ۱۹۵۵ء میں مُرید ہوئے تھے۔ آپکو اعلیٰ حضرت نے ۱۹۶۰ء میں خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔

خلافت واجازت ملنے کے بعد آپ نے سلسلے کا کام شروع کر دیا تھا اس زمانے میں آپ سیکورٹی پرنٹنگ پریس ملیر ہالٹ میں ملازمت کر رہے تھے۔ ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے سلسلہ کا کام پورے زور شور سے کرنا شروع کر دیا جو تا حال جاری ہے۔

الحمدللہ کہ آپ بقید حیات ہیں اور پیرانہ سالی میں بھی آپ سلسلہ کا کام انجام دے رہے ہیں۔
آپ نے شاہ فیصل کالونی میں اپنا آستانہ بنایا اور اس علاقہ میں اور ملیر، کورنگی کے مختلف علاقوں میں خوب تبلیغ کی بعد میں کچھ وجوہات کی وجہ سے آپ نے شاہ لطیف ٹاؤن میں اپنا آستانہ بنالیا آپ اپنے مُرشد سے بہت محبت کرتے ہیں۔

آپ نے پہلے اپنے بڑے صاحبزادے کو اپنا سجادہ نشین مقرر کیا تھا لیکن سلسلہ کے کام میں عدم دلچسپی کی بنا پر انکی جگہ اپنے چھوٹے صاحبزادے جناب عرفان احمد فریدی کو اپنا نائب سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ لیکن افسوس کہ انکا جوانی میں انتقال ہوگیا۔ الہٰذا آپ نے اپنے نواسہ جناب نوید احمد کو اپنا سجادہ نشین نامزد کر دیا اور اپنے پوتے جناب ریحان احمد فریدی کو نائب سجادہ نشین مقرر کر دیا۔ افسوس صد افسوس حال ہی میں آپکے بڑے بیٹے کا بھی انتقال ہوگیا ہے آپ بڑی کڑی آزمائش سے گزر رہے ہیں اللہ آپ کو استقامت عطا کرے۔

آپکے خلفاء حضرات میں جناب صوفی محمد صفدر قریشی جناب صوفی اقتدار حسین شاہ۔ جناب صوفی اشفاق احمد اور جناب جاوید غوری سلسلہ کا کام انجام دے رہے ہیں۔ جناب صوفی اقتدار حسین شاہ سلسلہ کی تبلیغ کو بہت عمدہ طریقہ سے انجام دے رہے۔ شاہ فیصل ٹاؤن۔ سرجانی کے علاوہ لاہور میں بھی تبلیغ کرر ہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان کو اپنے بزرگوں کے طریقے پر چلتے ہوئے تبلیغِ دین میں زیادہ سے زیادہ فتوحات حاصل ہوں آمین!

حضرت صوفی عبدالرزاق شاہؒ

آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے نامور خلیفہ تھے ۱۹۶۳ء سے کچھ قبل آپ مُرید ہوئے تھے۔ آپ کے بھائی جناب صوفی اسحاق شاہؒ صاحب آپ سے کافی عرصہ پہلے اعلیٰ حضرت کے مُرید ہوگئے تھے۔ اعلیٰ حضرت جب اسحاقؒ صاحب کے گھر کورنگی تشریف لائے تو وہاں کچھ لوگ آپکے مُرید ہوئے تھے۔ ان میں جناب عبدالرزاق شاہ صاحب بھی اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے۔

مُرید ہونے سے پہلے جناب عبدالرزاق شاہ صاحب کی زندگی عجیب وغریب اندازمیں بسر ہورہی تھی۔ آپ اسوقت کے مانے ہوئے سفلی عملیات کے ایک بڑے عامل تھے۔ لوگ آپ کے پاس اپنے کاموں کے سلسلہ میں آیا کرتے تھے۔

جب آپ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے تو پھر آپ نے ان عملیات سے توبہ کرلی اوراعلیٰ حضرت کی محبت میں ایسے کھوئے کہ آپ نے ان تمام چیزوں کواٹھا کرایک طرف پھینک دیا آپ کی زندگی اعلیٰ حضرت کی حضوری میں بسر ہونے لگی۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کی خصوصی نظرِ کرم نے آپکو یگانہ روزگار اور کامل صوفی بنادیا۔ چونکہ آپ دینی علوم میں دسترس رکھتے تھے اس لئے اعلیٰ حضرت نے آپکو اپنے آستانہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ پڑھانے کیلئے امام مقرر کردیا۔

۱۹۶۳ء میں اعلیٰ حضرت نے آپکو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپکے بھائی جناب صوفی اسحاق صاحبؒ آپ سے چندسال پہلے منصبِ خلافت پرفائز ہوچکے تھے۔ جناب صوفی عبدالرازق شاہ صاحب نے خلافت واجازت کا منصب سنبھالنے کے بعد سلسلہ عالیہ کی خوب تبلیغ کی آپ نے کورنگی اور لانڈھی کے علاقہ میں سلسلہ کوخوب وسعت دی۔

51-C کھڈا کوارٹر کورنگی نمبر ٦ میں آپ نے آستانہ عالیہ یعقوبی حسنی جہانگیری کی بنیاد ڈالی۔ آجکل یہ جگہ مرجع خلائق ہے۔

حضرت صوفی عبدالرزاق شاہؒ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنا کوئی سجادہ نشین مقرر نہیں کیا تھا لہٰذ آپکے وصال کے بعد صورت حال یوں ہوئی کے اس موقع پر اعلیٰ حضرت خواجہ یعقوب علی شاہؒ صاحب کے بہت سے خلفاء کرام موجود تھے۔ جن میں جناب حضرت صوفی رمضانؒ شاہ صاحب۔ جناب صوفی ممتاز احمد فریدی صاحب۔ جناب صوفی امیر علی شاہؒ صاحب۔ جناب صوفی محمد یونس شاہؒ صاحب۔ جناب صوفی رحمت اللہ خانؒ صاحب اور دیگر خلفاء یعقوبی نے باہم صلاح مشورہ کر کے متفقہ طور پر فیصلہ کیا اور نماز جنازہ سے قبل آپکے نوجوان صاحبزادے جناب عبدالوہاب کو انکے چچا جناب صوفی محمد اسحاق صاحب سے مُرید کروا کر انکے والد جناب عبدالرزاق شاہؒ کا سجادہ نشین بنا دیا۔

چونکہ جناب عبدالوھاب صاحب اپنے والد کے وصال کے وقت نوجوان تھے اور اپنے والد صاحب سے بیعت نہیں تھے اس لئے تمام تعلیمات آپنے اپنے چچا جناب صوفی محمد اسحاقؒ صاحب سے حاصل کیں۔ انکے وصال کے بعد سجّادہ نشین اوّل اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ جناب صوفی محمد ایوب علی شاہؒ صاحب نے آپکو طالب کر لیا۔

جناب عبدالوہاب صاحب اسی علاقہ میں رہتے ہوئے سلسلہ عالیہ کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ان کے لئے دعاء گو ہیں کہ ان کو اپنے بزرگوں کی صحیح طریقہ سے پیروی کرنے کی توفیق عطا کرے اور ان کو زیادہ سے زیادہ فتوحات حاصل ہوں۔ آمین!

حضرت صوفی محمد اسحاق شاہ رحؒ

آپ سنہ ۱۹۶۱ء میں حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے بیعت ہوئے تھے۔ دوسرے سال ہی آپکو خلافت واجازت سے سرفرازی ہوئی آپ نے کورنگی کے علاقہ میں لوگوں کو مُرید کیا۔ آپکو اپنے مرشد سے کافی عقیدت تھی لہٰذا اکثر و بیشتر آپ اپنے مرشد کی زیارت کے لئے آستانہِ عالیہ جایا کرتے تھے۔

آپکے وصال کے بعد آپ کے صاجزادے جناب صوفی اشفاق صاحب مسند سجّادگی پر فائز ہوئے۔ چونکہ آپکے وصال کے وقت جناب اشفاق صاحب کسی کے مُرید نہیں تھے۔ لہٰذا اپنی والدہ کے حکم پر آپ جناب ممتاز احمد فریدی صاحب سے بیعت ہو گئے۔ جناب ممتاز احمد فریدی صاحب نے آپکو خلافت واجازت سے نوازا اور والد صاحب کی جگہ پر انکو سجادہ نشین بنادیا۔

صوفی محمد اشفاق صاحب کورنگی کے علاقہ میں تبلیغ کررہے ہیں۔ اللہ سے دعاء ہے کہ ان کو اپنے مُرشد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سلسلہ کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کرنے کی توفیق عطا کرے آمین!

حضرت صوفی غلام محی الدین بباصاحبؒ

آپ اعلیٰ حضرت کے بہت چاہنے والے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں اکثر آستانۂ عالیہ رفاہِ عام میں آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں رہتے تھے۔ آپکا اسم مبارک غلام محی الدین تھا لیکن اعلیٰ حضرت اور آپکے تمام پیر بھائی آپکو بباصاحب کے نام سے پکارتے تھے آستانۂ عالیہ میں رہتے ہوئے آپ نے اعلیٰ حضرت کی بہت خدمت کی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ راقم کے گھر میں جامن کے درخت سے پھلوں سے بھرا ہوا ایک گڈا گر گیا۔ اس میں سے اتنی جامن نکلیں کہ کئی لگن اور ٹرے بھر گئے۔ ہمارے اعلیٰ حضرت کو چونکہ شوگر کی بیماری ہوگئی تھی اسلیئے جامن کھانا پسند فرماتے تھے۔ ہم نے ایک بڑا تھیلا جامنوں سے بھرلیا اور اپنے پیر و مُرشد کیلیئے لے کر چلے۔ جب ہم آستانۂ عالیہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت بیہوش پڑے ہیں اور وہاں کچھ لوگ اور ببا بھائی رو رہے ہیں۔ یہ صورتِ حال دیکھ کر ہم بہت گھبرائے لیکن اپنے ہوش وحواس قائم رکھے۔ جلدی سے بھاگ کر ایک ٹیکسی لائے اعلیٰ حضرت کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ ببا بھائی نے ایک تکبہ کیساتھ اعلیٰ حضرت کا سر اپنے زانوں پر رکھ لیا۔ ہم جناح اہسپتال پہنچے۔ بھاگ دوڑ کی اور ڈاکٹروں کی خوشامد کی کہ وہ حضرت کو فوراً دیکھ لیں۔ ایک لیڈی ڈاکٹر جو بہت فرض شناس تھی فوراً ہی اعلیٰ حضرت کا معائنہ کرنے کیلیئے آگئی اور اس نے ایک انجکشن حضرت کے لگایا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اعلیٰ حضرت نے آنکھیں کھول دیں۔ ہم سے کہنے لگے کہ اسوقت ہم کہاں ہیں۔ ہم نے تمام صورتِ حال گوش گذار کردی۔ تھوڑی دیر بعد آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے ہم کو آستانہ لے چلو۔ آستانہ پہنچ کر آپ بالکل ٹھیک ٹھاک نظر آنے لگے آپ نے ہم سے غزل کی فرمائش کی۔ ہم نے تعمیل کی جامن کا تھیلہ دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے اس میں سے کچھ جامن آپ نے تناول فرمائیں۔ کافی پیر بھائی جمع ہوگئے تھے۔ اعلیٰ حضرت تو ٹھیک ہوگئے تھے لیکن ببا بھائی کے آنسو خشک نہیں ہوئے۔ ببا بھائی کو وصال کے بعد اورنگی کے ایک پہاڑی علاقہ میں دفن کیا گیا۔

حضرت صوفی جان محمد خمارؒ شاہ

آپ ہندوستان کے شہر بدایوں میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کو شعروشاعری کا بہت شوق تھا۔ اردو غزلیات بہت عمدہ کہتے تھے۔ شاعری میں آپ خمار تخلّص رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے ہندوستان میں تقسیم ہند سے قبل ۱۹۴۷ء میں مُرید ہوئے تھے پھر ۱۹۴۸ء میں آپکو خلافت واجازت عطاء ہوئی تھی۔

پنجاب کے مختلف علاقوں میں اور کراچی میں کورنگی کے علاقہ میں آپ نے تبلیغ کی۔ راقم سے آپ کی پہلی ملاقات ۱۹۶۶ء میں ہوئی تھی۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس پر آپ ہر سال پاکپتن جایا کرتے تھے اور وہاں محفل سماع کا انعقاد کیا کرتے تھے۔

۱۹۷۰ء میں آپ نے حضرت بابا گنج شکرؒ کے مزار کے صحن میں ایک بڑی محفل سماع کا انعقاد کیا تھا۔ جس میں راقم کو شرکت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس محفل میں حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب اور سلسلہ عالیہ جہانگیری کے بہت سے خلفاء حضرات نے شرکت فرمائی۔

آپکا وصال اعلیٰ حضرت محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے وصال سے پہلے ہوگیا تھا۔ چونکہ آپ کے صاحبزادگان اور خلفاء حضرات نے سلسلہ کی تبلیغ کیلئے کوئی خاطر خواہ کام انجام نہیں دیا۔ اس لئے آپکے وصال کے بعد آپ کا سلسلہ معدوم ہوکر رہ گیا۔ پنجاب میں آپ کے ایک خلیفہ صوفی محمد جمیل شاہ سلسلہ کو آگے چلاتے رہے۔

لیکن بعد میں انکا بھی وصال ہوگیا۔ اب آپ سے وابستہ بہت کم لوگ نظر آتے ہیں۔

حضرت صوفی جمیل احمد فاروقیؒ

آپ سنہ ۱۹۲۷ء میں انڈیا کے ایک شہر سلطان پور میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ پاکستان ٹیلی گراف آفس میں ملازمت کرتے تھے۔ ان دنوں آپ کے ساتھ جناب صوفی محمد یونس شاہ صاحبؒ اور جناب سید منظور علی ہاشمیؒ صاحب بھی اسی محکمہ میں ملازمت کرتے تھے۔ یہ دونوں حضرات اعلیٰ حضرت سے سنہ ۱۹۶۰ء میں مُرید ہو چکے تھے اور سنہ ۱۹۶۱ء میں خلافت واجازت سے سرفراز ہو چکے تھے۔ لٰہذا ان دونوں حضرات کی کوششوں سے آپ اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر بیعت کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔

آپ کے بیعت ہونے کے تقریباً ۴ ماہ بعد جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہ صاحب بھی اعلیٰ حضرت سے مُرید ہو گئے۔ سنہ ۱۹۶۳ء میں جب اعلیٰ حضرت نے اپنے بہت سے مُریدوں کو خلافت واجازت سے نوازا تو ان دونوں حضرات کو بھی آپ نے خلافت واجازت عطا فرمائی۔

آپ جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہؒ صاحب کیساتھ ایک جان، اور دو قالب کیطرح ساتھ ساتھ رہتے تھے۔ آپ نے بھی سلسلہ کی تبلیغ کی لیکن بہت کم۔ زیادہ تر آپ نے ڈاکٹر صاحب کے سلسلہ کو فروغ دینے کیلئے دن ورات محنت کی اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر صاحب جمیل بھائی کے بغیر ادھورے تھے۔ نہایت مُدبّر اور سوجھ بوجھ رکھنے والی شخصیت کے حامل تھے۔ آپ کی کوششوں سے ڈاکٹر صاحب کے سلسلہ کو بہت فروغ ملا۔

دونوں حضرات ایک دوسرے کیساتھ حد سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ اور جب تک آپ زندہ رہے ہر معاملے میں ڈاکٹر صاحب کا ساتھ دیا۔ دونوں حضرات کی ایک دوسرے کیساتھ محبت لازوال تھی۔ اگر شریعت اجازت دیتی تو شاید دونوں حضرات ایک ہی قبر میں دفن ہونا پسند کرتے۔

دونوں حضرات کی محبت کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دونوں بھائیوں نے وصال کا ایک ہی دن اپنے لئے پسند کیا۔ یعنی جمعرات ۱۹ جون ۱۹۹۷ء کو جمیل بھائی کا وصال ہوا اور جمعرات ۱۹ جون ۲۰۰۳ء کو ڈاکٹر صاحب نے اس جہاں فانی سے پردہ فرمایا۔

اپنے مُرشد سے آپکو بے حد محبت تھی۔ چونکہ تینوں حضرات یعنی صوفی محمد یونس شاہؒ صاحب، صوفی سید منظور علی ہاشمیؒ اور آپ چونکہ ایک ہی جگہ کام کرتے تھے لہٰذا چھٹی کے بعد آپ لوگ آستانۂ عالیہ بکرا پیڑھی اپنے مُرشد کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو جاتے تھے۔

آپکے صاحبزادے جناب صادق جمیل بتاتے ہیں کہ آپ نے تقریباً پچاس اشخاص کو مُرید کیا تھا۔ اور ایک مُرید جناب صوفی سردار الٰہی کو خلافت سے بھی سرفراز کیا تھا۔ آپکے وصال کے بعد آپکے پانچویں بیٹے جناب ناطق جمیل مسندِ سجادہ نشینی پر فائز ہوئے۔ آپکے ایک صاحبزادے جناب عابد جمیل فاروقی ڈاکٹر عبدالغفار شاہ صاحب کے خلیفہ ہیں۔

جناب حضرت سید فیض الحسن شاہ یعقوبیؒ

آپ یوپی کے ایک شہر کانپور میں پیدا ہوئے تھے۔ حضرت ماسٹر سید ریاض الحسن آپکے بڑے بھائی تھے۔ آپ اعلیٰ حضرت کے بہت چاہنے والے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ ۱۹۵۶ء میں اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے ۱۹۶۰ء میں آپکو خلافت واجازت عطا فرمائی تھی۔

آپ گورنمنٹ ملازم تھے چھٹی کے بعد اپنے آفس سے سیدھے اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں آستانہِ عالیہ بکرا پیڑھی بغیر ناغہ حاضر ہوتے تھے۔ پھر بعد میں گھر جاتے تھے۔ چونکہ آپ اعلیٰ حضرت سے بے لوث محبت کرتے تھے اس لئے اکثر آپ کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ اس زمانے میں حضرت کی خدمت میں جناب انصار احمد قریشی رہا کرتے تھے جو تعلیم حاصل کرر ہے تھے۔ اکثر آپ جناب انصار احمد قریشی کو پڑھایا کرتے تھے۔

خلافت واجازت ملنے کے بعد آپ نے تبلیغ کی تھوڑی سی کوشش کی لیکن گھریلو حالات اور اُلجھنوں کی وجہ سے آپ کی کوشش کامیاب نہ ہوسکی۔ آپ نے ۱۹۹۱ء میں اس جہاں فانی سے پردہ فرمایا۔

جناب ماسٹر سید ریاض الحسن شاہؒ

آپ یو پی کے ایک شہر کانپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے تھے۔ میٹرک اور انٹر کی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مشرقی علوم کی تعلیم بھی حاصل کی۔ پھر ہائی اسکول میں بطور استاد پڑھانے لگے۔ حساب آپکا خاص مضمون تھا جو بہت اچھی طرح سے سمجھاتے تھے۔ جب آپ ملیر کینٹ ہائی اسکول میں پڑھا رہے تھے تو اس میں راقم بھی آپکا شاگرد رہا ہے۔

آپ ۱۹۵۵ء میں اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے تھے۔ اور ۱۹۵۸ء یا ۱۹۵۹ء میں خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔ دوران سروس ہی آپ نے سلسلہ کی تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ ۱۹۶۱ء میں آپ نے ملیر کینٹ اسکول کے ہیڈ ماسٹر جناب خلیل احمد کے اصرار پر ایک محفل سماع کا انعقاد اسکول کے میدان میں کیا تھا۔ اسوقت ہم میٹرک میں پڑھتے تھے اس محفل میں انکے ساتھ جناب جمیل احمد فاروقیؒ، ڈاکٹر غفار صاحبؒ اور صوفی بشیر الدینؒ اور دیگر صوفی حضرات شریک ہوئے تھے۔

ملازمت سے سبکدوش ہونے کے بعد آپ نے پوری محنت ولگن کیساتھ سلسلہ کا کام شروع کر دیا۔ اور سعود آباد اور ملیر کے علاقہ میں تبلیغ کی۔ آپ منطقی مزاج کے حامل تھے ہر بات کو منطق و استدلال سے سمجھتے اور سمجھانے کی کوشش کرتے تھے۔ جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہؒ سے ایک زمانے میں بہت دوستی تھی پھر بعد میں کچھ ناگزیر وجوہات کی بنا پر یہ قربت دوری میں تبدیل ہوگئی۔

۱۹۶۲ء میں راقم اپنے ایک پیر بھائی جناب صوفی بشیر الدینؒ کیساتھ ملیر کینٹ سے سعود آباد ان سے ملنے کیلئے آتا تھا۔ ملیر ٹنکی کے بازار میں جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہؒ صاحب کا مطب تھا جہاں

مریضوں کے جانے کے بعد ہم لوگ جمع ہو جاتے تھے۔ ہمارے دوسرے پیر بھائی جناب عبدالغفار مٹھائی والے۔ جناب صوفی عبدالوحید صاحب پان والے بھی ہم لوگوں کے پاس آجاتے تھے۔

ڈاکٹر صاحب ہم لوگوں کی خاطر ومدارت کیلئے چائے منگواتے تھے۔ ماسٹر صاحب مٹھائی اور سموسے منگواتے تھے۔ کبھی کبھی ماسٹر صاحب ڈاکٹر صاحب سے مذاقاً کہتے تھے کہ ڈاکٹر آج تمھاری بڑی بوہنی ہوئی ہے اپنے گلہ سے پیسے نکالو اور گرم گرم سموسے منگواؤ۔ ہم لوگوں میں بہت یارانہ تھا پیر بھائی سب ایکدوسرے کی عزت کرتے تھے۔ چونکہ اسوقت ہم نوجوان تھے اور ہمارے یہ پیر بھائی ہم سے عمر میں بڑے اور سینئر تھے اس لئے ہم ان سب کا بہت ادب واحترام کرتے تھے۔

چائے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہماری اپنی محفل سماع گرم ہوتی تھی ہم لوگ سب مل کر غزل پڑھتے تھے۔ ذرا سی دیر میں ڈاکٹر صاحب کی دُکان محفل خانہ میں تبدیل ہو جاتی تھی۔

حضرت صوفی بشیر احمد بنارسیؒ

آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے بہت چاہنے والے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کا وطن مولد بنارس ہے جو انڈیا کا ایک مشہور شہر ہے۔ یہاں کی صبح بہت مشہور ہے۔ جب آپ عنفوانِ شباب کو پہنچے تو پھر تلاش معاش کے سلسلے میں کانپور آ گئے۔ یہاں ایک کپڑے کی مل میں آپ کافی عرصہ تک ملازمت کرتے رہے پھر تقسیم ہند کے بعد آپ کراچی آ گئے اور یہاں گولیمار کے علاقہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ چونکہ آپ کپڑا بنانے کا کافی تجربہ رکھتے تھے اس لئے یہاں بھی آپکو جلد ہی ملازمت مل گئی اور کافی عرصہ تک کپڑے کی ملِ میں ملازمت کرتے رہے۔ پھر آنکھوں کی بینائی میں فرق آنے کیوجہ سے آپ ملازمت سے سبکدوش ہو گئے۔ اور سلسلہ کا کام کرنے لگے۔

آپ اعلیٰ حضرت سے ۱۹۵۶ء میں بیعت ہوئے تھے پھر ۱۹۶۲ء میں آپ خلافت واجازت سے نوازے گئے۔ ملِ کی ملازمت سے فارغ ہونے کے بعد آپکو محکمہ اوقاف میں ملازت مل گئی۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ آپ سلسلہ کی تبلیغ بھی کرتے رہے۔ آپ پوربی کلام بہت اچھی طرح سے پڑھتے تھے۔ پڑھتے وقت آپ آنکھیں بند کر کے مست ہو کر پڑھتے تھے۔ چونکہ آپ بنارس کے رہنے والے تھے۔ لہٰذا آپ کے منہ سے پوربی کلام بہت اچھا لگتا تھا۔ درج ذیل کلام آپ جھوم جھوم کر پڑھتے تھے۔

چو ندر کا ہے نہ رنگا یو گوریہ پی کے رنگ ما
پی کے رنگ ما او گوریا پی کے رنگ ما

تم بن کیسے کٹے عمریا آس ہی آس میں بیتی جائے
ہمرے نین درش بن ترسیں بالم تم بن کچھ نہ سہائے
ہائے کیسے کٹے عمریا　　　　ہائے کیسے کٹے عمریا

اعلیٰ حضرت سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب اعلیٰ حضرت بیمار ہو جاتے تھے تو یہ ان کی تکلیف کو دیکھ کر روتے تھے۔ آج بیشر بھائی اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن ان کا محبت کیساتھ غزل پڑھنے کا اچھوتا انداز ہم کو ان کی یاد دلاتا ہے۔

آپ ایک اردو غزل بہت خوبصورت انداز میں جھوم جھوم کر پڑھتے تھے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

میں ہوں بیمار تم ہو میحا میرے ایسی دے دوا پی کے جھوما کروں
جذبِ الفت میں میرے ہو اتنا اثر ذرّہِ ذرّہِ میں تم کو دیکھا کروں

ساقیا تم بنو اور میں مئے کش بنوں آنکھ ساغر بنے جام ہو پیار کا
تم پلاتے رہو اور ہم پیتے رہیں ہوش اتنا رہے تم کو دیکھا کروں

حضرت صوفی بشیر الدین یعقوبیؒ

آپ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ صاحب کے بہت چاہنے والے خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔آپ ایمونیشن ڈپو ملیر کینٹ میں سروس کرتے تھے۔آپ کی رہائش بھی ملیر کینٹ میں تھی۔ آپ ۱۹۵۶ء میں اعلیٰ حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے تھے اور ۱۹۶۳ء میں خلافت واجازت سے سرفراز ہوئے۔کافی عرصہ تک آپ نے سروس کی پھر نوکری سے سبکدوش ہونے کے بعد کورنگی کے علاقہ میں رہائش اختیار کرلی۔آپ نے سلسلہ کا تھوڑا سا کام بھی کیا۔

جب آپ ملیر کینٹ میں رہائش پذیر تھے تو وہاں پابندی کیساتھ حلقہءِ ذکر کا اہتمام کرتے تھے پھر کورنگی میں بھی ذکر کی محفلیں کراتے رہے کبھی کبھار محفل سماع کا بھی انعقاد کرتے تھے۔اعلیٰ حضرت بھی آپ کے یہاں شرکت کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت سے آپکی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کافی بیمار رہنے لگے تو اپنے بیٹوں کو کہا کہ مجھے میرے پیر و مُرشد کے مزار شریف پر لے چلو چنانچہ وصال سے پہلے کافی دنوں تک آپ نے مزار شریف پر قیام کیا۔۱۹۹۱ء میں جب راقم حج پر جارہا تھا تو اعلیٰ حضرت کے مزار شریف پر آپ سے ملاقات ہوئی آپ نے بہت حسرت بھری نظروں سے دیکھا اور کہنے لگے نایاب بھائی دیکھ لو اب شاید آپ سے ہماری ملاقات ممکن نہ ہو چنانچہ جب ہم حج کرنے کے کافی دنوں بعد مزار شریف پر آئے تو ہم کو وہاں معلوم ہوا کہ جناب بشیر بھائی اس جہان فانی سے پردہ فرما چکے ہیں۔

حضرت صوفی رحمت اللہ خان عرف نتھو بھائیؒ

جناب صوفی رحمت اللہ خانؒ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے ایک صاحب اجازت خلیفہ تھے۔آپ اعلیٰ حضرت سے بہت محبت کرتے تھے۔جس زمانے میں اعلیٰ حضرت سکھر میں قیام پذیر تھے ان دنوں آپ بھی روہڑی میں رہتے تھے۔آپ ۱۹۵۱ء میں اعلیٰ حضرت کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے تھے سنہ ۱۹۶۱ء میں آپ خلافت واجازت سے نوازے گئے تھے۔

آپ بہت وضع دار اور اعلیٰ اخلاق کے حامل درویش تھے۔کافی عرصہ آپ روہڑی میں رہتے رہے پھر کراچی منتقل ہو گئے۔منے میاںؒ کے یہاں اعلیٰ حضرت کے عرس میں آپ ہر سال شرکت کرتے تھے۔راقم سے بھی آپ محبت رکھتے تھے۔منے میاںؒ اور یونس شاہؒ صاحب سے بھی آپکو محبت تھی یونس شاہ صاحب کے وصال کے بعد آپکو بڑا دھچکا لگا۔آپ نے پہلے سال یونس شاہ صاحب کا عرس کرایا پھر بعد میں آپ بیمار ہو گئے۔

آپکے وصال سے کچھ دن پہلے راقم آپ کی عیادت کیلئے آپ کے پاس گیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔اور غزل سنانے کی فرمائش کی راقم نے اپنی ایک غزل سنائی۔بیماری اور کمزوری کے باوجود غزل کے ایک شعر پر آپ کو کیفیت ہوئی اور راقم کے ہاتھ کو پکڑ کر اسپر سر رکھ کر کافی دیر تک روتے رہے۔شعر یوں ہے۔

لذتِ عشق سے واقف جو ہوا پھر یہ دل
بہت تڑپا تیری فرقت میں اے دلبر جب سے

حضرت صوفی نظام الدین یعقوبیؒ

حضرت صوفی نظام الدین صاحب اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے ایک صاحب اجازت خلیفہ تھے۔ آپ ہندوستان کے مشہور شہر بہار شریف میں پیدا ہوئے۔ بہار شریف کی سرزمین اولیاء کرام کی سرزمین کہلاتی ہے۔ یہاں فردوسی سلسلہ کے بزرگ حضرت شرف الدین یحییٰ سیزی قدس سرۃ العزیزؒ اور سلسلہ ابولعلائی کے مشہور ومعروف بزرگ حضرت شاہ منعم پاکبازؒ کے مزار پرنور مرجع خلائق ہیں انکے علاوہ ابولعلائی سلسلہ کے سیکڑوں بزرگ آسودۂ خاک ہیں۔

۱۹۴۸ء میں تقسیم ہند کے بعد آپ وطن مالوف سے ہجرت کرکے کراچی آگئے یہاں بہار کالونی میں سکونت اختیار کی پھر ۱۹۷۰ء میں مُستقل طور پر اورنگی ٹاؤن کراچی آگئے۔ یہاں ڈسکو موڑ پر بھاشانی بیکرز کے پیچھے آستانۂ عالیہ یعقوبیہ کی بنیاد ڈالی۔ ۱۹۶۰ء میں آپ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہوئے تھے اور بقول آپکے اُسی وقت اعلیٰ حضرت نے خلافت واجازت سے بھی نواز دیا۔

اورنگی ٹاؤن کے علاقہ میں آپ نے خوب تبلیغ کی یہاں کافی لوگوں کو آپ نے مُرید کیا دو حضرات کو خلافت بھی دی۔ آپ نے اپنی ذاتی کوششوں سے یہاں ایک مسجد تعمیر کی جو آپ کے اور آپ کی اولاد کے زیر انتظام ہے قارئین کرام یہ عجب افسوس ناک بات ہے کہ ۵ ذی الحج کو راقم آپ سے ملنے اورنگی ٹاؤن گیا راقم سے مل کر آپ بہت خوش ہوئے آپ نے راقم کو اپنے بارے میں اور اعلیٰ حضرت کے بارے میں کچھ معلومات فراہم کیں پھر ہم سے کہنے لگے نایاب بھائی! ہمارے مُریدوں کا خاص خیال رکھنا۔ کافی مُریدوں کو فون کرکے بلالیا۔ بہت سے لوگوں کے سر پر ہاتھ رکھوایا۔ پھر فرمانے لگے نایاب بھائی یاد رکھئے گا آئیدہ گیارھویں شریف پر محفل سماع ہوگی۔ اور بقر عید کے تیسرے دن ہم آپ کے ساتھ اعلیٰ حضرت کے مزار شریف پر چادر چڑھائینگے۔

کافی دیر تک بڑی محبت کیساتھ ہم سے باتیں کرتے رہے پھر آپ نے غزل سنانے کی فرمائش کی۔ غزل کے دوران ان کو کیفیت ہوئی اسکے بعد مغرب کی نماز کے بعد ہم آپ سے اجازت لے کر اپنے گھر طارق روڈ آ گئے۔

ابھی ہمیں گھر آئے ہوئے کچھ گھنٹے ہی گذرے ہونگے کہ رات ساڑھے ۱۲ بجے ان کے ایک مُرید کا فون آیا کہ بابا نظام پردہ کر گئے۔ آپکو دل کا دورہ پڑا تھا کارڈیو اہسپتال تک جاتے جاتے اہسپتال پہنچے سے ۵ منٹ پہلے آپ کی روح پرواز کر گئی اور خالق حقیقی سے جا ملی ۲۳ نومبر ۵ ذی الحج رات کے ساڑھے ۱۲ بجے آپ نے اس جہاں فانی سے پردہ فرمایا۔ آپ نے اپنا کوئی سجادہ نشین نامزد نہیں کیا تھا۔ آپ کے چار لڑکے ہیں۔ محمد اقبال بڑے لڑکے ہیں۔ خالد، اخلاق اور ناظم ہیں۔ آپکے ایک خلیفہ جناب صوفی علاؤالدین سلسلے کا کام کر رہے ہیں۔

آپ سخت طبیعت کے حامل درویش تھے۔ زیادہ تر جلال میں رہتے تھے۔ بہت کم لوگوں کو مُرید کرتے تھے زیادہ تر آپکے معتقدِین ہیں یہ سب لوگ آپ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔

آپ زبان کے سخت اور دل کے نرم طبیعت کے حامل درویش تھے۔

مہمان نواز ایسے تھے کہ انکے پاس آنے والا بغیر کھانا کھائے ہوئے نہیں جا سکتا تھا۔ خواجہ غریب نواز کی فاتحہ اور گیارھویں شریف بڑی دُھوم دَھام سے کرتے تھے۔ گیارھویں شریف میں فاتحہ کیلئے ۱۱ دیگیں پکواتے تھے

آپکو اپنی صحت کے بارے میں صورتحال کا اندازہ تھا اسلئے آپ نے اپنی آخری آرام گاہ کے بارے میں ایک تحریری وصیت کر دی تھی کہ ہم کو صوفی علاؤالدین کے گھر کے قریب دفن کیا جائے لہٰذا آپکے وصال کے بعد آپکو صوفی علاؤالدین کے گھر کے قریب ایک پہاڑ کے دامن میں دفن کیا گیا ہے یہ علاقہ اورنگی ٹاؤن گلشن ضیاء کہلاتا ہے۔ آپکا مزار شریف مرجع خلائق ہے یہاں ذکر واذکار کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے ایک مسجد اور مدرسہ بھی تعمیر کیا جائے گا۔ امید ہے کہ مستقبل قریب میں یہاں کے رہنے والے مدرسہ نظامیہ یعقوبیہ سے فیض حاصل کرینگے۔

جناب حضرت صوفی عبدالحیٔ یعقوبی

آپ ۱۹۳۸ء میں ہندوستان کے مشہور شہر علی گڑھ میں پیدا ہوئے تھے چونکہ علی گڑھ تہذیب و تمدن کا گڑھ مانا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں کے لوگ بھی کافی مہذب ہوتے ہیں بات چیت میں شائستگی اور مہذب اندازِ گفتگو یہاں کی خاص پہچان ہے۔ جناب عبدالحی صاحب ان تمام خوبیوں سے آراستہ و پیراستہ ایک معتدل شخصیت کے حامل درویش ہیں۔

آپ فن شیشہ گری کے ماہر کاریگر ہیں۔ آپ نے اس پیرانہ سالی کے باوجود اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے مزار میں گنبد اور دیواروں پر شیشے کے ٹکروں سے مینا کاری بہت خوبصورت انداز میں کی ہے اندر اور باہر دونوں طرف سے روضہ بہت خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اس کارِ خیر کا اجرِ عظیم عطا کرے آمین۔

آپ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے ایک چاہنے والے خلیفہ ہیں۔ آپ ۱۹۶۴ء میں جناب صوفی طُفیل احمد یعقوبی کے گھر میں مُرید ہوئے تھے۔ پھر ۱۹۷۰ء میں اعلیٰ حضرت نے آپکو خلافت واجازت سے سرفراز کیا تھا۔ آپ اپنی خلافت ملنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت ۱۹۷۰ء میں پشاور تشریف لائے۔ آپکے ساتھ صوفی محمد یونس شاہ اور کئی صوفی حضرات ساتھ میں تھے۔ آپ نے ایک پرانے کمرے کی صفائی کروا کر وہاں ایک محفل سماع کا انعقاد کیا۔ اسی محفل کے دوران اعلیٰ حضرت نے آپ کی خلافت واجازت کا اعلان فرمایا۔

آپ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ہم سے کہا کہ حضرت عبدالرحمٰن بابا کے مزار پر چلتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے وہاں جانے کیلئے تانگہ منگوالیا۔ راستے میں اعلیٰ حضرت نے ہم سے فرمایا کہ عبدالحیٔ اگر کہیں سے عبدالرحمٰن بابا کا دیوان ملے تو لے لینا۔ ہم نے کہا کہ حضور یہ دیوان تو پشتو زبان میں ہے آپ نے کہا کہ ہم کو معلوم ہے۔ جب مزار شریف پر پہنچے تو ہم لوگوں

نے فاتحہ پڑھی۔

جب فاتحہ سے فارغ ہو کر ہم کھڑے ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رحمٰن بابا کے سرہانے کیطرف جو نمک کی کونڈی رکھی ہوئی تھی اس پر رحمٰن بابا کا دیوان رکھا ہوا ہے۔ ہم حیران ہوئے کہ جب ہم یہاں آئے تھے تو یہ دیوان وہاں نہیں تھا اور اب یہ اچانک کہاں سے آ گیا۔

جناب عبدالحیؒ شاہ صاحب ایک اہم واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اور ہمارے ساتھ جناب مُنّے میاں، سید منظور علی ہاشمی اور دڈا بھائی اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں آستانۂ عالیہ بکرا پیڑھی میں موجود تھے۔ وہاں دو آدمی آئے جس میں ایک ترک تھا اور دوسرا پاکستانی تھا ترُک آدمی نے اعلیٰ حضرت کو سلام کیا پھر ترُکی زبان میں بات کرنے لگا دوسرا آدمی اسکا مترجم تھا لہٰذا وہ اسکی باتوں کو اردو زبان میں اعلیٰ حضرت کے گوش گذار کرنے لگا کہنے لگا کہ حضور میں آپ کی تلاش میں کہاں کہاں کی خاک چھانتا پھر رہا ہوں اب کہیں جا کر آپ سے ملاقات ہوئی ہے اس نے اپنے بیگ میں سے سبز کپڑے میں لپٹی ہوئی ایک چیز نکالی اور کہنے لگا کہ حضور اس کپڑے کے اندر ایک نہایت متبرک چیز ہے اور کہنے لگا کے یہ حضورؐ سرکار دو عالم حضرت محمد ﷺ کے روضہ کی اینٹ ہے۔ کہنے لگا کہ میرے جدّ امجد جو خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں تھے انہوں نے روضہ کی تعمیر میں حصّہ لیا تھا۔ چنانچہ جب روزہ مبارک کی نئی تعمیر ہوئی تو پرانی اینٹیں نکلوا دی گئیں۔ میرے جدِّ امجد نے تبرک کے طور پر ایک اینٹ اپنے پاس محفوظ کر لی تھی۔ یہ اینٹ اس زمانہ سے میرے خاندان میں پشت در پشت چلی آ رہی ہے۔

ایک دن مجھے خواب میں میرے جدِّ امجد نے بشارت دی اور کہا کہ یہ اینٹ ایک شخص جن کا نام حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب ہے ان کو پہنچا دو۔ مجھے خواب میں آپکا سراپا دکھا دیا گیا تھا تا کہ میں آسانی کے ساتھ پہچان لوں۔ لہٰذا آپ ہی حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ ہیں اور یہ اینٹ آپ کی امانت ہے

جب اس شخص نے روضہ رسول ﷺ کی اینٹ اعلیٰ حضرت کو دی تو آپ نے اسکو چوما اور سینے سے لگا کر کافی دیر تک سر پر رکھے رہے اور پھر منے میاں سے کہا کہ اسکو اوپر بریکٹ پر رکھ دیں۔ منے میاں نے بریکٹ پر رکھ دی اعلیٰ حضرت نے ان لوگوں کی خوب تواضع کی پھر محبت کیساتھ انکو رخصت کیا۔ انکے جانے کے بعد ایک مرتبہ پھر منے میاں سے اینٹ اتارنے کیلئے کہا ۔ دوبارہ پھر آپ نے آنکھوں سے لگایا اور اسکو چوم کر سر پر رکھا پھر منے میاں سے کہا کہ اب اسکو احتیاط کیساتھ اوپر رکھ دیں۔

اعلیٰ حضرت ہم لوگوں سے کہنے لگے کہ یاد رکھنا یہ اینٹ میرے وصال کے بعد قبر میں میرے سرہانے رکھ دینا۔ جب اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا تو علاقہ کے ایک بااثر شخص نے آپ کی تدفین میں رُکاوٹ ڈال دی اور رشوت دے کر بہت سی پولیس بلوالی انھوں نے یہاں تدفین کیلئے منع کیا۔ ہزاروں کی تعداد میں آپ کے مُریدین جمع ہو چکے تھے جو سر دھڑ کی بازی لگانے کیلئے تیار تھے۔ جب پولیس والوں نے اتنی بڑی تعداد میں آپکے جانثاروں کو دیکھا تو ان کی اندر آنے کیلئے ہمت نہیں پڑی چنانچہ تدفین کا عمل جاری رہا۔

تدفین کے وقت منے میاں، ہاشمی صاحب، یونس شاہ صاحب عمر دراز بھائی اور عبدالحیؑ شاہ صاحب موجود تھے سجادہ نشین جناب ایوبؒ میاں پیش پیش تھے۔ اسوقت جناب عبدالحیؑ شاہ صاحب نے جناب ایوب حسن شاہؒ صاحب کو یاد دلایا کہ بکرا پیڑھی کے آستانہ سے اینٹ منگوالی جائے جناب سجادہ نشین ایوب حسن شاہ صاحب نے کہا کہ آپ لوگ دیکھ نہیں رہے کہ کس قدر سنگین حالات ہیں۔ لہٰذا جلد سے جلد تدفین عمل میں لائی گئی اور وہ اینٹ نہیں رکھی جاسکی بعد میں جناب ایوب میاں نے فرمایا کہ اس اینٹ کو اب میری قبر اور حضرت کی قبر کے درمیان سرہانے کی طرف دفن کر دینا۔ چنانچہ وہ اینٹ جناب ایوب میاں کے وصال کے بعد دونوں قبروں کے درمیاں دفن کر دی گئی۔

جناب عبدالحئ شاہ صاحب اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ اعلیٰ حضرت سے مُرید ہوئے تھے تو اسکے بعد آپ کافی بیمار رہنے لگے۔ جب اہسپتال میں میڈیکل چیک اپ کروایا تو معلوم ہوا کہ دل کا ایک وال بند ہو گیا ہے۔ جسکی وجہ سے حالت روز بروز خراب ہوتی جارہی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مُرید ہونے کے بعد ہماری بیماری اور بڑھ گئی ہے ہم خوامخواہ مُرید ہو گئے اور ان باباجی کے پلے کچھ ہوتا تو ہم ٹھیک ہوجاتے اب کراچی جاکر ان سے ملیں گے اور شجرہ وغیرہ واپس کر کے ان کی مُریدی سے جان چھڑائیں گے۔

آپ کے پاس علاج معالجہ کیلئے اور سفر کے اخراجات کیلئے پیسے نہیں تھے لہٰذا اپنی بیوی سے ایک کان کا بُندہ لے لیا اور ایک آدمی کے پاس رہن رکھوا کر کچھ روپے حاصل کر لئے پھر ٹرین کے ذریعہ آپ اعلیٰ حضرت کے پاس بکرا پیڑی کراچی حاضر ہوئے آپ اپنے پیرِ مرشد سے بہت محبت سے ملے اور آپ نے اپنی بیماری کا بتایا۔ دوسرے دن اعلیٰ حضرت نے آپکو کسی کے ساتھ جناح اہسپتال ڈاکٹر کے پاس چیکنگ کیلئے بھیج دیا۔ ڈاکٹر نے معائنہ کیا اور کچھ دوائیں لکھ کر دے دیں اور کہا کہ تیل اچار اور چکنائی سے پرہیز کریں۔ آپ نے واپس آکر وہ نسخہ اعلیٰ حضرت کو دے دیا اور کہا کہ حضور میرے پاس پیسے نہیں ہیں کہ میں یہ دوائیں خرید سکوں اعلیٰ حضرت نے پرچہ اپنے پاس رکھ لیا اور کہا کہ ہم منگوالینگے۔

پھر حضرت نے ہم سے کہا کہ اچار کی برنی میں سے اچار نکال کر لاؤ۔ اچار کا مٹکا آستانہ بکرا پیڑھی میں ہوا دان کے نیچے رکھا ہوا تھا۔ ہم نے تھوڑا سا اچار نکال لیا۔ اعلیٰ حضرت نے رات کی باسی روٹی دی اور کہا کہ اب تم اس کو اچار کے ساتھ کھاؤ۔ ہم نے اچار روٹی کھالیا۔ ۱۵ دن تک ہم کو باسی روٹی اور اچار کھلاتے رہے پھر دوبارہ چیکنگ کے لئے ڈاکٹر کے پاس جناح اہسپتال بھیج دیا۔ ڈاکٹر نے چیک کرنے کے بعد کچھ نئی دوائیں لکھ کر دے دیں اور پرہیز کیلئے تاکید کی۔ آپ بتاتے ہیں کہ ہم دواؤں کا پرچہ لیکر حضرت کے پاس دوبارہ آستانہِ عالیہ آگئے۔ حضرت نے اسکو

پڑھ کر ایک طرف رکھ دیا پھر آپ نے اچار اور باسی روٹی کھلائی۔ جناب عبدالحئی شاہ صاحب بتاتے ہیں کہ ہم پورے ایک ماہ حضرت کے پاس رہے۔ اور باسی روٹی اور اچار کھاتے رہے۔ جب ایک ماہ سے زیادہ ہوگیا تو پھر ڈاکٹر سے چیک اپ کرایا۔ اس نے کہا کہ ماشاللہ۔ صوفی صاحب اب آپ بالکل ٹھیک ہوگئے ہیں۔ اور اب آپکو کوئی دوا کھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ قربان جائیں اس انوکھے علاج کے اور صدقہ جائیں اس پیر کامل کے کہ جنہوں نے عجیب وغریب انداز سے علاج کیا۔ اب خداہی جانتا ہے کہ اس میں کیا حکمت اور مصلحت تھی۔

جناب عبدالحئی شاہ صاحب پشاور کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب نے پشاور میں کافی دنوں تک قیام کیا پھر آپ ہم سے فرمانے لگے کہ پتہ نہیں ہم کو یہاں کس لئے روک لیا گیا ہے۔ اگلے دن جناب امداد حسین شاہ صاحب جو ہمارے پیر بھائی تھے حاضر خدمت ہوئے اور اعلیٰ حضرت کو کھانے پر مدعو کیا۔ ان کیساتھ ہم لوگوں کو بھی دعوت دی۔ چنانچہ ہم سب لوگ حضرت کیساتھ ان کے گھر آگئے۔ انہوں نے کھانے میں بہت تکلفات کیۓ تھے۔ طرح طرح کے کھانے دسترخوان پر سجا دیئے۔ اعلیٰ حضرت نے ہم سب کو کھانے کیلیۓ کہا ہم لوگ کھانا کھانے لگے۔ اعلیٰ حضرت نے چند لقمے کھا کر ہم لوگوں سے کہا کہ تم لوگ کھاؤ۔ کھانے کے بعد بہت سی اقسام کے فروٹ لا کر رکھ دیئے۔ اعلیٰ حضرت نے ایک انگور اٹھا کر کھانا شروع کر دیا ہم لوگوں نے بھی ایک ایک انگور اٹھایا اور منہ میں ڈال لیا۔

کھانے کے بعد اعلیٰ حضرت واپس جانے کیلیۓ کھڑے ہوئے ہم نے اعلیٰ حضرت کو جوتے پہنائے۔ ابھی اعلیٰ حضرت نے امداد حسین شاہ صاحب سے چلنے کے لئے کہا ہی تھا کہ اسی وقت باہر سے ان کا ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ سید بہاؤالحق صاحب اعلیٰ حضرت سے ملنے کیلیۓ تشریف لائے ہیں۔ اعلیٰ حضرت جناب سید بہاؤالحق صاحب سے بڑی گرم جوشی اور محبت کیساتھ بغلگیر ہوئے۔ پھر ان کو اپنے ساتھ لیکر اپنی نشست پر بیٹھ گئے دونوں بزرگ بڑی محبت

کیساتھ ایکدوسرے کے ساتھ باتیں کرنے لگے۔ جناب بہاؤ الحق صاحب نے فارسی کلام حضرت کے گوش گزار کیا۔ اعلیٰ حضرت نے بھی کچھ فارسی اشعار کہے جس کو سن کر جناب بہاؤ الحق شاہ صاحب بہت خوش ہوئے دونوں حضرات نے ایک دوسرے کو نذر پیش کی۔ پھر کچھ دیر تک باتیں کرنے کے بعد جناب سید بہاؤ الحق صاحب اعلیٰ حضرت سے اجازت لیکر واپس چلے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے ہم لوگوں سے کہا کہ یہ ایک اچھے بزرگ ہیں تم لوگ گاہے بگاہے ان سے ملتے رہا کرو۔

اعلیٰ حضرت کے پشاور سے جانے کے بعد ہم لوگ ان سے ملنے کے لئے کبھی کبھار جایا کرتے تھے۔ ان کا آستانہ پہاڑوں پر کافی دشوار گذار جگہ پر واقع ہے۔ جناب بہاؤ الحق صاحب اس پہاڑی علاقہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ جناب عبدالحئ صاحب بتاتے ہیں کہ ایک دن ہم لوگ ان سے ملنے کیلئے گئے آپ بڑی محبت سے ہم سے ملے۔ ہماری موجودگی میں وہاں ایک شخص آیا اور ان سے مُرید ہونے کی درخواست کرنے لگا۔ جناب بہاؤ الحق صاحب نے اس کو سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری میں بیعت کیا دراصل واقعہ یوں ہے کہ جناب سید بہاؤ الحق صاحب کے جدامجد کو ہمارے سلسلے کے جدِّ امجد سے خلافت واجازت عطا ہوئی تھی اس لئے انہوں نے اس شخص کو سلسلہ جہانگیری میں بیعت کیا اور شاید یہی وجہ تھی کہ آپ کو اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے محبت وانسیت تھی۔

جناب عبدالحئ شاہ صاحب ایک اور واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب اعلیٰ حضرت پشاور میں کافی دن قیام پزیر رہے اس دوران آپ نے سینکڑوں افراد کو بیعت کیا۔ جناب صوفی محمد یونس شاہ صاحب بھی اعلیٰ حضرت کے ساتھ تھے وہ بھی بتاتے تھے کہ اتنے آدمی ایک ساتھ بیعت ہوتے تھے کہ اعلیٰ حضرت کو چادر منگوانا پڑتی تھی ایک وقت میں چادر پکڑ کر پچیس تیس آدمی مُرید ہوتے تھے۔

کافی لوگوں کو مُرید کرنے کے بعد ایک پرانے کمرے میں صفائی کروانے کے بعد ایک

محفل سماع کا انعقاد کیا گیا۔

محفل سماع کے اختتام پر آپ تمام حاضرین محفل سے ملنے لگے اور پھر وہاں سے جانے کی تیاری کرنے لگے۔ اسی دوران دو آدمی آپ کے پاس آئے جنکے پاس ہارمونیم اور ڈھولک تھی وہ گا بجا کر لوگوں سے خیرات مانگتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کی قدم بوسی کرنے کے بعد آپ سے درخواست کرنے لگے کہ حضور کچھ ہمارا کلام بھی سن لیں تو آپ کی ذرہ نوازی ہوگی۔ اعلیٰ حضرت نے ان کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا کیا سناؤ گے انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا حکم ہو تو غزل سنائیں۔ اعلیٰ حضرت نے اجازت دے دی۔ انہوں نے بہت درد انگیز انداز میں غزل سنائی جسے سن کر لوگ دم بخود ہو گئے۔ پھر انہوں نے درج ذیل شعر پڑھے تو سب کو رقت طاری ہوگئی۔ شعر یوں ہیں۔

کبھی تو مٹے گا فضا سے اندھیرا کبھی تو مگر چاندی رات ہوگی
کبھی تو جلے گا چراغ محبت کبھی تو مگر آخری رات ہوگی

اور جب انہوں نے مندرجہ ذیل شعر پڑھا تو سب رونے لگے

جدائی کے لمحہ قریب آگئے ہیں ستاروں کے دل ڈوبتے جا رہے ہیں
ادھر آؤ تم کو گلے سے لگا لیں خدا جانے پھر کب ملاقات ہوگی

حالت یوں تھی کہ شعر سن کر سب حاضرین محفل زار و قطار ہچکیاں لے کر رو رہے تھے خود اعلیٰ حضرت کا چہرہ مبارک آنسوں سے بھیگ گیا تھا۔ سب لوگ باری باری آپ کے پائے مبارک پر سر رکھے بلک بلک کر رو رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت ہر ایک کو گلے لگا کر خاموش کر رہے تھے۔ غزل خواں کافی دیر تک یہ شعر پڑھتے رہے۔ ساری محفل اداس ہوگئی پھر

اعلیٰ حضرت کراچی جانے کیلئے ریلوے اسٹیشن پر آ گئے آپ کیساتھ ساتھ ایک جم غفیر تھا سینکڑوں آدمی افسردہ چہرہ لئے ہوئے آپکے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ حتیٰ کہ آپ ٹرین میں بیٹھ گئے۔ آپکو رخصت کرنے کیلئے جو حضرات آئے تھے ان میں سے بہت سے آدمی ڈبّے میں بیٹھ گئے بہت سے لوگ کھڑے تھے آپ نے ان کو واپس جانے کی اجازت دے دی پھر بھی وہ ڈبّے میں موجود رہے ٹرین چلدی اور راولپنڈی کی طرف روانی کے ساتھ گامزن ہوگئی لیکن آپ کے چاہنے والے پھر بھی ٹرین سے نہیں اترے۔ کچھ لوگوں کے پاس ٹکٹ تھے باقی بغیر ٹکٹ تھے یا پلیٹ فارم ٹکٹ ان کے پاس تھا۔

ریلوے کے گارڈ اور S-T بھی حاضر خدمت ہوئے اور ان میں سے ایک S-T آپ سے ٹرین ہی میں مُرید ہوگیا۔ جب راولپنڈی اسٹیشن آگیا تو آپ نے سختی کے ساتھ لوگوں کو واپس جانے کی ہدایت کی۔ آپ نے سب کو گلے سے لگایا۔ ان لوگوں نے اشکبار آنکھوں سے اعلیٰ حضرت کو رخصت کیا۔ یونس بھائی بتاتے تھے کہ سارے راستے اعلیٰ حضرت سنجیدہ رہے اور ادھر آؤ تم کو گلے سے لگالیں خدا جانے پھر کب ملاتات ہوگی کی بازگشت کراچی تک ہمارے کانوں میں آتی رہی۔ اعلیٰ حضرت کا پشاور کا یہ آخری سفر تھا۔ اسکے کچھ مدت بعد اعلیٰ حضرت نے اس جہانِ فانی سے پردہ فرمالیا۔

تیرے بغیر ساقیا لذّتِ مۓ کشی نہیں
آنکھوں میں مستیاں نہیں دل میں شگفتگی نہیں

تذکرہ قوال حضرات

معزز قارئین: جیسے کہ پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے کے سماع عاشقوں کی آتشِ شوق کو بھڑ کانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ سماع کیلئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ پہلی چیز سامع یعنی صوفی حضرات اور دوسری چیز سماع سنانے والا یعنی قوال حضرات یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ گذشتہ ابواب میں محفل سماع کا تفصیل کیساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ سماع کے بارے میں کافی کتابیں تحریر ہوئی ہیں لیکن کسی مصنف نے سماع سنانے والی شخصیات یعنی قوال حضرات کا ذکر اپنی کتابوں میں نہیں کیا۔

قارئین کرام اس لئے اس ناچیز نے ضروری سمجھا کر سماع کے اہم محرّک یعنی قوال حضرات کے بارے میں بھی کچھ لکھا جائے۔ چنانچہ کچھ قوال حضرات کا ذکر اس کتاب میں کیا جارہا ہے جنکو راقم نے اعلیٰ حضرت کی محفلوں میں سنا تھا۔ ان کے بارے میں مختصراً تحریر کیا جارہا ہے۔

فن قوالی ایک ایسا فن ہے جس میں عارفانہ کلام کو مختلف سازوں اور راگوں کیساتھ گایا جاتا ہے تال اور سُر میں ربط پیدا کرنے کیلئے کچھ حضرات تالی بجانے والے بھی شامل ہوتے ہیں سماع میں راگوں کا عمدہ طریقہ سے استعمال کلام میں جان ڈال دیتا ہے۔ اس کیساتھ ساتھ قوال کی آواز اگر اپنے اندر غنایت رکھتی ہو تو پھر سننے والوں کو مزہ آتا ہے اور صوفیوں کو کیفیت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سماع سنتے تھے اور کلام بھی پڑھتے تھے آپ کی آواز میں سوز وگداز پایا جاتا تھا۔ عراق شام اور مصر اور بلاد مغرب میں سماع صوضیائے کرام کے درمیان

اہمیت کی حامل تھی۔ اسپین میں بنو اُمیہّ کے دورِ حکومت میں وہاں کے صوفی حضرات محفل سماع کا انعقاد کرتے تھے۔ بغداد کے لوگ بھی سماع سنتے تھے لیکن بعد میں فرقہ معتزلہ نے خلفاء حضرات کو اپنے عقیدہ میں داخل کرلیا اور سماع کو جبراً ممنوع قرار دے دیا یہ فرقہ بنو عباؔس کے دور میں صوفیوں کے مخالف رہا ہے۔ لہٰذا بغداد کے علاوہ دوسرے مما لک میں سماع باقاعدگی کیساتھ سنی جاتی تھی۔

ہندوستان میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے زمانے سے سماع سُنی جارہی ہے۔ آپکے خلیفہ حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کا وصال بھی دوران سماع ہوا تھا۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے زمانے میں سماع اپنے عروج پر پہنچی آپکے چہیتے مُرید حضرت امیر خسروؒ نے طرح طرح کے راگوں اور راگنیوں کے استعمال سے سماع کو زینت بخشی اور اس میں جان ڈال دی۔ آجکل بھی وہ قوال جو اس فن میں جناب امیر خسروؒ کی پیروی کرتے ہیں وہ ہمیشہ کامیاب رہتے ہیں۔

جناب صوفی بابو حسنؒ قوال

جناب صوفی بابو حسنؒ قوال فنِ قوالی کے ایک عظیم استاد تھے ۱۹۵۷ء سے پہلے آپ عام قوال کی حثیت سے محفل سماع میں کلام سناتے تھے آپ کا اعلیٰ حضرت کے سرکاری قوال بننے کا واقعہ یوں ہے کہ ۱۹۵۷ء میں ایک مرتبہ جناب ممتاز احمد فریدی صاحب کے گھر میں محفل سماع ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت اس محفل میں تشریف فرما تھے۔ جناب بابو حسن نے ایک غزل پڑھی جس کو سُن کر اعلیٰ حضرت کیف و مستی میں آ گئے اسی حالت میں آپ نے ایک نگاہ مستانہ سے بابو حسن کو دیکھا۔ آپ کی نگاہ میں ایک ایسا تیر نیم کش چھپا تھا جو جناب بابو حسن کے دل میں ترازو ہو گیا۔ فوراً ہی آپ اعلیٰ حضرت کے قدموں میں گر پڑے اور درخواست کی کہ حضور مجھے بھی اپنی غلامی کا شرف بخش دیں۔

اعلیٰ حضرت نے اسی وقت جناب بابو حسن کو مُرید کر کے سلسلہ عالیہ میں داخل کیا اسطرح جناب بابو حسن صاحب اعلیٰ حضرت کے سرکاری قوال بن گئے یہ اعزاز آپکو مرتے دم تک حاصل رہا۔ سلسلہ عالیہ کے تمام خلفاء و سجادگان آپکا خاص خیال رکھتے تھے۔ سرکاری قوال ہونے کیوجہ سے سلسلہ عالیہ جہانگیریہ میں آپکو مقبولیت حاصل ہوئی جناب بابو حسن سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہونے کے بعد تمام سلاسل میں ایک اچھے قوال کی حیثیت سے کافی مقبول ہوئے۔

سماع میں آپ بہت سے راگوں کا استعمال کرتے ۔ دھیرج، جے جے ونتی، دیش، کھمباوتی راگنی ۔ ملہار اور اساوری۔ باگیشری، کلیان، مالکوس۔ اور راگ درباری وغیرہ اور بہت سے راگوں کے استعمال سے کلام کو ایسا نکھار دیتے تھے کہ سننے والوں کے دلوں پر اثر کرتا تھا۔ اور جب کسی محفل میں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب موجود ہوتے تو پھر جناب بابو حسن کلام پڑھتے ہوئے بیخود ہو جاتے تھے اور اسی عالم بیخودی میں کیا خوب پڑھتے تھے کہ شاید ہی کوئی صوفی وجد میں آنے سے باقی رہ جاتا تھا۔

آپ کی آواز میں غضب کا سوز وگداز تھا۔ سماع کے شروع میں ترانہ کا ساز ایسا بجاتے تھے کہ صوفیوں کو وجد آجاتا تھا۔ اور کچھ صوفی حضرات ترانہ کیساتھ اللہ کا ذکر کرنا شروع کردیتے تھے۔ اور یہ عمل کافی دیر تک جاری رہتا تھا۔ غزل کی گائیکی کا آپ حق ادا کردیتے تھے۔ اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے کے بعد آپ کا کلام شیریں سخن اور سوز وگداز سے بھرا ہوتا تھا۔ عید اور بقرعید کے دنوں میں اور ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو آپ آستانۂ عالیہ میں حاضر ہوکر اعلیٰ حضرت کو اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت نے آپکو ایسا نوازا تھا کہ انکے وصال کے بعد بھی آپ کی اہمیت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ ملتان شریف میں جناب مُنّے میاںؒ کے یہاں جب اعلیٰ حضرت کا عُرس ہوتا تھا۔ تو یہ وہاں ہر سال پابندی کیساتھ جایا کرتے تھے۔ عمر کی زیادتی اور سانس کی بیماری کی وجہ سے بعد میں آپ کی آواز میں کافی فرق آگیا تھا لیکن اسکے باوجود جناب مُنّے میاںؒ آپ کا خاص خیال رکھتے تھے اور کلام پڑھواتے تھے۔ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب سے محبت رکھنے والے تمام صوفی حضرات آپکا احترام کرتے تھے اور آپ سے کلام ضرور پڑھواتے تھے۔

حضور غوث الاعظمؒ کی شان میں آپ درج ذیل منقبت بہت اچھے انداز میں پڑھتے تھے۔

شاہِ جیلاں بہ منِ زار وپریشان مددے
نورِ عین عینِ نبی سیدّ و سلطان مددے

جس عمدگی اور محبت وعقیدت سے آپ یہ منقبت پڑھتے تھے وہ اپنی مثال آپ تھے۔
اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب آپ سے درج ذیل کلام بہت سنتے تھے۔

بہ مژگانِ سیاہ کردی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کرز چشمِ بیمارت ہزاراں درد در چینم

جہاں فانی و باقی فدائے شاہد و ساقی
کہ سلطانِ دو عالم راطفیلِ عشق میں بینم

حضرت امیر خسروؒ کی درجہ ذیل غزل کو بہت خوبصورت انداز میں پڑھتے تھے دوان غزل نرت اور اشارات کو اسطرح پیش کرتے تھے کہ شعر کا مطلب عام آدمی بھی سمجھ جاتا تھا۔

چشمِ مستے عجبے زلف درازے عجبے
مئے پر مستے عجبے فتنہ ترازے عجبے

ایک اور نعتیہ غزل کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کرتے تھے

اگر بینم شب ناگاہ من آن سلطان خوباں را
سرم درپائے وے آرم فداسازم دل وجاں را

اس غزل میں اعلیٰ حضرت دل و دل جاں را تکرار کرواتے تھے اور جب اس انداز سے غزل پڑھی جاتی تھی تو تمام صوفیوں کو وجد آجاتا تھا۔

۱۹۶۸ء میں راقم کو اعلیٰ حضرت نے خلافت واجازت سے نوازا تھا۔ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب کے عرس کے موقع پر چراغ ہوٹل لانڈھی نمبر ۵ میں آپ نے خلافت کا اعلان کیا۔ خلافت کی مبارک بادی دوسرے دن صوفی محمد اشرف صاحب کے گھر کے صحن میں خصوصی طور پر پڑھوائی گئی جناب بابو حسن قوال اور جناب عبدالرشید خاں کلّو قوال دونوں نے مل کر پڑھی جناب بابو حسن قوال اور جناب عبدالرشید خان کلّو قوال دونوں ایک ساتھ پڑھتے تھے تو سماع دو آتشہ بن جاتی تھی۔ آج یہ حضرات دنیا میں نہیں ہیں لیکن اپنے پیچھے بہت سی یادیں چھوڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے آمین جناب صوفی بابو حسن قوال اور جناب صوفی عبدالرشید خان کلّو قوال صرف قوال ہی نہیں ہیں بلکہ یہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ بھی ہیں۔ (اصلاحی)

وہ قوال جن کا کلام اعلیٰ حضرت سنتے تھے

شبو شنکر قوال:

اجمیر شریف کے شبو شنکر قوال کی جوڑی ہندوستان میں بہت اچھے قوالوں میں شمار ہوتی تھی۔ شبو میاں مسلمان تھے اور شنکر صاحب ہندو تھے لیکن یہ خواجہ خواجگان کی درگاہ کے خاص قوالوں میں شمار ہوتے تھے۔ تقسیم ہند سے پہلے اعلیٰ حضرت نے اور انکے پیر و مُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب نے ان کو بہت سنا تھا بمبئی میں جب اعلیٰ حضرت محفل سماع کرواتے تھے تو ان کو خاص طور پر بلواتے تھے۔ سلسلہ جہانگیری کے اکثر صوفی حضرات شبو شنکر کو اپنے یہاں بلواتے تھے۔ یہ راگ راگنی پر مہارت رکھتے تھے ہندی اور پوربی کلام کے ماہر تھے بہت اچھی ادائیگی تھی نرت اور اشارات پر کافی عبور تھا۔ فارسی کلام بھی بہت اچھا پڑھتے تھے۔

استاد کلّن خان اور بنّے میاں قوال

کلن خان صاحب اور بنّے میاںؒ کی جوڑی برصیغر کی بہت مشہور قوالوں میں شمار ہوتی تھی۔ کلن خاں کے آباؤ اجداد بلند شہر کے رہنے والے تھے بعد میں یہ مستقل طور پر دہلی آ گئے تقسیم ہند سے پہلے یہ دلی شہر میں حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی درگاہ میں باقاعدگی کیساتھ اپنا کلام سناتے تھے۔ ہندوستان کی تمام درگاہوں پر یہ عُرس کے موقعوں پر اپنا کلام سناتے تھے۔

حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہی نے ان کو خوب نوازا یہ برصغیر کے بہت اچھے قوالوں میں شمار ہوتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے پیر و مُرشد کے ساتھ ان کو بہت سی محفلوں میں سنا۔

تقسیم ہند کے بعد یہ کراچی آ گئے تھے اور اسی شہر میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ بنّے میاں کے انتقال کے بعد کلّن خان صاحب ادھورے رہ گئے تھے لیکن یہ کمی حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کی خدمت میں آنے کے بعد پوری ہوگئی۔ اعلیٰ حضرت نے ان کو اس طرح نوازا

کہ کلن خان کی پارٹی پاکستان کی اعلیٰ پارٹیوں میں شمار ہونے لگی اور اعلیٰ حضرت کی محبت نے جناب کلن خان صاحب کو فنِ قوالی کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ کلن خان صاحب اعلیٰ حضرت سے بے پناہ محبت کرتے تھے یہ اعلیٰ حضرت کے پگڑی بند قوال تھے۔ سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری کے علاوہ سلسلہ چشتیہ کے تمام صوفی حضرات اور گدّی نشین کلن خان کو اپنی محفلوں میں بلواتے تھے۔

اعلیٰ حضرت کے پاس یہ اکثر آیا کرتے تھے اور گاہے بگاہے اپنا کلام سناتے تھے۔ ہندی پوربی اور فارسی کلام بہت اچھی ادائیگی کیساتھ پڑھتے تھے۔ اردو غزلیں بہت اچھے اور دلنشین انداز سے پڑھتے تھے راگ راگنی اور سُروں پر مکمل دسترس حاصل تھی ایک مرتبہ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ کے عرُس کے موقع پر انہوں نے مندرجہ ذیل غزل پڑھی۔

دل وہ آباد نہیں جس میں تیری یاد نہیں
ہے وہ کافر جو تیری راہ میں برباد نہیں

اے غمِ یار تیرے دم سے ہے تعمیر حیات
تو سلامت ہے تو مٹی میری برباد نہیں

جگر مرادآبادی کی اس غزل کے مندرجہ بالا اشعار پر اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کو کیفیت ہوئی جو کافی دیر تک جاری رہی۔ آپ کی غزلوں پر بڑے بڑے سجادہ نشینوں اور صوفیوں کو وجد آجاتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد کلن خان پھر ٹوٹ پھوٹ گئے اور اعلیٰ حضرت کے چالیسویں کی محفل پڑھنے کے کچھ دن بعد آپ نے اس جہان فانی سے پردہ فرمالیا۔

جناب نتھو قوال

اعلیٰ حضرت کے خاص پگڑی بندھ قوال تھے۔ ان کا بڑے قوالوں میں شمار ہوتا اور فارسی کلام بہت خوب پڑھتے تھے۔ آپکے کلام پڑھنے کا انداز ایسا تھ کہ جسکو اعلیٰ حضرت بہت پسند فرماتے تھے۔ آپکے کلام کو سن کر اعلیٰ حضرت کے پیر بھائی حضرت راحت اللہ شاہؒ صاحب کو وجد ہوا پھر وجد کے دوران ہی آپ نے اس جہاں فانی سے پردہ فرمالیا۔ نتھو قوال بھی وصال فرما چکے ہیں لیکن بہت سی یادیں اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

جناب بہاؤ الدین قوال

جناب بہاؤ الدّین قوال کا تعلق ہندوستان کے شہر حیدر آباد دکن سے تھا۔ آپ تقسیم ہند کے بعد پاکستان آگئے اور کراچی شہر میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ کافی عرصہ تک آپ کراچی کی محفلوں کی رونق بنے رہے۔ فارسی کلام کی ادائیگی آپ پر ختم تھی۔ بہت دلنشین انداز میں کلام پڑھتے تھے کلام پڑھتے ہوئے کلام میں ڈوب جاتے تھے نرت، اشارات، غمزہ وعشوہ بہت عمدہ طریقہ سے ظاہر کرتے تھے مندرجہ ذیل فارسی کلام بہت خوبصورت انداز میں پڑھتے تھے۔

نمی دانم چہ منزل بودشب جائے کہ من بودم
بہ ہر سو رقصِ بسمل بودشب جائے کہ من بودم

ان کے کلام کی دلنشینی کا اندازہ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ان کے کلام پر بڑے بڑے صوفیوں اور سجادہ نیشنوں کو وجد آجاتا تھا۔ اردو اور فارسی کے علاوہ ہندی اور پوربی کلام پر بھی عبور رکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل کلام بہت عمدہ طریقے سے پڑھتے تھے۔

اے ری سکھی ری مورے خواجہ گھر آئے بھاگ لگے اس انگن کو

حضرت امیر خسروؒ کے کلام بہت اچھے طریقے سے پڑھتے تھے محفل سماع میں رنگ پیش کرنا جناب امیر خسروؒ کی بہت عظیم کاوش ہے۔ جناب بہاؤ الدین اس رنگ کو بہت اچھے انداز سے پڑھتے تھے جس کو سن کر صوفیوں کو وجد آجاتا تھا اور پوری محفل وجد کرنے لگتی تھی۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ سے ان کو بہت عقیدت تھی۔ جب گدّی پر اعلیٰ حضرت بیٹھے ہوتے تھے تو یہ عشق میں ڈوب کر کلام پڑھتے تھے۔ جب اعلیٰ حضرت اپنے

پیرومرُشد کا عرُس کراتے تھے تو جناب بہاء الدّین ضرور شرکت کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد یہ کافی عرصہ تک آپکے عرُس مبارک میں شرکت کرتے رہے پھر بیماری کیوجہ سے اپنے لڑکوں کو بھیجنے لگے۔ کافی عرصہ تک سماع کی محفلوں پر چھائے رہے۔ پھر آپ نے بھی اس جہاں فانی سے پردہ فرمالیا جناب رئیس خلیق نظامی اور منظور احمد خان نیازی آپکے قرابت دار ہیں۔

جناب منظور احمد خان نیازی قوال

جناب شاہ نیاز احمدؒ بریلوی سے نسبت رکھنے والے جناب منظور احمد خان نیازی فنِ قوالی کے ایک مانے ہوئے استاد کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ جناب حضرت حکیم جمیل عارفیؒ کے پگڑی بند سرکاری قوال تھے۔ ہر جمعرات کو بعد نمازِ مغرب آستانہ عالیہ صدر میں محفل سماع میں آپ کلام پڑھتے تھے۔ ہر ماہ کی ۱۱ تاریخ کو آپ ضرور آتے تھے۔ جناب عارفی صاحب کے علاوہ اعلیٰ حضرت بھی آپکے کلام کو پسند فرماتے تھے۔ اردو اور فارسی کے علاوہ ہندی اور پوربی پر بھی عبور رکھتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد یہ اعلیٰ حضرت کے عرس میں کافی عرصہ تک حاضری دیتے رہے۔ آسمان سماع پر درخشندہ ستارے کیطرح چمکنے والے جناب منظور احمد خان نیازی پردہ فرما چکے ہیں لیکن کافی یادیں اپنے پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ جب سماع کی بات چھڑتی ہے تو ان کا نام بھی لوگوں کی زبان پر ضرور آتا ہے۔

جناب جعفر نظامی قوال

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے پسندیدہ قوال تھے۔ غزل کی گائیکی میں راگ راگنیوں کا عمدہ طریقہ سے استعمال کرتے تھے۔ ہندی اور پوربی کلام پر بھی کافی عبور تھا۔ درج ذیل کلام بہت خوبصورت انداز میں پڑھتے تھے۔

بہت کٹھن ہے ڈگر پنگھٹ کی کیسے میں بھر لاؤں مدھوا سے مٹکی
خسرو نظام کے بل بل جائیں لاج رکھی مورے گھونگٹ پٹ کی

اسکے علاوہ اردو اور فارسی پر بھی کافی عبور رکھتے تھے۔ اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا کلام سناتے تھے۔

جناب عبدالرشید خان کلو قوال

آپکا تعلق میر پور خاص سے تھا۔ آپکی آواز میں سوز و گداز تھا اعلیٰ حضرت آپکا کلام سنتے تھے جب اعلیٰ حضرت میر پور خاص جاتے تھے تو اکثر محفلوں میں یہ اپنا کلام سناتے تھے۔

جناب رئیس خلیق نظامی

جناب رئیس خلق نظامی نے اپنی جوانی میں اعلیٰ حضرت کو اپنا کلام سنایا تھا پھر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ان کے عُرس میں پابندی کیساتھ آیا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد آپکے خلفاء حضرات خاص طور پر جناب ماسٹر ریاض الحسن صاحب اور جناب ڈاکٹر عبدالغفار شاہ صاحب اپنی محفلوں میں ان کو خاص طور پر بلایا کرتے تھے۔ سلسلہ ابوالعلائی جہانگیری کے اکثر صوفی عُرس میں آپکو بلایا کرتے تھے۔

جناب انور قوال

آسمان سماع پر ایک درخشندہ ستارے کی طرح چمک رکھنے والے جناب محمد انور قوال فن قوالی کے میدان میں کافی عرصہ تک چھائے رہے۔ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب آپ کو اپنی محفلوں میں بلایا کرتے تھے۔ آپ کلام کو بہت اچھے انداز میں پڑھتے تھے خصوصاً اردو، فارسی اور ہندی کلام کو بہت عمدہ طریقہ سے پڑھتے تھے۔

ایک مرتبہ شاہ فیصل کالونی میں جناب صوفی رئیس احمد کے گھر میں محفل سماع میں انہوں نے اپنی نعتیہ غزل پڑھی جسکے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

آج بھی عام ہیں ان کے جلوے پر کوئی دیکھ سکتا نہیں ہے
سب کی آنکھوں پہ پردے پڑے ہیں ان کے چہرہ پہ پردہ نہیں ہے

شیشہ پتھر سے ٹکرا کے ٹوٹا ٹوٹنے کی صدا سب نے سن لی
دل اگر ٹوٹ جائے کسی کا کوئی آواز سنتا نہیں ہے

یہ محبت نہیں ہے تو کیا ہے یہ حقیقت نہیں ہے تو کیا ہے
جان ہم ان پر دیتے ہیں انور جن کو آنکھوں سے دیکھا نہیں ہے

اس غزل پر بہت سے صوفیوں کو وجد آ گیا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ پوری محفل وجد کرنے لگی ہندی اور پوربی کلام کی ادائیگی آپ پر ختم تھی کیا خوبصورت انداز ہوتا تھا کہ سننے والے دم بخود رہ جاتے تھے۔ جناب انور قوال سماع میں مندرجہ ذیل منقبت ضرور پڑھتے تھے۔

عنایت عطا فیض داتا حسن
یہی ہے یہی خواجہ یعقوب کا چمن

رہیں شاد اس باغ کے نونہال
یہ ہے بوالعلاء کی قبول انجمن

آپ اعلیٰ حضرت کے پگڑی بند قوال تھے اعلیٰ حضرت سے آپکو عقیدت و محبت تھی۔ کافی عرصہ تک دنیائے سماع کے آسمان پر چھائے رہنے والے محمد انوار قوال اب اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن اپنی یادیں چھوڑ گئے ہیں۔ آپکے بعد آپکے صاحبزادے جناب سراج انور قوال بھی کافی مقبول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر خاص طور پر شرکت کرتے ہیں اور اپنا کلام سناتے ہیں جناب منے میاں کے یہاں ملتان شریف آپ پابندی کیساتھ جاتے ہیں۔ سلسلہ عالیہ ابوالعلائی جہانگیری کے تمام خلفاء حضرات اور سجادگان آپکو اپنی محفلوں میں بلاتے ہیں۔

بخشی سلامت علی

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب جب پنجاب کے دورے پر جاتے تھے تو وہاں اکثر محفلوں میں بخشی سلامت علی کو آپ نے سنا ہے خصوصاً پاکپتن میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس کے موقع پر بخشی سلامت علی اپنا کلام سنایا کرتے تھے۔ راقم نے اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں کئی مرتبہ ان کو سنا ہے۔

آپ بہت اچھے انداز میں پڑھا کرتے تھے۔ خصوصاً پنجابی کلام اور بابا بلّھے شاہ کے کلام کو خوبصورت انداز سے پڑھتے تھے۔ فارسی اور اردو پر بھی دسترس رکھتے تھے۔ پنجاب کے مشہور قوال جناب بخشی سلامت علی اس دنیا میں نہیں ہیں لیکن اپنی یادیں چھوڑ گئے ہیں۔

جناب محمد علی فریدی قوال

قبولہ شہر سے تعلق رکھنے والے جناب محمد علی فریدی قوال پاکپتن میں جناب خمار شاہ اور منے میاں کی محفلوں میں تشریف لاتے تھے۔ ایک مرتبہ راقم نے جناب خمار شاہ صاحب کی محفل میں ان کو سُنا تھا ان کے علاوہ راقم نے جناب منے میاں کی بہت سی محفلوں میں ان کو سُنا تھا بہت اچھے انداز میں پنجابی کلام پڑھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں صوفی نواب الدّین کے گھر میں ان کو سُنا انہوں نے بہت اچھے انداز میں کلام پڑھا تھا۔

جناب زکی تاجی قوال

حضرت بابا ذہین شاہ تاجیؒ اور جناب یوسف شاہ تاجیؒ سے نسبت رکھنے والے جناب ذکی تاجی قوال فن قوالی کے ایک بڑے استاد کی حیثیت رکھتے تھے۔ مختلف راگ راگنیوں سے مُرصّع ساز اور اس کے ساتھ آپ کی پاٹ دار آواز محفل سماع میں بڑے جادو جگا دیتی تھی۔ غزل کی گائیکی میں آپ خوب مہارت رکھتے تھے۔ آپکی پارٹی کراچی کی بڑی پارٹیوں میں شمار ہوتی تھی۔

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب اپنے مُرشد کا عُرس کرواتے تھے یہ ضرور تشریف لاتے تھے۔ پھر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد ان کے عُرس میں پابندی کیساتھ آتے رہے۔ سلسلہ جہانگیری کے اکثر خلفاء حضرات ان کو اپنی محفلوں میں بلاتے تھے۔

عبدالواحد قوال

اعلیٰ حضرت نے ان کو سنا ہے بہت اچھا کلام پڑھتے تھے راگ راگنی سے بھی واقفیت رکھتے تھے۔ جناب رمضان شاہ صاحب اور جناب عبدالرزاق شاہ صاحب ان کو اپنی محفلوں میں بُلاتے تھے۔ ماسٹر ممتاز ان کے شاگرد ہیں بہت اچھا پڑھتے ہیں۔

جناب غلام فرید صابری قوال

جس زمانے میں غلام فرید اور مقبول صابری لڑکے تھے اُس زمانے میں یہ اعلی حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا کلام سنایا کرتے تھے پھر جب ان کی شہرت کو چار چاند لگ گئے پھر اُنہوں نے آنا بند کر دیا اِس کے بعد پھر کبھی اعلیٰ حضرت یا اُن کے خلفاءِ حضرات اور سلسلہ جہانگیری میں کسی محفل میں یہ نظر نہیں آئے۔

ایک مرتبہ پاکپتن میں حضرت بابا فرید گنجِ شکر کے عُرس کے موقع پر اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں اِن کو سنا تھا جبکہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب جناب دیوان قطب الدّین کی جگہ مسند پر تشریف رکھتے تھے۔

غلام فرید صابری فنِ قوالی کے ایک مانے ہوئے اُستاد تھے۔اُردو کلام کے علاوہ فارسی، ہندی، پوربی اور پنجابی کلام بہت خوبصورتی سے پڑھتے تھے راگ راگنیوں پر مکمل عُبور رکھتے تھے فنِ موسیقی میں یہ جناب اُستاد رمضان خان صاحب کے شاگرد تھے بہت سے راگ اور راگنیوں کے استعمال کے ساتھ یہ کلام پڑھتے تھے۔

سرِ لامکاں سے طلب ہوئی سُوئے مُنتہا جو چلے نبی
کوئی حد ہے اُن کے عروج کی بلغ العلی بکمالہِ

مندرجہ بالا اور مندرجہ ذیل کلام آپ کا بہت مشہور ہوا اور اِسی کلام کی وجہ سے آپ کو مُلک گیر اور بین الاقوامی شہرت ملی۔

تاجدارِ حرم ہو نگاہِ کرم ہم غریبوں کے دِن بھی سنور جائیں گے
آپ ہی گر نہ لیں گے ہماری خبر ہم مصیبت کے مارے کدھر جائیں گے

یاور علی واجد علی مٹکے والے

کراچی کی محفلوں میں مٹکے والے قوال کے نام سے مشہور تھے ان کی قوالی میں مٹکے کا ساز اور ڈھولک کی سنگت کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کرتے تھے۔ غزل کی گائیکی پر بھی عبور رکھتے تھے اکثر اعلیٰ حضرت کی محفلوں میں تشریف لاتے تھے۔

سنتو قوال

پنجابی کلام کو بہت اچھے انداز میں پڑھتے تھے۔ بابا بُھلے شاہؒ، میاں محمدؒ اور خواجہ فریدؒ کے سرائیکی کلام کو بہت اچھے انداز میں پڑھتے تھے راقم نے پاکپتن میں ان کو کئی بار سنا تھا اعلیٰ حضرت نے بھی پاکپتن میں اِن کو سنا تھا۔

نصرت فتح علی خان قوال

حضرت بابا فریدالدین گنجِ شکرؒ کے عُرس کے موقع پر راقم نے اعلیٰ حضرت کیساتھ اِن کو سنا تھا اُس وقت نُصرت فتح علی کی عمر تیرہ سال تھی یہ اپنے والد اور چچا کے ساتھ مل کر پڑھتے تھے ہم محفلِ سماع میں اعلیٰ حضرت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ہم نے اعلیٰؒ حضرت سے کہا حضور اِس لڑکے کی آواز کتنی سُریلی ہے آپ نے فرمایا یہ آئندہ آنے والے زمانے میں بہت بڑا قوال بنے گا اور اِس کو بہت شہرت ملے گی اور یہی ہوا اور نُصرت فتح علی خان بہت بڑے قوال بنے۔ نُصرت فتح علی خان راگ، راگنی اور غزل کی گائیکی پر بہت عبور رکھتے تھے یہ اپنے وقت کے بہت بڑے اُستاد بنے لیکن اُنہوں نے زیادہ عُمر نہیں پائی۔

کشف و کرامات

کشف وکرامات اور معجزات کے بارے میں یہ بتانا ضروری ہے کہ اِن کی حقیقت کیا ہوتی ہے۔ ایسے واقعات جن کو سمجھنے کے لیے انسانی عقل عاجز ہواُن کو معجزہ یا کرامات کہتے ہیں اگر یہ کسی اللہ کے نبی سے سرزرد ہوں تو اِن کو معجزہ کہتے ہیں اور اگر یہ اللہ کے ولی سے سرزرد ہوں تو ان کو کرامت کہتے ہیں دراصل حقیقت یہ ہے کہ تمام متحیرّ العقل واقعات کا تعلق اللہ کی ذات سے ہوتا ہے نبی ،یارسول اور اولیاء اللہ کے زریعے اللہ کی طاقت کارفرما ہوتی ہے۔لہٰذا یہ لوگ صرف اللہ رب العزت کی طاقت اور اظہار کا ایک واسطہ ہوتے ہیں ورنہ اگر حقیقتاً دیکھا جائے تو اللہ کے حکم کے بغیر کوئی طاقت ایسی نہیں کہ جو اِس کارخانہءِ حیات میں ذرّہ برابر بھی تبدیلی کر سکے جیسے کہ قرآن حکیم میں اللہ ربّ العزت ارشاد فرماتا ہے ۔

لا حول ولا قوة الا بالله العلى العظيم

جب مومن عبادت وریاضت اور مجاہدہ کرتے کرتے ایک ایسے کمال کے درجے پر پہنچ جائے کہ جس کے لئے حدیثِ قدسی میں فرمایا گیا ہے کہ وہ میری آنکھ میرے ہاتھ اور میری زبان بن جاتے ہیں اللہ تعالی کی طرف سے ان کے لیے یہ انعام ہوتا ہے یہ اللہ کے عاشق بندے جب کسی کو محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں تو اسُ پر اللہ کا کرم ہو جاتا ہے اور جب یہ غیض وغضب سے دیکھتے ہیں تو اُس پر اللہ کا قہر نازل ہو جاتا ہے۔معجزات اور کرامات خُدائی طاقت کا مظہر ہوتے ہیں لیکن یہ جس بزرگ موصوف کی وجہ سے انجام پاتے ہیں تو اس کی نسبت عام طور پر اُس بزرگ کی ذات سے موسوم کی جاتی ہے جیسے حضرت عیسیؑ کا مُردوں کو زندہ کرنا یا بیماروں کو شفاء پانا۔حضور سرکارِ دوعالمؐ کے بے حساب معجزات اور اولیاء کرام کی بے شمار کرامات وغیرہ۔اِن تمام چیزوں سے اللہ کی عظمت کا اظہار ہوتا ہے یہی وہ نشانیاں اور انعامات ہے جو اللہ اپنے برگزیدہ بندوں کو عطا کرتا ہے۔ جہاں تک اعلیٰ حضرت

خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کرامات کا تعلق ہے تو انکی تعداد اِتنی ہے کہ اگر ان سب کو احاطہ تحریر میں لایا جائے تو ایک ضخیم کتاب بن جائیگی ۔ہم نے ایک کتاب بہ عنوانِ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہ تحریر کی تھی جس میں آپ کی دس کرامات کا ذکر ہے زیرِ نظر کتاب شانِ یعقوبی میں بھی آپ کی کچھ کرامات کو بر سبیل تذکرہ تحریر کر رہے ہیں جن کو سلسلہِ عالیہ کے مستند ذرائع سے حاصل کیا گیا ہے۔

کشف سے مُرید کے دل کا حال معلوم کرنا

سید منظور علی ہاشمی اعلیٰ حضرت کے ایک نامی گرامی صاحب اجازت خلیفہ تھے ۔آپ کے صاحبزادگان بتاتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہمارے والد صاحب سکھر سے اعلیٰ حضرت کے ساتھ کراچی آئے یہاں آپ لوگ جس مُرید کے یہاں ٹھہرے ہوئے تھے اُنہوں نے اعلیٰ حضرت کے ساتھ بہت سے پیر بھائیوں کی دعوت کی ۔دعوت میں اور دیگر کھانوں کے ساتھ خاص طور پر مچھلی کا اہتمام کیا گیا تھا۔

کھانا کھانے کے لئے دستر خوان لگا دیا گیا اعلیٰ حضرت نے بسم اللہ کہہ کر مچھلی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور سب کو کھانے کی اجازت دے دی ۔ہاشمی صاحب نے بھی مچھلی کھانے کے لیئے ہاتھ بڑھایا لیکن ہاتھ میں مچھلی کا نوالہ لے کر دل میں سوچتے رہے کہ میں یہاں تو مچھلی کھا رہا ہوں نہ معلوم میرے بچے روہڑی میں اپنے گھر میں کیا کھا رہے ہونگے۔

اعلیٰ حضرت نے جب دیکھا کہ جناب ہاشمی صاحب نوالہ ہاتھ میں لے کر سوچ رہے ہیں۔آپ کہنے لگے ارے ہاشمی کھاؤ کھاؤ مچھلی کھاؤ تمھارے بچے بھی یہی کھا رہے ہیں۔ہاشمی صاحب نے شرمندہ ہو کر کھانا شروع کر دیا بعد میں فرصت پا کر ہاشمی صاحب نے اپنے گھر روہڑی فون کیا اور بچوں سے پوچھا کہ تم لوگوں نے کھانے میں کیا کھایا تھا۔انہوں نے کہا کہ ابّا ہم سب نے مچھلی کھائی تھی۔

دراصل واقعہ یوں ہوا کہ آپ کے لڑکے سید بابر علی ہاشمی اور سید محمود علی ہاشمی دونوں بھائی دریائے سندھ پر مچھلی کا شکار کرنے گئے وہاں کانٹے میں اتنی بڑی مچھلی پھنس گئی کہ جو قابو نہیں آرہی تھی انہوں نے کئی داگیروں کو مدد کیلیئے پکارا سب نے ملکر روز لگایا تو وہ کنارے پر آگئی۔اتنی بڑی مچھلی تھی کہ سب لوگ حیران رہ گئے۔اسکے بہت سے ٹکڑے کیئے گئے اور کافی لوگوں کو تقسیم کیا گیا پھر بھی اتنی مچھلی گھر میں آئی کہ کئی دنوں تک مچھلی گھر میں پکا کر کھاتے رہے۔

قبر شریف پر غیب سے لڈّو کا نمودار ہونا

راقم کی ایک مُریدہ دلشاد بیگم زوجہ انسپکٹر اظہر حسین جعفری بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ میں دن کے وقت اعلیٰ حضرت کے مزار کی زیارت کیلئے آئی تھی ۔ قدم بوسی کرنے کے بعد جب میں کھڑی ہوگئی تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ جہاں میں نے قدم بوسی کی تھی وہاں ایک کاغذ پر پانچ عدد بڑے بڑے لڈو رکھے ہوئے ہیں۔ میں بہت حیران ہوئی کہ میرے سوا یہاں کوئی نہیں آیا تو یہ لڈو کہاں سے آگئے میں خوف زدہ بھی ہوئی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید کوئی عورت یا آدمی لڈو رکھ گیا ہو اور تم کو اسکا احساس نہیں ہوا۔ میں نے مزار شریف کے حجرہ سے باہر نکل کر چاروں طرف دیکھا تو کوئی بھی شخص نظر نہیں آیا۔

مجھے اسوقت بھوک لگ رہی تھی لہٰذا میں نے ایک لڈو اٹھا کر کھالیا۔ بہت مزیدار لڈو تھا جو اسپیشل بنا ہوا تھا کسی مٹھائی کی دوکان کا نہیں لگتا تھا۔ میں جب فاتحہ پڑھ کر باہر نکلی تو مسجد کیطرف سے مزار کی دیکھ بھال کرنے والے جناب گڈو میاں آتے ہوئے نظر آئے میں نے آواز دیکر ان کو بلایا اور لڈوں کے بارے میں بتایا انہوں نے کہا کہ یہاں سوائے تمھارے اور کوئی نہیں آیا۔ میں نے باقی چار لڈو ان کو دے دیئے۔ اکثر ایسے حیران کن واقعات آپکے مزار شریف پر ہوتے رہتے ہیں۔

مسندِ کے دونوں طرف ببّر شیروں کا ظاہر ہونا

جناب فرید احمد ٹھیکدار اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے خاص چاہنے والے مُریدوں میں شمار ہوتے ہیں۔ پہلے آپ شاہ فیصل کالونی میں رہائش پذیر تھے بعد میں آستانہ عالیہ رفاہِ عام شمسی سوسائٹی کے عقب حسن مجتبیٰ ٹاؤن منتقل ہو گئے ان کی زوجہ محترمہ زینب بی بی ایک واقعہ بیان کرتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے آستانہ عالیہ کا پلاٹ ۱۹۷۰ء میں نواب نامی ایک شخص سے خریدا تھا جو آستانہ کے قریب ہی رہتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کے ہاتھ پلاٹ فروخت کرنے کے بعد اس کے نیت میں فتور آ گیا اور پلاٹ خالی کرنے کیلئے حضرت پر دباؤ ڈالنے لگا حضرت نے فرمایا کہ یہ پلاٹ ہم نے تم سے خریدا تھا اور اب ہم یہاں مقیم ہو گئے ہیں ہم اسکو کیونکر واپس کریں تم لین دین کی پاسداری سے کیوں مخرف ہوتے ہو یہ اچھی بات نہیں۔

اعلیٰ حضرت جب بکرا پیڑھی کے آستانہ سے یہاں تشریف لائے تھے تو کچھ دنوں کے اندر مُریدین نے پلاٹ کے چاروں طرف چار دیواری تعمیر کر دی تھی اور ایک جھونپڑی جسکی ٹین کی چھت تھی تعمیر کر دی تھی۔ نواب پلاٹ خالی کروانے پر تلا ہوا تھا حالانکہ اعلیٰ حضرت نے پلاٹ واپس دینے سے انکار کر دیا تھا لیکن وہ طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کر رہا تھا۔ ایک دن جب اعلیٰ حضرت اکیلے آستانہ میں بیٹھے ہوئے تھے نواب کچھ بدمعاشوں کو لیکر آ گیا یہ سب مسلح تھے اسکا خیال تھا کہ ڈرا دھمکا کر بزور قوت یہ جگہ خالی کروالی جائے اعلیٰ حضرت اسوقت اپنی مسند پر اکیلے بیٹھے ہوئے تھے اور صرف ایک خادم موجود تھا۔ جب مسلح افراد اعلیٰ حضرت کے سامنے آئے تو وہ اعلیٰ حضرت کو دیکھ کر فوراً ہی انکے پاؤں پر گر گئے اور گڑ گڑا کر معافی مانگنے لگے۔ آپ نے سب کو معاف کر دیا۔

جب نواب نے یہ نقشہ دیکھا تو بہت حیران ہوا بعد میں ان لوگوں سے پوچھا کہ میں تمھیں پیسے دے کر ان کو ڈرانے دھمکانے کیلئے لیکر آیا تھا۔ لیکن تم ان کو دھمکانے کے بجائے خود ہی ان کے پاؤں پر گر گئے۔ ان لوگوں نے کہا کہ شاید تم کو نظر نہیں آیا جب ہم لوگ حضرت یعقوب علی شاہؒ صاحب کے سامنے گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپکے دونوں طرف دو سفید ببر شیر بیٹھے ہوئے ہیں ہمکو دیکھ کر آہستہ آہستہ غرا رہے تھے اور اشارہ کر رہے تھے کہ اگر تم لوگوں نے اعلیٰ حضرت کو ہاتھ بھی لگایا تو تم لوگوں کو پھاڑ کر کھا جائینگے۔

اس واقعہ کے کافی عرصہ کے بعد جب اعلیٰ حضرت کا وصال ہو گیا تو نواب نے یہاں اعلیٰ حضرت کی تدفین میں رکاوٹ ڈالی اور سخت مخالفت کی اور پولیس کو رشوت دے کر یہاں پر پولیس کی اچھی خاصی نفری جمع کر لی جو اعلیٰ حضرت کی یہاں پر تدفین میں رکاوٹ ڈال رہے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں آپکے مُریدین اکٹھا ہو چکے تھے جو سر دھڑ کی بازی لگانے کیلئے کمر بستہ تھے۔

اسوقت ملیر کینٹ سے حضرت نقیب اللہ شاہؒ صاحب کے بہت سے مُریدین جن میں کئی فوجی افسر و جوان تھے آ گئے اور انہوں نے پولیس کو وارننگ دی کہ وہ فوراً یہاں سے چلے جائیں جب راشی پولیس والوں نے فوج کے افسران اور جوانوں کو دیکھا تو وہ یہاں سے چلے گئے اور نواب اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا۔

پولیس سپرنٹنڈنٹ کا وجد میں آنا

اعلیٰ حضرت کے ایک خلیفہ مجاز جناب نظام الدین صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب اعلیٰ حضرت آستانہ عالیہ بکرا پیٹرھی میں مقیم تھے تو وہاں آپ اپنے پیرومُرشد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب اور سیدنا سرکارؒ کا عُرس کراتے تھے۔ بکرا پیٹرھی میں ایک شخص علاؤالدین آپ سے بلاوجہ کی مخاصمت رکھتا تھا اور وہ کوشش کرتا رہتا تھا کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کو نقصان پہنچائے اسکے باوجود اعلیٰ حضرت اسکی حرکتوں کو درگذر کردیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ حضرت سیدنا سرکار کا عُرس آپ بکرا پیٹرھی کے مین روڈ پر کرارہے تھے بہت سے صوفی حضرات موجود تھے۔ جب علاؤالدین کو معلوم ہوا کہ عُرس ہورہا ہے تو اس نے DIG کو فون کردیا کہ یہ مرکزی روڈ پر عُرس کرارہے ہیں اسکو بند کردیا جائے DIG اس شخص کا رشتہ دار تھا لہذا اس نے علاؤالدین کے کہنے پر عمل کیا اور ایک SP کیساتھ پولیس کی بھاری نفری بھیج دی تا کہ وہ محفل سماع کو بند کرواسکے SP نے یہاں آکر بڑے رعونت کیساتھ کہا کہ کون ہے وہ جو یہ محفل کروارہا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ بزرگ جو مسند پر بیٹھے ہوئے ہیں وہی یہ محفل کروارہے ہیں۔ جب وہ اعلیٰ حضرت کے قریب آیا تو اعلیٰ حضرت نے ایک نگاہ مستانہ سے اسکی طرف دیکھا۔ SP نے جب اعلیٰ حضرت کیطرف دیکھا اور نگاہیں ملیں تو اچانک وہ محفل سماع میں وجد کرنے لگا اور یہ کہنے لگا۔ یعقوب پیا اِلا اللہ یعقوب میاں اِلا اللہ اور یہ کہتے کہتے کافی دیر تک وجد کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر پڑا اور پاؤں چومنے لگا پھر آپکی دست بوسی کرنے کے بعد اس نے پولیس کو وہاں سے جانے کا حکم دے دیا۔ تمام حاضرین محفل حیران تھے کہ یہ کس طرح سے ہوگیا۔ SP نے دوبارہ آپ کے پاؤں چومے اور وہاں سے چلا گیا۔ اور محفل سماع اپنی پوری آب وتاب سے صبح تک جاری رہی۔

قتل کے مجرم کا خود گرفتاری پیش کر دینا

جناب صوفی نظام الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے ایک مُرید کا لڑکا جس پر قتل کا ناحق الزام آ گیا تھا بہت پریشان تھا وہ اِدھر اُدھر پولیس سے چھپتا پھر رہا تھا۔ پریشانی میں اسکو اپنے پیر و مُرشد کا خیال آ گیا اس نے سوچا کہ اعلیٰ حضرت کے پاس جا کر واقعہ گوش گذار کر دیا جائے تا کہ وہ دعاء کریں تو شاید اس مصیبت سے چھٹکارہ مل جائے۔

ایک دن وہ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ گوش گذار کر دیا۔ اعلیٰ حضرت نے اسکی رُوداد سن کر کہا کہ تم بالکل مت گھبراؤ اور کوئی فکر نہ کرو اللہ بہت بڑا کارساز ہے۔ پولیس کو نہ جانے کیسے پتہ چل گیا کہ ملزم آستانہ میں موجود ہے۔ پولیس والے اعلیٰ حضرت کے پاس آئے اور کہنے لگے ایک قتل کا ملزم آپ کے یہاں موجود ہے۔ اعلیٰ حضرت نے پولیس افسر سے کہا کہ اگر یہاں قاتل موجود ہے تو تم اسکو پکڑ کر لیجاؤ۔

پولیس نے وہاں پر موجود سب لوگوں کو اچھی طرح دیکھا اور اس لڑکے کی طرف بھی دیکھا لیکن مایوس ہو کر کہنے لگے کہ ان میں وہ ملزم نہیں ہے۔ جب پولیس چلی گئی تو اعلیٰ حضرت نے لڑکے سے کہا کہ ہم کو معلوم ہے تم بالکل بقصور رہو انشاء اللہ قاتل تین دن کے بعد خود گرفتاری پیش کر دے گا۔ اور پھر ایسے ہی ہوا تین دن بعد اصل مجرم تھانے میں حاضر ہو گیا اور اپنے جُرم کا اقرار کر لیا۔

کنٹھ مالا کا گردن پر ہاتھ پھیرتے ہی غائب ہو جانا

معین خان (سابق کپتان قومی کرکٹ ٹیم) کے والد جناب رئیس خان حسنی اعلیٰ حضرت کی کرامت کا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم اور ہماری زوجہ معین خان کیساتھ اعلیٰ حضرت سے ملنے کیلئے آستانہ عالیہ حسن مجتبےٰ ٹاؤن شمسی سوسائٹی آئے۔ اعلیٰ حضرت ہم لوگوں کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور بڑی محبت کیساتھ ہم لوگوں کو بٹھایا۔ ان دنوں معین خان کے گلہ میں گنٹھ مالا نکل آئی تھی جس کی وجہ سے اکثر اس کی طبیعت خراب رہتی تھی ہم نے دوران گفتگو اعلیٰ حضرت سے معین خان کی کنٹھ مالا کا ذکر کر دیا آپ نے بڑے پیار سے کہا ادھر آؤ بیٹا۔ معین خان اعلیٰ حضرت کی گود میں بیٹھ گئے اعلیٰ حضرت نے اپنے دونوں ہاتھوں سے کنٹھ مالا کو آہستہ آہستہ مسلنا شروع کر دیا اور پھر فرمایا کچھ بھی نہیں ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد کہنے لگے جاؤ بیٹا کھیلو۔

جناب رئیس خان حسنی فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے ہماری خوب خاطر تواضع کی اور اعلیٰ حضرت کی محبت بھری باتیں سنتے سنتے کافی دیر ہوگئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہم سے اتنی محبت کیساتھ پیش آتے تھے کہ آپ سے جدا ہونے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ بس دل یہ چاہتا تھا کہ آپ کی باتیں سنتے رہیں اور آپکو دیکھتے رہیں۔ راقم سے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ کافی دیر بعد اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر ہم اپنے گھر واپس آئے گھر آکر جب ہم نے معین خان کے گلے کو دیکھا تو بہت حیرانگی ہوئی کہ گلہ پر کنٹھ مالا کا کوئی نشان بھی باقی نہ رہا سب غائب ہوگئی۔ یہ دیکھ کر ہم اور ہماری زوجہ بہت خوش ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہم اعلیٰ حضرت خواجہ یعقوب علی شاہؒ کی صورت میں اپنے پیرومرشد اعلیٰ حضرت خواجہ محمد صوفی حسن شاہؒ صاحب کا دیدار کرتے رہتے تھے۔ جناب رئیس خاں حسنی کی زوجہ اور صاحبزادگان اعلیٰ حضرت سے بیعت ہیں۔

شیشے کی گٹھری کا ٹرین سے گرنا اور شیشوں کا ثابت رہنا

یہ ان دنوں کا واقعہ ہے کہ جب اعلیٰ حضرت شہدار پور (سندھ) میں مقیم تھے۔ اس شہر میں آپ اکثر تشریف لاتے رہتے تھے کیونکہ یہاں آپکے کافی مُرید رہتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کے ایک خلیفہ جناب لطیف صاحب ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں ایک ہوٹل والا آپ سے ارادت رکھتا تھا اسکو آپ سے کافی عقیدت تھی۔

ایک مرتبہ وہ اپنے ہوٹل کی آرائش وزیبائش کیلئے رنگین شیشے خریدنے کیلئے کراچی چلا گیا جب شیشے خرید کر وہ ٹرین میں شہداد پور واپس آرہا تھا تو اس کو خیال آیا کہ جاتے وقت وہ اعلیٰ حضرت سے مل کر نہیں گیا تھا۔ یہ اچھا نہیں ہوا۔ بہر حال اُس نے سوچا کہ واپس میں جاکر مل لوں گا۔ جب شہداد پور آنے لگا تو اس نے شیشے کی گٹھری ڈبے کے دروازے پر رکھ دی تاکہ جلدی اترنے میں آسانی ہو جائے۔

جب ٹرین شہداد پور پہنچی تو انجن نے اتنی زور کا بریک لگایا کہ اسکے دھکے سے شیشے کی گھٹری دروازے سے نیچے گر گئی اور لڑھکتی ہوئی بہت فاصلے پر جا پہنچی۔ اس نے دل میں خیال کیا کہ اب شیشے ٹوٹ پھوٹ گئے ہونگے اور میں اعلیٰ حضرت سے اجازت لے کر نہیں گیا تھا لہٰذا اعلیٰ حضرت کی خدمت میں جاکر سارا واقعہ اُن کے گوش گذار کر دیا جائے۔ ہوٹل والے نے اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچ کر قدم بوسی کے بعد تمام ماجرا بیان کر دیا اور کہا کہ حضور شیشے سب ٹوٹ گئے ہونگے۔

آپ نے فرمایا کہ تم نے گھڑی کھول کر دیکھی تھی۔ اس نے کہا کہ میں دیکھے بغیر آپ کی خدمت میں چلا آیا ہوں آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ سارے شیشے ثابت ہیں جاؤ گھڑی کھول کر دیکھ لو۔ جب ہوٹل والے نے گھڑی کھول کر دیکھی تو حیران رہ گیا تمام شیشے ثابت تھے شیشے کا کوئی کونا بھی نہیں ٹوٹا تھا۔ جو لوگ وہاں موجود تھے وہ بھی حیرت زدہ رہ گئے تھے۔ قربان جائیں اس پیر کامل کے جنکو اللہ تعالیٰ نے نبیوں جیسی صفات عطا فرمائی تھیں۔

کشف کے ذریعہ امتحان کا رزلٹ بتا دینا

جناب رئیس خاں حسنی فرماتے ہیں کہ میں جب سروس کے سلسلے میں راولپنڈی میں رہتا تھا تو اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب جب بھی پنجاب کے دورے پر آتے تو میرے پاس پنڈی ضرور آیا کرتے تھے۔ میرے بچے اور چھوٹی ہمشیرہ یہاں زیر تعلیم تھے۔ انہوں نے میٹرک کا امتحان دے دیا تھا بعد میں ہم لوگ کراچی شفٹ ہو گئے بچوں کو اور ہم کو شدّت سے رزلٹ کا انتظار تھا۔ میرے بڑے لڑکے اقبال میاں اور میری لڑکی اور بہن کو دھڑکا لگا ہوا تھا کہ پتہ نہیں رزلٹ کیسا آئے۔

ایک دن اعلیٰ حضرت ہمارے گھر تشریف لائے ہم نے نہایت ادب واحترام کیساتھ اعلیٰ حضرت کا استقبال کیا۔ ہم اور ہماری اہلیہ اور سب بچے اعلیٰ حضرت کے قدم بوسی کر کے انکے پاس بیٹھ گئے۔ آپ سب کا حال واحوال پوچھنے کے بعد خود بخود گویا ہوئے۔ اقبال کیطرف دیکھ کر فرمانے لگے تم امتحان میں اچھے نمبروں کیساتھ کامیاب ہو جاؤ گے اور بیٹی سے فرمایا کہ تم بھی کامیاب ہو جاؤ گی بہن کے بارے میں آپ نے کچھ نہیں کہا۔

آپ بتاتے ہیں کہ جب میٹرک کا رزلٹ آیا تو اقبال میاں فرسٹ کلاس پاس ہوئے اور میری لڑکی سکنیڈ کلاس پاس ہوگئی لیکن چھوٹی بہن فیل ہوگئی غالباً اسی لئے انکے بارے میں آپ خاموش تھے۔ آپ بتاتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت میرے بچوں سے محبت وشفقت رکھتے تھے۔

دریا میں ڈوبتے ہوئے کنارے پر آجانا

سید بابر علی ہاشمی بتاتے ہیں کہ جس زمانے میں ان کے والد سید منظور علی ہاشمی روہڑی سکھر میں رہتے تھے ان دنوں ہم اور ہمارے چھوٹے بھائی سید محمود علی ہاشمی اسکول میں پڑھتے تھے۔ ہم لوگوں کو تیرنے کا بہت شوق تھا حالانکہ ابھی مکمل طور پر تیرنا نہیں آتا تھا۔ لیکن دریا میں نہانے جاتے تھے اور تیرنے کی بھی کوشش کرتے تھے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ ہم دونوں بھائی دریائے سندھ میں تیرنے کیلئے گئے کنارے پر کافی دیر تک تیرتے رہے۔ ہمارے قریب سے ایک کشتی گذر رہی تھی ہم لوگوں نے کشتی کو پکڑ لیا اور اسکے اوپر چڑھ گئے کشتی والے نے پوچھا تمھیں تیرنا آتا ہے ہم نے کہا ہاں آتا ہے۔ ہم لوگوں نے کشتی کے دوسری طرف چھلانگ لگادی وہاں پانی کافی گہرا تھا کشتی آگے نکل گئی ہم لوگ تیرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارنے لگے تھوڑی ہی دیر میں ہمارے ہاتھ پاؤں شل ہوگئے اور ہم لوگ ڈوبنے لگے اسوقت ہم نے گڑگڑا کر اپنے پیر و مُرشد کو یاد کیا جب ہم لوگ غوطے کھا رہے تھے تو ہم نے اعلیٰ حضرت خواجہ یعقوب علی شاہ ؒ کا تصور کر کے آنکھیں بند کرلیں۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہمیں ایسا محسوس ہوا کہ ہمارے پاؤں دریا کی تہہ سے لگ گئے ہے۔ ہم لوگوں نے جب آنکھیں کھول کر دیکھا تو ہم لوگ کم گہرے پانی میں کنارے کیطرف کھڑے ہوئے ہیں۔

ہم لوگ ایکدوسرے کو بڑی حیرت سے دیکھ رہے تھے کہ بفضل خدا ہم لوگ زندہ ہیں۔ پتہ نہیں کس طرح ہم لوگ کنارے پر آلگے۔ اس واقعہ کو بہت زمانہ گذر گیا لیکن جب یاد آتی ہے تو ہم لوگ حیرت زدہ ہو جاتے ہیں کہ وہ کونسی طاقت تھی جس نے ہم کو گہرے پانی سے کنارے کیطرف دھکیل دیا تھا۔

وصال کے بعد بھی آپ اپنے چاہنے والوں کا خیال رکھتے ہیں

ایک مرتبہ جناب پیر یوسف علی شاہ (مُنّے میاں) ملتان شریف سے اعلیٰ حضرت کے آستانہ تشریف لائے آپکی خانقاہ کے ایک حجرہ میں ہم لوگ بیٹھے ہوئے اعلیٰ حضرت کی باتیں کر رہے تھے۔ موضوع سخن آپکے اخلاق حمیدہ کے بارے میں تھا دوران گفتگو جناب منے میاں نے کہا کہ اس وقت ہم کو بھوک لگ رہی ہے اور بڑی کمزوری ہورہی ہے صبح ہم نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔ نور محمد بھائی جو اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کی دیکھ بھال کرتے تھے ان سے آپ نے کہا کہ نور محمد بھائی کھانے کی کوئی چیز ہو تو لے آؤ انھوں نے کہا کہ بھائی صاحب رات کی بچی ہوئی مسور کی دال اور کچھ روٹیاں ہیں اگر کہو تو وہ لیے آئیں مُنّے میاں نے کہا بھائی صاحب اسوقت جو بھی ہے وہی لے آئیں۔ صوفی نور محمد بھائی روٹیاں اور دال لے کر آ گئے۔ منے میاں نے رومال بچھا دیا اور ہم سے کہا آؤ نایاب بھائی کھانا کھاؤ۔ ہم نے بھی بسم اللہ کہہ کر ایک نوالہ توڑا روٹیاں کافی خشک ہوگئی تھیں بہت مشکل سے چبائی جارہی تھیں۔

ایک نوالہ کھانے کے بعد ہم نے اپنے دل میں کہا کہ اعلیٰ حضرت ہم لوگ آپ کے مہمان ہیں اور ہمارے بھائی منے میاں کتنی دور سے آپکے پاس آئے ہیں۔ کیا آپ اپنے مہمانوں کو سوکھے ٹکڑے اور باسی دال کھلائینگے۔ قربان جائیں اپنے پیارے پیر و مُرشد کے اسی قت ایک آدمی ایک بڑا سا تھال لیکر آ گیا جس پر سرپوش ڈھکا ہوا تھا۔ کہنے لگا حضور آج ہمارے یہاں نیاز ہوئی تھی یہ آپ لوگوں کیلیے لائے ہیں۔

جب سرپوش اُٹھایا تو اس میں بریانی، قورمہ فیرنی اور تافتان وغیرہ وافر مقدار میں موجود تھا۔ منے میاں کہنے لگے ہاں نایاب بھائی کھانا شوق سے کھاؤ یہ ہمارے اعلیٰ حضرت کی کرم نوازی ہے کہ اپنے چاہنے والوں کو اسی طرح سے نوازتے ہیں۔

شجرۂ طیبہ

حمد بیحد ہے جنابِ کبریا کے واسطے / تحفہ صلوٰۃ شاہِ مصطفےٰ کیواسطے
یا مرے اللہ جملہ انبیاء کے واسطے / حاجتیں بر لا مری کل اولیا کیواسطے
پڑھ تحیۃ اہلبیت اور چار یاروں کی ضرور / پھر ادب سے ہاتھ اٹھا اپنے دعا کے واسطے
کر عطا مجھ کو صفائے قلب رب العالمین / حضرت یعقوب شاہ باصفا کے واسطے
بندۂ عاجز ہوں یارب کر مری توبہ قبول / حضرت شاہ محمد حسنؒ صوفیا و بیریا کیواسطے
آفتاب دین وملت شہ محمد عنایت حسنؒ / ماہتابِ صبر وتسلیم ورضا کے واسطے
ہو دعا مقبول میری صدقہ لاتقنطو / شہنشاہِ محمد بنی رضاؒ کے واسطے
دل کو میرے یا خدا دے زندگی وتازگی / شاہ عبدالحیؒ مقبول الدعا کے واسطے
مجھ کو اپنی بارگاہ احدیت میں کر قبول / مخلص الرحمٰن جہانگیر ہدیٰ کے واسطے
کر مدد میری خدایا ہر گھڑی ہر حال میں / شاہ امداد علیِ باصفا کے واسطے
مجھ کو اپنے ذکر وفکر، وشغل میں مصروف رکھ / شہ محمد مہدیؒ نور الورا کے واسطے
نور ایماں سے مرے دل کو منوّر کر خدا / حضرتِ مظہر حسین حاجت روا کیواسطے
فرحتِ دل دے مجھے اور دور کر دے فکرِ غیر / فرحت اللہ افتخار الاولیاء کیواسطے
حُسن وخوبی سے مرے دل کو خدایا کر حسیں / حسن علی شاہ حسن ابرِ سخا کیواسطے
نعمتِ دیں سے مجھے کر یاالٰہی سرفراز / شاہ منعم پاکباز اتقیا کے واسطے
رکھ شریعت اور طریقت پر مجھے ثابت قدم / شہ خلیل الدین سید مہ لقا کے واسطے
نفس کی رُوباہ بازی سے خلاصی دے مجھے / میر سید جعفرؒ شمس الضحیٰ کے واسطے
دور کر میری خودی اور اہل دل کر دے مجھے / سید اہل اللہ میر اہل صفا کے واسطے

نظم کر میرا قبول اے بادشاہ دو جہاں
شہ نظام الدین سید اولیاء کے واسطے

شہ تقی الدین کا صدقہ مجھے کر متقی
شہ نصیر الدین سید بے بہا کیواسطے

سیدِ محمود سید میر فضل اللہ شاہ
شاہ قطب الدین دُورِج فنا کیواسطے

شاہ نجم الدین قلندر سیدؒ مبارک غزنوی
شہ نظام الدین سید ثانیا کے واسطے

غنچہؔ دل کو کھلا میرے الا العالمین
شہ شہاب الدین صاحب پر ضیا کیواسطے

قادرِ مطلق ہے تو اپنی عنایت مجھ پہ رکھ
قادرِ جیلانؒ قطب الاولیا کے واسطے

از برائے بوسعید و بوالحسن یا ذوالجلال
رحم کر بویوسفِ رحمت نما کے واسطے

مجھ کو اپنے عشق میں متوالا کردے اے خدا
حضرتِ عبدالعزیز الفت رسا کے واسطے

شہ رحیم الدین و شہ بوبکر و شبلی کا طفیل
فضل کر حضرت جنید پیشوا کے واسطے

شہ سری سقطی و شہ معروف کرخی کا طفیل
شہ امام دیں علی موسیٰ رضا کے واسطے

موسیٰ کاظمؒ کا صدقہ علم و عمل و حلم دے
جعفر و باقر شہ زین العبا کے واسطے

راہ میں تیری رہوں ثابت قدم اے بے نیاز
صبر دے مجھ کو شہید کربلا کے واسطے

معرفت کے نور سے دل کو میرے معمور کر
پیشوائے دیں علی مرتضیٰ کے واسطے

یاالٰہی میرے عصیاں مجھ کو شرماتے ہیں اب
بخشدے مجھ کو محمدؐ مصطفیٰ کے واسطے

عشق دے محبوب کا مجھ کو یاالٰہُ العالمین
سیدہ معصومہ حضرت فاطمہؓ کے واسطے

عشق دے مرُشد کا مجھکو یاالٰہُ العالمین
انبیاء و اولیاءؒ اصفیاء کے واسطے

مُناجات

یا خدا تائب کو مرضیات کی توفیق دے　　　اور رکھ ثابت قدم اپنی اطاعت پر اسے
ہو عطا عشق و محبت اس گدا کے واسطے

اور رکھ محفوظ شرک و معصیت سے اے خدا　　　اور کر اسلام و ایماں پر تو اس کا خاتمہ
اپنے مقبولانِ درگاہ علیؑ کے واسطے

ہو سکونِ قلب حاصل دور ہو ہر انتشار　　　شیخ کی تعلیم اور تلقین پر رکھ برقرار
رحمت عالم محمد مصطفےٰ کے واسطے

ہوں مرے مخدوم زادے صاحبِ فضل و شرف　　　کر بہ اوصاف کمالاتِ دو عالم متّصف
تو ہو ان کا وہ رہیں تیری عطا کے واسطے

میرے احبابِ طریقت بھی رہیں آباد شاد　　　دین و دنیا میں باعزاز و کرام و بامراد
فضل فرما جملہ اخوان الصفا کے واسطے

میرے حق میں جو ہو مرضی میں ہوں راضی بارضا　　　مرضئ مولا ہمہ اولیٰ رضینا بالقضا
تیرے گھر میں کیا کمی ہے مجھ گدا کے واسطے

اپنے مولا کے قدم کے سایہء کے نیچے جیوں　　　اور مرنا ہو تو ان کے آستانہ پر مروں
زندگی و موت ہو ان کی رضا کے واسطے

تا ابد مولا ہمارے شمع بزم جاں رہیں
اور ہم سو جان سے پروانہ صفت قرباں رہیں

کر عطا ہم کو سو جانیں فدا کے واسطے

اب تو بگڑی کو بنا دے اے میرے پروردگار
شیخ الاعظم شہہ امیر ابوالعلیٰ کے واسطے

رہتی دنیا تک رہے اس باغ کی یارب بہار
پھولتا پھلتا رہے یونہیں گلستانِ یعقوب حسن

ہدایاتِ شیخؒ

۱۔ مُرید کو چاہئے کہ ہر حال میں صدق اختیار کرے۔

۲۔ باوضو رہنا نہایت اولیٰ واعلےٰ ہے۔

۳۔ نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرے۔

۴۔ نماز جمعہ قضا نہ کرے۔

۵۔ کم گفتن وکم خوردن وکم خفتن کی عادت ڈالے۔

۶۔ ہر حال میں صداقت کو اپنا شعار بنائے۔ کیونکہ صادقین کا مرتبہ بلند وبالا ہے۔

۷۔ کسب معاش کیلئے پوری کوشش کرے اور رزق حلال کو شعار بنا کر توکل پر گامزن ہو جائے۔

۸۔ قرآن مجید کی تلاوت روزانہ کا معمول بنالے جو باعث خیر وبرکت اور نجات ہے۔

۹۔ محض عبادت کی غرض سے ریاضت کرنا اولیائے اکرام کا منصب ہے۔

۱۰۔ ہر حال میں اپنے مُرشد وپیرانِ عظام کی ظاہر وباطن پیروی کرے اور ان کے احکام پر عمل کرے۔

۱۱۔ بحث ومباحثہ سے پرہیز کرے۔

۱۲۔ بغض وعناد اور حسد سے، سینے کو پاک کرے۔ بندگانِ خدا کا خود کو خادم سمجھے مخدوم بننے کا خیال بھی دل میں نہ آئے۔

۱۳۔ اپنے کو دوسروں سے کم تر سمجھتا رہے۔

۱۴۔ توبہ واستغفار کو اپنا شعار بنائے۔ اور ہر حال میں راضی بہ رضائے الٰہی رہے۔

۱۵۔ اپنے شیخ شریعت وطریقت سے رابطہ بیحد مضبوط رکھے جس قدر مضبوط پیر کی گرفت ہو گی اتنا ہی زیادہ فائدہ ہو گا۔

۱۶۔ دنیا بقدر ضرورت دنیا نہیں ہے۔ لہو ولہب سے بچے۔ موت کا ہر وقت خیال رکھے۔

معمولاتِ شیخ

۱۔ سُبحَانَ اللّٰہِ وَ بحمدِہٖ ۱۱۔مرتبہ

۲۔ سُبحَانَ اللّٰہِ وَالحَمدُ للّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکبَرُ ۳۴۔مرتبہ

۳۔ لَااِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ المُلکُ وَلَہُ الحَمدُ یُحیٖ وَ یمیْتُ
بِیَدِھاالخَیرُط وَ ھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیٔ قَدِیْرٌ ط ۲۰۔مرتبہ

دعا سید الاستغفار

٤۔ اَللّٰھُمّٰہَ اَنتَ رَبِیُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنتَ خَلَقتَنِیُ وَاَنَا عَبدِکَ وَاَنَا عَلٰی عَہدِ کَ وَوَعدکَ
مَا استَطَعتُ اَعُوذُبِکَ مِن شَرِّ مَا صَنَعتُ اَبُوءُ لَکَ بِنِعمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوءُ بِذَ
نُبِیُ فَا غفِرلِی فَاِنَّہٗ لَا یَغفِرُ الذُّ نُوبَ اِلَّا اَنتَ ۱۔مرتبہ

وظیفہ غوثیہ

۵۔ اَلْمُحِیطُ الرَّبُّ الشَّھِیدُ الْحَسِیبُ الْفَعَّالُ الْخَالِقُ الْبَارِیُ الْمُصَوِّرُ

دُرود شریف غوثیہ

٦۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِ نَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الاُ مِیِّ الطاھر الذّکیِّ صَلٰوۃَ تُحَلُّ
بِھَا العُقَدِ وَ تُفَکُّ بِھَا الکُرَبِ صَلٰوۃَ تَکُونُ لَکَ رِضیٰ وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً وَّ آلِہٖ
وَاَصحَابِہٖ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ ۱۱۔مرتبہ

اسماءِ مبارک سیّدنا غوث الاعظمؓ

۷۔ سیّد نا محی الدّین امر اللّٰہ۔ شِیخ محُی الدّین فضل اللّٰہ۔ اولیاء محی الدّین امان اللّٰہ۔ مسکین محی الدّین نوراللّٰہ غوث محی الدّین قطب اللّٰہ سلطان محی الدّین سیف اللّٰہ خواجہ محی الدّین فرمان اللّٰہ۔ مخدوم محی الدّین بُرھان اللّٰہ درویش محی الدین اٰیت اللّٰہ ۔ بادشاہ مُحی الدّین غوث اللّٰہ ۔فقیر محی الدّین مشاھد اللّٰہ۔

دُرودشریف غوثیہ

۸۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰے سَیّدِ ناَ مُحَمَّدِ وَّعَلٰے اٰلِ سَیّدِ ناَ مُحَمَّد وَّعَلٰے سَیّدِ ناَ الغَوث الاعُظَمُ

دُعائے استغفار

۹۔ اَسُتغُفِرُ اللّٰہَ رَبیّ مِنُ کُلِّ ذَ نُبِ وَّ اَتُوبُ اِلَیہ ۱۱۔مرتبہ

آیت قطبِ شمالیُ

۱۰۔ ثُمَّ اَنزلَ عَلَیُکم تا بِذَ اتِ الصُّدُ وُرِ ۱۱۔مرتبہ (سورۃ آل عمران بعد نماز فجر)

آیت قطبِ جُنوبیُ

۱۱۔ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللّٰہ تا اَجراً عظیما ط ۱۱۔مرتبہ (سورۃ فتح بعد نماز مغرب)

چہل کاف شریف

کَفَاكَ رَبُّكَ كَمْ يَكْفِيكَ وَاكِفَةً كِفكَا فُهَا كَكَمِينٍ كَانَ مِنْ كَلَكَا تَكُرُّ كَرًّا كَكَرِّ الْكَرِّ فِي كَبِدٍ تَجَلِّيْ مُشْكِشَكَةً كُلُكُ لُكٍ لِكَاكُ كَفَاكَ مَا بِيْ كَفَاكُ الْكَافُ كُرَّبَتَهُ يَا كَوْ كَبًا كَانَ تَحْكِيْ كَوْكَبَ الْفَلَكَا ط

۱۱۔ مرتبہ (اوّل وآخر دوبار درود شریف)

ترتیب فاتحہ شریف

پارہ ۲۸ سورۃِ حشر لَا يَسْتَوِيْ تا اجراً عظیما۔ پارہ ۳۰ سورۃِ تکاثر اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ سورۃِ کافروں قُلْ يَاۤيُّهَاالْكٰفِرُوْنَ سورۃِ اخلاص قُلْ هُوَ اللّٰهُ، سورۃِ فلق، سورۃِ النّاس۔ بعدہٗ سورۃِ فاتحہ سورۃِ بقر۔ رکوع اوّل از الٓمّٓ تا مُفْلِحُوْنَ ط بعدہٗ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا يَحْزَنُوْنَ ط وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ط اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ط دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ط وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ط وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رحمت العالمین مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَاۤ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ط اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ ط

۳ مرتبہ درود شریف پھر درودِ تاج اور پھر دُعا مانگے۔

ترجمہ چہل کاف: اے دل! جس پروردگار نے بہت مصیبتوں میں تیری کفایت (وحمایت) کی ہے وہ ہی پروردگار ان مصائب میں جو بھاری لشکر کی طرح گھات میں ہیں

اب بھی تیری کفایت کرے گا (۲) ان مصائب میں تیرے لئے کافی ہوگا۔ جو مصائب کہ پے درپے، اور سخت اور مضبوط رسی (کی مانند) اور نیزہ زن، مسلّح لشکر اور فربہ اور قوی اونٹ کی طرح ظاہر ہوتے ہیں۔ (۳) اے ستارے! (اے قلبِ روشن) جو آسمانی ستارے کے مانند (منور اور دُرخشاں) ہے (یقین رکھ! کہ) تیرا رب (تیرا مولی) تمام پریشانیوں سے اب بھی، تجھے کفایت کرے گا۔ جیسے کہ گزشتہ پریشانیوں میں (اُس قادروکریم نے) تیری کفایت کی وَاللّٰهُ قَادِرٌ عَلٰی اَمْرِہٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ)

حلّلِ لغات چہل کاف:

وَاكِفَةٌ۔ مصیبت ناگہانی یا بلائے آسمانی۔ كِفُ كَافُ۔ روکنا۔ پھیرنا، دفع کرنا۔ ككمِينٍ گھات لگانا۔ كَلْكَا: بڑا بھاری لشکر۔ تَكَرُّ۔ بار بار حملہ کرتا ہے۔ كَرّ۔ بار بار حملہ کرنا۔ كَرَّالكرِّ۔ خوب بل کھائی ہوئی (اچھی طرح بٹی ہوئی مضبوط رسی كَبَدٌ۔ سختی ودرشتی وتکلیف۔ تَجَلّیٰ۔ ظاہر ہوتا ہے۔ مَشَكُّتَهٗ۔ مسلّح نیزہ زن۔ فوج ولشکر۔ كُلْكُ۔ خوب موٹا، اونٹ۔ ل۔ كَكْ۔ گتھے ہوئے گوشت والا اونٹ۔ اَلْكَافُ۔ مُخفّف لکافی۔ کفایت کرنے والا۔ كُرُبَتُ۔ سختی ودشواری۔ کوکبُ۔ ستارہ۔ فَلَكْ۔ آسمان تَحْكِيْ۔ مشابہت رکھتا ہے۔

آیتِ قُطبِ شمالیِ

ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ
اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ط قُلْ
اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ط يُخْفُوْنَ فِيْ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ط يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ
الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ط قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى
مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِذَا
تِ الصُّدُوْرِ ٥ ط (ال عمران ١٥٤)

آیتِ قُطبِ جُوبیِ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰهُمْ
رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ
اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ط كَزَرْعٍ اَخْرَجَ
شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ
الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ط
ع ٢٩ (سورہ فتح)

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ کی پسندیدہ

غزلیں و اشعار

اللہ رہے یہ نزہت تیرے رُخ تاباں کی
ایسی تو نہیں دیکھی صورت کسی انسان کی

اُس رُوئے کتابی کا نقشہ ہے میرے دل میں
اک ایک ورق جس کا تفسیر ہے قرآن کی

پوچھے گا خدا مجھ سے کیا لایا ہے دنیا سے
کہہ دوں گا کہ لایا ہوں حسرت درِ جاناں کی

اس پر بھی رہے پیا سا یہ اُس کا مقدر ہے
تم نے تو بہادی ہیں نہریں مئے عرفان کی

تم ملو میرے قسمت رساہو
دردِ دل درد دل کی دوا ہو

سارے عالم سے بیگانہ ہولے
پھر کوئی یار کا آشنا ہو

بے تیرے ساقیا مئے تو مئے ہے
زہر سمجھوں جو آبِ شفاہو

دل مٹے بھی تو تیری گلی میں
خاک ہو تو تیری خاک پا ہو

اُس کانام و نشاں پوچھنا کیا
جو تیری راہ میں مٹ گیا ہو

میری شکل کو آسان کردو
یا علیؑ آپ مشکل کُشا ہو

زندگی ختم ہو تیرے غم میں
یاد میں تیری بیدم فنا ہو

اعلیٰ حضرت ایک غزل کے تین اشعار بہت پڑھا کرتے تھے اور ہم لوگوں سے بھی پڑھواتے تھے۔ شعر مندرجہ ذیل ہیں۔

ہدف جس کا فقط دل ہو میں ایسے تیر کے قربان
بدن جس سے نہ گھائل ہو میں اُس شمشیر کے قربان

تو خاک اپنے قدم کی دے نہ کر محتاج کندن کا
کسے ملتی ہے یہ دولت میں اُس اکسیر کے قربان

تڑاب اُس نے جوانی میں مجھے پیری کی نعمت دی
بنایا پیر ہے مجھ کو میں ایسے پیر کے قربان

....

مرجائیں گے پر ساتھ نہ چھوڑیں گے تیرا ہم
عاشق ہیں تو بن جائیں گے نقشِ کفِ پا ہم

ہم تیرے شناسا ہیں ہمیں غیر سے کیا کام
آگاہ کسی سے بھی نہیں تیرے سوا ہم

مندرجہ ذیل بیت کو بہت پڑھتے تھے اور ہم سے پڑھواتے تھے۔

جانم فدائے پایت اے جان زندگانی
قربان یک نگاہِ صد عمرِ جاودانی

حضرت شاہ بہلولؒ کی مندرجہ ذیل غزل کو آپ بابو حسن قوال سے پڑھواتے تھے وہ اس غزل کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کرتے تھے

روشن ازعکسِ جمالش عالم اِمکانِ ما
یک نگاہِ نازِ جاناں قیمت ایمانِ ما

عشق آتش می فروزد ہرزماں درجانِ ما
زلفِ اوزُنّار بستہ تا بُرد ایمانِ ما

نیست دردِ عشق راجز و صبر درمانِ دگر
نیت جز وصلت دوائے دردِ دل درمان ما

روزو شب روئے دل بہلول بردگاہِ تست
یا غیاث المستغیں بکشادرِ جانِ ما

ایک اور غزل کے چند اشعار آپ بہت پڑھا کرتے تھے اور ہم لوگوں سے پڑھواتے تھے۔

بعشق خود مرا دیوانہ کردی
چہ کردی از خودم بیگانہ کردی

چو عمرے داشتم پیمانِ و تقویٰ
ہمہ بربادیک پیمانہ کردی

ہمیشہ خانہء حُسن تو آباد
ہزاروں خانماں ویرانہ کردی

مندرجہ ذیل اشعار اور یہ غزل خوب پڑھتے تھے اور راقم سے پڑھواتے تھے

بہ مُوگانِ سیاہ کردی ہزاراں رخنہ دردینم
بیا کز چشمِ بیمارت ہزاراں دردِ درچینم

جہاں فانی و باقی فدائے شاہدو شاقی
کہ سلطانِ دو عالم را طفیل عشق می بینم

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب حضرت امیر خسرو کے کلام کو بہت شوق سے سنتے تھے
اکثر قوالوں سے بھی مندرجہ ذیل غزل پڑھواتے تھے۔

چشم مستے عجبے زلف درازِ عجبے
مئے پرستے عجبے فتنہ طرازے عجبے

بحرِ قتلم چُو کشد تیغ نہم سر بہ سجود
او بہ نازے عجبے من بہ نیازے عجبے

طاقِ ابروئے تو مسجود سرِ من بہ سجود
چشم بہ دور کہ ہستم بہ نمازے عجبے

وقت بسمل شدنم چشم برویش بازست
مہربانے عجبے بندہ نوازے عجبے

بوالعجب حُسن وجمال خط و خال و گیسو
سروقدِ عجبے قامتِ نازے عجبے

....

نمی دانم چہ منزل بود شب جائے کہ من بودم
بہ ہر سو رقصِ بسمل بود شب جائے کہ من بودم

پری پیکر نگارِ سروقدِ لالہء رخسار
سراپا آفت دل بود شب جائے کہ من بودم

رقیباں گوش بر آواز چوں درناز من ترساں
سخن گفتند کے مشکل بود شب جائے کہ من بودم

خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکاں خُسرو
محمدؐ شمعِ محفل بود شب جائے کہ من بودم

....

عید کے موقع پر جناب بابو حسن قوال اعلیٰ حضرت کے پاس عید ملنے اور حاضری دینے آیا کرتے تھے ہم لوگ بھی اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔ حضرت امیر خسروؒ کی ایک غزل جو عید کے موقع پر حضرت امیر خسروؒ حضرت نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی خدمت میں پابندی کیساتھ پڑھا

کرتے تھے جناب بابو حسن قوال بھی اس غزل کو پابندی کیساتھ سنایا کرتے تھے۔غزل درج ذیل ہے

عیدگاہِ ما غریباں کوئے تو
انبساطِ عید دیدن روُئے تو

من چہ دانم کعبہ وبت خانہ را
سجدہ می سازم بہ سوئے روئے تو

صد ہزاراں عید قربانت کینم
اے ہلالِ ماخمِ ابروئے تو

سجدہ گاہِ اولینٌ و آخریں
طاقِ محرابِ خمِ ابروُئے تو

یا نظام الدین (ہ) محبوبِ اِلٰہ
جملہ محبوباں غلام کوئے تو

....

راقم سید نایاب علی شاہ علوی خاک پائے مُرشد بھی اسی غزل کو اعلیٰ حضرت کو عید کے دن پابندی کیساتھ سناتا ہے ایک اور غزل اعلیٰ حضرت اکثر پڑھتے تھے اور راقم سے بھی پڑھواتے تھے۔اسکے چند شعر پیش کرر ہا ہوں۔

زسر در جانب میخانہ راہِ کردہ ام پیدا
بہ نقشِ پائے ساقی سجدہ گاہِ کردہ ام پیدا

بہ یک نظارۂ رویش ز صبرودین و دل بردنند
ہزاراں فتنہ ہا در یک نگاہِ کردہ ام پیدا

زِقید کفر ودین گر دیدہ ام آزاد تا قبلہ
بہ سمتِ آستانِ کج کلاہِ کردہ ام پیدا

....

حضرت خواجہ نیاز احمد چشتی بریلوی کی مندرجہ ذیل منقبت کو آپ بہت پسند فرماتے تھے۔

خواجہء من قبلہء من دین من ایمانِ من
من بقر بانت شوم اے یوسف کنعانِ من

اے شہنشاہ ولایت خواجہء ہند الولی
یک نگاہ گاہِ گاہِ از طفیلِ پنجتن

من بدامان معین الدین حسن دستِ زدم
ہادی منِ خضرِ منِ مہدی مولائے من

سجدہ گاہِ عاشقانست آستانِ پاک تو
گفت محبوب الٰہی خواجہ پاک پتن

چشتی بیچارہ خواہد ایں قدر بندہ نواز
یک نگاہِ گاہے گا ہے برمنِ مسکین فگن

بیدم شاہ وارثیؒ کی مندرجہ ذیل غزل کو آپ بہت پسند کرتے تھے

سجدہ اس سر کا ہے جو تن سے جدا ہوتا ہے
یوں کہیں سجدۂ شکرانہ ادا ہوتا ہے

جس جگہ یار کا نقشِ کف پا ہوتا ہے
بس وہی کعبۂ اربابِ وفا ہوتا ہے

جام غیروں ہی کو ہر بار عطا ہوتا ہے
ساقیا میں تیرے قربان یہ کیا ہوتا ہے

زاہد ہوتی ہے یہاں ترک خودی کی تعلیم
میکدہ مدرسہ اہلِ صفا ہوتا ہے

ان کو ہم چھیڑ کے دشنام سنا کرتے ہیں
گالیوں میں بھی محبت کا مزہ ہوتا ہے

ہر کہ درکانِ نمک رفت نمک شد بیدم
قطرہ دریا ہے جو دریا میں فنا ہوتا ہے

حضرت بیدم شاہ وارثی کی مندرجہ ذیل غزلیات کو آپ پسند فرماتے تھے۔

کعبہ کا شوق ہے نہ صنم خانہ چاہیئے
جانانہ چاہیئے در جانانہ چاہیئے

ساغر کی آرزو ہے نہ پیمانہ چاہیئے
بس اک نگاہِ مُرشدِ مے خانہ چاہیئے

حاضر ہیں میرے جیبِ وگریباں کی دھجیاں
اب اور کیا تجھے دلِ دیوانہ چاہیئے

شکوہ ہے کفر اہل محبت کے واسطے
ہر اک جفائے دوست پہ شکرانہ چاہیئے

....

میری تربت پہ ہے انگشت بدنداں کوئی
خاک میں مجھ کو ملا کر ہے پشیماں کوئی

رشک عیسیٰ ہو کوئی فخر سلیمان کوئی
ہو کے دیکھے تو گدائے درِجاناں کوئی

اُن کے چہرہ سے نقاب اٹھتے ہی دنیا بدلی
کوئی دامن ہے سلامت نہ گریباں کوئی

ہے جبیں سائی سنگ درجاناں جو نصیب
آج کل اپنے مقدر پہ ہے نازاں کوئی

پھر چلا کعبہ سے میں دیرِ بتاں کو بیدم
نہ ہوا ہوگا میری طرح پشیماں کوئی

....

یہ نہیں معلوم کوئی زینتِ آغوش ہے
بے نیاز ہوش کتنا بے نیازِ ہوش ہے

جلوہ گاہِ ناز سے پردوں کا اٹھنا یاد ہے
پھر ہوا اور کیا دیکھا کہ کس کو کتنا ہوش ہے

ان کا رُخ سے پردہ اُٹھ جائے تو پھر معلوم ہو
کس کو کتنی بیخودی ہے کس کو کتنا ہوش ہے

ایک بیدم ہی نہیں تیار مرنے کے لئے
جو تیرے کوچہ میں ہے اے جاں کفن بر دوش ہے

....

حضرت بیدم شاہ وارثی کی مندرجہ ذیل غزل خود بھی پڑھتے تھے اور ہم لوگوں سے بھی پڑھواتے۔ غزل پڑھنے میں ہمارے ساتھ جناب صوفی محمد یونس شاہ صاحب اور صوفی سید منظور علی ہاشمی صاحب مل کر پڑھتے تھے۔

کون سا گھر ہے کہ اے جاں نہیں کا شانہ تیرا
اور جلوہ خانہ تیرا
مئے کدہ تیرا ہے کعبہ تیرا بت خانہ تیرا
سب ہے جانانہ تیرا

تو کسی شکل میں ہو میں تیرا شیدائی ہوں
تیرا سودائی ہوں
تو اگر شمع ہے اے دوست میں پروانہ تیرا
یعنی دیوانہ تیرا

مجھ کو بھی جام کوئی پیر خرابات ملے
تیری خیرات ملے
تا قیامت یونہی جاری رہے پیمانہ تیرا
رہے میخانہ تیرا

تیرے دروازے پہ حاضر ہیں تیرے در کے فقیر
اے امیروں کے امیر

مجھ پہ بھی ہو جائے الطاف کریمانہ تیرا
لطفِ شاہانہ تیرا

صدقہ میخانہ کا ساقی مجھے بیہوشی دے
خود فراموشی دے
یوں تو سب کہتے ہیں بیدم تیرا مستانہ تیرا
اب ہوں دیوانہ تیرا

....

حضرت بیدم شاہ وارثی کی مندرجہ ذیل غزل اعلیٰ حضرت سلطان اولیاء خواجہ محمد حسن شاہؒ صاحب اور اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ دونوں سُننا پسند فرماتے تھے اور خوب سنتے تھے

داروئے دردِ نہاں راحت جانی صنما
عیسیٰ مردہ دِلاں یوسف ثانی صنما

دل کے داغوں کو کلیجے سے لگا رکھا ہے
کہ یہی داغ تو ہیں تیری نشانی صنما

توہی جب قصۂ غم سے میرے گھبراتا ہے
پھر سنے کون میرے دل کی کہانی صنما

وقفِ سجدہ ترے در پہ جبیں بیدم
کعبۂ دل صنما قبلۂ جانی صنما

اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب بیدم شاہ وارثی کے علاوہ سلسلہ وارثیہ کے مشہور شاعر جناب خادم حسین وارثی کی کچھ غزلوں کو بہت پسند فرماتے تھے اکثر خود بھی پڑھتے تھے اور ہم لوگوں سے بھی پڑھواتے جو کہ پیش خدمت ہیں۔

جسے پی کے بزم رنداں سرِ عرش جھومتی ہے
وہ شراب آج ساقی تیرے گھر پہ لُٹ رہی ہے

جو ہے زاہدوں کے لب پر وہی قلب عاشقاں میں
وہ زبانی بندگی ہے یہ عبادت ولی ہے

تیرے در پر سجدہ کرنا تجھے یاد کر کے رونا
یہی ہے نماز میری یہی میری بندگی ہے

تجھے اختیار خواجہ مجھے مارے یا جلائے
تیرے دست خواجگی میں میری موت و زندگی ہے

رہ عاشقی میں خادم جو بچائے جان وایمان
ابھی اس میں خامیاں ہیں ابھی ننگِ عاشقی ہے

....

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے
یہ تیری عنایت ہے کہ رُخ تیرا اِدھر ہے

تا حشر تیرے در سے میرا سر نہ اُٹھے گا
یہ سر سرِ زاہد نہیں سودائی کا سر ہے

جس در سے ملا کرتی ہے بندوں کو خدائی
وہ خواجۂ اجمیر شہہ ہند کا در ہے

کیا تجھ پہ تصدق کروں کیا پاس ہے میرے
قربان تیرے قدموں میں محتاج کا سر ہے

خادم مجھے کیوں ناز نہ ہو بخت رسا پر
جو حاصل کونین ہے وہ مدِّ نظر ہے

تا حشر اسی در پہ کئے جاؤں گا سجدے
خادم میرا کعبہ میرے محبوب کا در ہے

مندرجہ ذیل غزل کو آپ بہت پڑھتے اور ہم لوگوں سے پڑھواتے تھے جناب خادم حسین کی مندرجہ ذیل غزل کے ایک شعر پہ اعلیٰ حضرت سمیت ہم سب کو بہت گریہ ہوتا تھا ہم لوگوں کی آنکھیں آنسوں سے بھیگ جاتی تھیں اور اب بھی یہی حال ہے کہ جب یہ غزل آپ کے مزار شریف پر پڑھتے ہیں تو دل بھر آتا ہے اور اعلیٰ حضرت بھی پڑھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ہم لوگ اعلیٰ حضرت کی آنکھوں میں دیکھ کر پڑھتے تھے اور اب بھی ان کو بغیر دیکھے ہوئے نہیں پڑھتے غزل پیش خدمت ہے۔

شرمندہ کر رہی ہے میری ہر خطا مجھے
تسکین دے رہا ہے کرم آپ کا مجھے

میں حُسنِ بندگی نہ ادا کر سکا کبھی
لیکن تیرے کرم نے نوازا صدا مجھے

دھبہ نہ لگنے پائے غلامی کے داغ پر
قربانِ یار ہونے دے شوقِ وفا مجھے

احسان کوئی ایسا نہیں جو نہیں کیا
تجھ سا شفیق مل نہ سکا دوسرا مجھے

دونوں جہاں میں تجھ سا معیں جب نہ مل سکا
لے آیا تیرے قدموں میں بخت رسا مجھے

خادم میں ان کے نقشِ قدم پر رہوں نثار
خاکِ رہِ صنم جو بنا دے خدا مجھے

....

جس شعر پر ہم لوگوں کو کیفیت ہوتی تھی وہ درج ذیل ہے۔

دھبہ نہ لگنے پائے غلامی کے داغ پر
قربان یار ہونے دے شوق وفا مجھے

ایک اور شعر جس پر دل بھر آتا تھا اور آنکھیں پرنم ہو جایا کرتی تھیں۔

میں حُسن بندگی نہ ادا کر سکا کبھی
لیکن تیرے کرم نے نوازا صدا مجھے

....

جناب وامق کی مندرجہ ذیل غزل ہم لوگوں سے خوب پڑھواتے تھے اور آپ بھی ہمارے ساتھ مل کر پڑھتے تھے۔

سجدہ کرکے قدم یار پہ قرباں ہونا
یوں لکھا تھا میری قسمت میں مسلماں ہونا

حُسن کو پوجنا اور جامِ محبت پینا
مشربِ عشق میں ہے صاحبِ ایماں ہونا

جس کا مذہب ہو فقط یاد صنم دید صنم
وہ نہیں جانتا کافر یا مسلماں ہونا

میں نہ ہوتا تو خدائی کا بھرم کُھل جاتا
میری ہستی کا پتہ ہے میرا انساں ہونا

مکتبِ عشق میں وامق نے یہ پائی تعلیم
عین ایمان ہے فدائے رُخ جاناں ہونا

....

حضرت سرمد دھلوی کا مندرجہ قطعہ پسند فرماتے تھے

سرمد در دین عجبے شکستے کر دی
ایماں بہ فدائے چشمِ مستے کر دی

عمرے کہ باآیات و احادیث گذشت
رفتی و نثار بت پرستے کر دی

....

حضرت شیخ سرمد دھلویؒ کی مبارک بادی کو بھی پسند فرماتے تھے اور جب صوفیوں کو خلافت دی جاتی تھی تو قوال سے مندرجہ ذیل کلام پڑھواتے تھے

برتواین محفلِ شاہانہ مبارک باشد
ساقیا بادہ و پیمانہ مبارک باشد

برلب جوئے مصفابہ ہزاران انوار
لبِ یارو لب پیمانہ مبارک باشد

باتو نسبت ہنوز اے شہہ خوبانِ جہاں
اے پری غمزہ ترکانہ مبارک باشد

ساغروبادہ اگر نیست بکفِ ساقی را
گردشِ نرگسِ مستانہ مبارک باشد

بنیش بر سرِ تختِ ازلی تابہ ابد
سرمدایں دولت جانا نہ مبارک باشد

....

جناب سیماب اکبر آبادی کی مندرجہ ذیل غزل بہت پسند فرماتے تھے جناب کلن خاں قوال اس غزل کو بہت عمدگی کیساتھ پڑھتے تھے۔

نسیم صبح گلشن میں گلوں سے کھیلتی ہوگی
کسی کی آخری ہچکی کسی کی دل لگی ہوگی

تمھیں دانستہ محفل میں جو دیکھا ہو تو مجرم ہوں
نظر آخر نظر ہے بے ارادہ اُٹھ گئی ہوگی

یہی عالم رہا پردہ نشینی کا تو ظاہر ہے
خدائی آپ سے ہوگی نہ ہم سے بندگی ہوگی

بتادوں گا سر محفل دکھادوں کا سرِ محشر
وہ میرے دل میں ہونگے اُن کو دنیا ڈھونڈتی ہوگی

مزہ آجائے گا محشر میں کچھ سننے سنانے کا
زبانی تو میری ہوگی کہانی آپ کی ہوگی

تعجب کیا لگی ہے آگ اے سیماب سینے میں
ہزاروں دل میں انگارے بھرے تھے لگ گئی ہوگی

جناب اوگھٹ شاہ وارثی کی مندرجہ ذیل غزل کے کچھ اشعار آپ کبھی کبھی آہستہ آہستہ پڑھتے تھے

رہا نہ ہوش عشق میں یہ کیا کیا ہم نے
بتوں کو سجدہ کیا جان کر خدا ہم نے

ہزار حیف نہیں کچھ خطر کے روز الست
اسی زبان سے کہا تھا بلیٰ بلیٰ ہم نے

بتوں کا عشق ہوا جب نصیب اے واعظ
کہ مدّتوں کیا پہلے خدا خدا ہم نے

تم ہی تو آگئے دو دن میں ظلم وجور وستم
تمام عمر میں سیکھی ہے اک وفا ہم نے

حضرت اوگھٹ شاہ وارثی کی مندرجہ ذیل غزل کو پسند فرماتے تھے اور کبھی کبھی بابو حسن۔ کلن خاں نتھو قوال سے پڑھواتے تھے

پھر ہوئی حسرتِ دیدار خدا خیر کرے
پھر ہوا عشق کا آزار خدا خیر کرے

ا

المدد عشق ابھی ہجر کی پہلی شب ہے
اور جینا ہوا دشوار خدا خیر کرے

کس کو سودا ہو ہلا آتی ہے کس پر دیکھیں
چلے بن ٹھن کے وہ بازار خدا خیر کرے

نہ ملی نبض تو حسرت سے یہ کہتا ہے طبیب
اب شفاء ہوگی دشوار خدا خیر کرے

آج کچھ حضرت اوگھٹ کا ہے بدلا ہوا رنگ
عاشقانہ پڑھے اشعار خدا خیر کرے

....

جگر مرآبادی کی بعض غزلوں کو بہت شوق سے سنتے تھے جو کہ پیش خدمت ہیں

یہ ہے میکدہ سبھی رند ہیں یہاں ساقی اپنا امام ہے
یہ حرم نہیں کوئی شیخ جی یہاں پارسائی حرام ہے

جو ذرا سی پی کے بہک گیا اُسے میکدہ سے نکال دو
یہاں کم نظر کا گذر نہیں یہاں اہل ظرف کا کام ہے

ہے جہانِ حُسن صنم کدہ یہاں زُہد و تقویٰ حرام ہے
یہ مقام ایسا مقام ہے جہاں عشق سب کا امام ہے

جسے میکدہ میں خدا ملے وہ حرم میں ڈھونڈے جائے کیوں
یہ تو اپنی اپنی تلاش ہے یہ تو اپنا اپنا مقام ہے

وہ حرم ہویا کہ ہو میکدہ تیرا آستاں ہو کہ نقشِ پا
جہاں خود سے جھک نہ سکے جبیں وہاں سجدہ کرنا حرام ہے

یہ جناب شیخ کا فلسفہ ہے عجیب سارے جہاں سے
جو وہاں پیو تو حلال ہے جو یہاں ملے تو حرام ہے

کوئی مست ہے کوئی تشنہ لب تو کسی کے ہاتھ میں جام ہے
مگر اس کا کوئی کرے گا کیا یہ تو میکدہ کے نظام ہے

اسی کائنات میں اے جگر کوئی انقلاب اُٹھے گا پھر
کہ بلند ہو کے بھی آدمی ابھی خواہشوں کا غلام ہے

اس غزل کے آخری شعر کو ہم لوگوں سے بھی اور قوالوں سے بھی بار بار پڑھواتے تھے۔ جب ہم لوگ اعلیٰ حضرت کے ساتھ یہ غزل پڑھتے تھے تو اعلیٰ حضرت کی آواز بھرا جاتی تھی اور آنکھیں اشکبار ہو جایا کرتی تھیں۔ راقم اور جناب یونس شاہ صاحب سید منظور علی ہاشمی اور سب حاضرین سب لوگ رونے لگتے تھے۔

....

حضرت جگر مرادآبادی کی مندرجہ ذیل غزل اعلیٰ حضرت بہت پسند فرماتے تھے ایک مرتبہ اس غزل پر آپکو کیفیت ہوئی تھی جبکہ جناب استاد کلن خاں چراغ ہوٹل لانڈھی میں اعلیٰ حضرت خواجہ محمد حسن شاہ صاحب کے عُرس کے موقع پر یہ غزل پڑھ رہے تھے۔ غزل پیش خدمت ہے۔

دل وہ آباد نہیں جس میں تیری یاد نہیں
ہے وہ کافر جو تیری راہ میں برباد نہیں

اے غمِ یار تیرے دم سے ہے تعمیر حیات
تو سلامت ہے تو مٹی میری برباد نہیں

جام جب پینے لگے منہ سے کہا بسم اللہ
کون کہتا ہے کہ رندوں کو خدا یاد نہیں

ڈھونڈنے کو ترے او مجھ سے نہ ملنے والے
وہ چلا ہے جسے اپنا بھی پتہ یاد نہیں

اب جگر میری بھی ہستی کی حقیقت یہ ہے
مجھ میں آباد ہیں سب میں کہیں آباد نہیں

اس غزل میں اعلیٰ حضرت آخری شعر میں (آباد ہیں سب) کی جگہ آباد ہیں وہ پڑھواتے تھے

....

جگر مرادآبادی کی مندرجہ ذیل غزل کے اشعار آپ اکثر آہستہ آہستہ پڑھتے رہتے تھے اور ہم لوگوں سے بھی خوب پڑھواتے تھے۔

نہ حرم میں نہ کلیسا میں نہ بُت خانہ میں
چین ملتا ہے تو ساقی تیرے میخانے میں

میں کوئی رند نہیں اس لئے پیتا ہوں شراب
تیری تصویر نظر آتی ہے پیمانہ میں

جام تھرانے لگے اُڑگئی بوتل سے شراب
بے وضو آگیا شاید کوئی میخانے میں

دفن کرنا میری میت کو بھی میخانے میں
تاکہ میخانے کی مٹی رہے میخانے میں

اسی غزل کے آخری شعر کو اعلیٰ حضرت کے سامنے جب راقم پڑھتا تھا تو زار وقطار رونا آتا تھا اور دل بھر آتا تھا اور جب اعلیٰ حضرت کی طرف دیکھتے تھے تو ہم لوگ روتے روتے ان کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیتے تھے پھر جب اعلیٰ حضرت اپنے سینے سے لگاتے تھے تو کیفیت میں کمی آتی تھی۔ آجکل بھی جب آپ کی قبر شریف پر راقم پڑھتا ہے تو بے اختیار دل بھر آتا ہے اور آنکھیں پرنم ہوجاتی ہیں اور ایسا لگتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کے قدموں پر اپنا سر رکھا ہوا ہے اور اعلیٰ حضرت موجود ہیں اور ان کا ہاتھ ہمارے سر پر رکھا ہوا ہے۔

....

حضرت شمس تبریزؒ کی مندرجہ غزل آپ اکثر ہم لوگوں سے پڑھواتے تھے۔

چمنے کہ تا قیامت گُلِ او بہار بادا
صنمے کہ برجمالش دو جہاں نثار بادا

زِ پگاہِ میر خوباں بہ شکاری خرامد
کہ بہ تیرِ غمزۂ او دلِ ما شکار بادا

بدو چشم از دو چشمش چہ پیام ہاست ہر دم
کہ دو چشم از پیامش خوش وپر خمار بادا

....

مندرجہ ذیل نعت شریف کو آپ بڑی محبت وعقیدت کیساتھ سنا کرتے تھے اور قوالوں سے یا ہم لوگوں سے پڑھوائے تھے۔

تم ہی دردِ بے درماں کا درماں یارسول اللہ
تم ہی ہو بے سرو ساماں کا ساماں یا رسول اللہ

ہے میری زندگی تم سے ہے میری بندگی تم سے
تم ہی ہو میرا دین اور میرا ایمان یا رسول اللہ

جو ہوں قسمت سے میرے آپ مہماں یا رسول اللہ
نچھاور آپ پہ کردوں دل و جاں یا رسول اللہ

ہزاروں کو عطا کی دو جہاں کی تم نے سلطانی
کرم لِللّٰہ بر حالِ غریباں یا رسول اللہ

حضرت جامی کی مشہور نعت کو آپ خوب پڑھواتے تھے جسکے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

تنم فرسودہ جاں پارہ زہجراں یا رسول اللہ
دِلم پشر مردہ آوارہ زعصیاں یا رسول اللہ

چوسوئے من گذر آری منِ مسکین نادارے
فدائے نقش نعلینت کنم جاں یارسول اللہ

زِکردہ خوش حیرانم سیاہ شد روز عصیانم
پشیمانم پشیمانم پشیماں یا رسول اللہ

....

حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندر کی مندرجہ ذیل نعتیہ غزل آپ خوب سنتے تھے اور راقم سے پڑھواتے تھے۔

اگر بینم شب نا گاہ من آں سلطانِ خو باں را
سرم در پائے وے آرم فداسازم دل و جاں را

بگردِ کعبہ کے گردم چوروئے یارِ من کعبہ
کنم طوّاف میخانہ ببوسم پائے مستاں را

روم دربتٗ کدہ شینم بہ پیش بُت کنم سجدہ
اگر یا ہم خریدارے فروشم دین و ایماں را

فروزم آتشِ در دل بسوزم قبلہء عالم
پس آنکہ قبلہ سازم من خمِ ابروئے خوباں را

سرم پیچاں دلم پیچاں منم پیچیدہ جاناں
شرف چوں مارمی پیچد چہ بینی مارِ پیچاں را

شکیل بدایونی کی مندرجہ ذیل غزل آپ بہت پڑھواتے تھےاور ہمارے ساتھ مل کر پڑھتے تھے

تم ہو شریک غم تو مجھے کوئی غم نہیں
دنیا ہی میرے واسطے جنت سے کم نہیں

اتنا شدید غم ہے کہ احساس غم نہیں
کیسے کہوں کے آپکا مجھ پہ کرم نہیں

اس راستہ میں سر کو جھکانا حرام ہے
جس راستے میں آپ کا نقشِ قدمْ نہیں

سجدہ اُسی کا نام ہے جب تم ہو سامنے
ایسی نماز کیا جو بروئے صنم نہیں

منزل مجھے ملے نہ ملے اسکا کیا گلا
تم میرے ساتھ ساتھ ہو یہ بھی تو کم نہیں

مندرجہ غزل ہم لوگ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں اکثر پڑھا کرتے تھے۔

سائے میں تمھارے ہیں قسمت یہ ہماری ہے
قربان دل و جانم کیا شان تمھاری ہے

نقشہ تیرا دل کش ہے صورت تیری پیاری ہے
جس نے تجھے دیکھا ہے سو جان سے واری ہے

کیا پیش کریں تم کو کیا چیز ہماری ہے
یہ دل بھی تمھارا ہے یہ جاں بھی تمھاری ہے

تصویر تیری ہم نے اے جلوۂ جاناناں
سو آئینہ توڑے ہیں تب دل میں اتاری ہے

کلامِ نایاب حمد بہ طرزِ غزل

ہوئے کتنے جلوے ہی رونما جو چھپے تھے بزمِ خیال میں
میری ذات پر جو عیاں ہوئے ہیں وہ تیرے حُسن و جمال میں

یہ کمالِ اُوج بھی دیکھئے سرِ عرش ایسا بشر گیا
جو حبیب کبریا ہی تھے نہ کوئی تھا ان کی مثال میں

ہوئے کتنے ظلم وستم مگر تیرے عشق کو نہ چھڑا سکے
یہ جنون کیسا عجیب تھا جو چھُپا تھا روح بلال میں

نہ تو حُسن خلد کی چاہ تھی نہ طلب تھی ہم کو بہشت کی
جو بیان ہی میں نہ آسکے وہ مزا تھا تیرے وصال میں

یہ کمال بادہ و مسئے نہیں تیرے حُسن کا یہ سرور تھا
جو خمار تھا میری آنکھ میں نہ ملا وہ چشم غزال میں

تمھیں دیکھنے کی جو چاہ تھی کہا تم نے خودکو ہی دیکھ لے
یہ جواب کیسا حسین تھا جو ملا تھا میرے سوال میں

تمھیں پوچھا چاہنے والوں سے تو جواب سب نے یہی دیا
وہ حسین ایسا ہے بے مثال نہ ملے گا خواب وخیال میں

جو نظر میں آکے سماگئے وہ دل و دماغ یہ چھاگئے
ہیں وہ جلوے تیرے وجود کے ہے یہ بات انکے کمال میں

تو کرم بھی کرتا ہے جانِ من اورقہر بھی تیرا نایاب ہے
کیا جمال ہے تیرے حُسنِ کا کیا غضب ہے تیرے جلال میں

غزل

میری نظر میں دے دیا کتنا سرور آپ نے
مستی بھری نگاہ سے دیکھا حضور آپ نے

مجھ رو سیاہ پر کیا کتنا کرم جناب نے
چہرے میں میرے بھر دیا اپنا ہی نور آپ نے

ہے شانِ دلبری تیری یا ہے ستمگری تیری
تڑپا کے مسکرا کے پھر دیکھا ضرور آپ نے

کتنی ہیں میری لغزیش تیرا کرم بھی کم نہیں
پل بھر میں معاف کردیا سارا قصور آپ نے

دیکھا جو میں نے آئینہ تم ہی کھڑے تھے سامنے
کیسا سحر کیا ہے یہ میرے حضور آپ نے

میں نے جو مانگا وہ ملا خالی کبھی نہیں گیا
میری ہر ایک عرض کو منظور کیا آپنے

چھوٹا سا سنگ راہ تھا گوہر بنا دیا جسے
اس گوہرِ نایاب کو مشہور کیا آپنے

غزل

دل کی گہرائیوں میں بھی جو اُتر جاتی ہیں
ایسی نظروں کے طلسمات کا مسحور ہوں میں

میں شرابی نہیں اور رند نظر آتا ہوں
تیری آنکھوں سے جو پیتا ہوں تو مخمور ہوں میں

روشنی بن کے خیالوں میں اُتر جاتے ہو
ایسا لگتا ہے تیرے نور سے معمور ہوں میں

مجھ گنہگار پر کتنا ہے تیرا لطف کرم
دل یہ کہتا ہے دل و جان سے مشکوُر ہوں میں

تم میرے غم کا مداوا ہو خیالوں میں مرے
دیکھتا ہوں میں تمہیں جب کبھی رنجور ہوں میں

تم سے نسبت ہے مجھے اس لئے شہرت بھی ملی
تیرے دیوانوں میں نایاب جو مشہور ہوں میں

غزل

یعقوب میاں کے عشق نے دیوانہ کردیا
دنیا کی فکر سے مجھے بیگانہ کردیا

سب کچھ لٹا دیا طلبِ شوق میں تیرے
اک دل بچا تھا اسکو بھی نذرانہ کردیا

دل میں جو بس رہا تھا ہجومِ خیال غیر
یادوں نے تیری اسکو بھی ویرانہ کردیا

تم آئے میرے سامنے تو ہوش کھوگیا
اور جب چلے گئے مجھے دیوانہ کردیا

جب تک نظر اُٹھی نہ تھی تھوڑا سا ہوش تھا
اور جب نظر ملی تو پھر مستانہ کردیا

ویرانگئی دل میں تھا چھوٹا سا اک مکاں
تم بس گئے تو پھر اسے کاشانہ کردیا

تھوڑا سا مسکرا کے جو دیکھا تھا آپ نے
میرے رقیب نے اسے افسانہ کردیا

کتنا نشہ ہے یاد میں مت پوچھ اے نایاب
دل کو میرے شراب کا پیمانہ کردیا

غزل

میری نظروں میں تم ایسے بس گئے ہو جان جان
جس طرف بھی دیکھتا ہوں تم کو ہی پاتا ہوں میں

کیوں نہ ہو پھر بت پرستی کی طرف مائل یہ دل
تم کو دیکھا تو کہا ایمان نے جاتا ہوں میں

ہے حقیقت ایک تو پھر میں نہیں تجھ سے جُدا
تو سمندر ہے جہاں قطرہ نظر آتا ہوں میں

جھک گیا دستِ طلب جب راز مجھ پر یہ کُھلا
میں ہی داتا ہوں مگر بندہ نظر آتا ہوں میں

میری صورت آپ کی صورت سے ایسی مل گئی
آئینہ میں دیکھتا ہوں تم کو ہی پاتا ہوں میں

میرے اندر میں نہیں ہوں آپ ہیں جلوہ نما
صورت نایاب میں مُرشد نظر آتا ہوں میں

....

ذکر سے تیری غافل جو ہے وہ ہوگا برباد
یاد محمدؐ دل میں ہے تو وہ دل ہے آباد

تیرے لئے دن رات نہ تڑپے وہ ہوگا ناشاد
تیری محبت دل میں ہے تو قدم قدم آباد

غزل

کُھل گئے ہیں میری قسمت کے دریچے جب سے
زندگی بن کے تم آئے میرے گھر میں جب سے

لذتِ عشق سے واقف جو ہوا پھر یہ دل
بہت تڑپا تیری فرقت میں اے دلبر جب سے

عقل غالب تھی محبت کو نہ سمجھا یہ دل
پھر یہ سمجھا جو ہوا عقل سے باہر جب سے

کتنی قاتل ہیں تیری چشم سیاہ جان جہاں
دیکھ کر ان کو ہوا دل میرا ابتر جب سے

جس نے بھی عشق کیا تم سے تڑپتا ہی رہا
کبھی دیکھا نہ سنا ایسا ستمگر جب سے

مستیاں لے گیا آنکھوں میں چُھپا کر اے دوست
ہم نے دیکھا نہ کوئی مست قلندر جب سے

ان کو حاصل ہوئیں پھر دونوں جہاں کی خوشیاں
جس نے تھاما تھا محبت سے تیرا در جب سے

کسی درماندہ پر جو آپ نے کی نظرِ کرم
بن گیا وہ بھی مقدر کا سکندر جب سے

فکرِ دنیا سے مجھے کر دیا بیگانہ نایاب
عشق نے ان کے میرے دل میں کیا گھر جب سے

غزل

اپنے سجن سے آنکھ لڑائی دل ہوگیا دیوانہ
نینوں سے اپنے اتنی پلائی میں ہوگیا مستانہ

دنیا بھلا کے میرے من میں پیار کی جوت جگادی
دیتا نہیں ہے کوئی دکھائی تیرے سوا اے جانہ

تورے درش کو انکھیاں ترسیں آجا مورے جاناں
جب سے ہوئی ہے تم سے جدائی تڑپے ہے دل روزانہ

یارب صدا آباد رہے میرے ساقی کا میخانہ
رندوں کی یاں پہ خوب بن آئی بھر کے ملے پیمانہ

بھولی صورت نین نشیلے چال تیری مستانہ
جس نے بھی تم سے آنکھ ملائی وہ ہوگیا دیوانہ

میرے غم میں شامل ہے اپنا ہو یا بیگانہ
فرقت میں تیری شمع جلائی جلنے لگا پروانہ

خود کو مٹا کے عشق میں جلنا سیکھو پروانوں سے
جس کی سمجھ میں بات یہ آئی وہ ہے بڑا فرزانہ

مسند فقر پر بیٹھنے والوں اپنی میں کو مٹا دو
جب تک رہے گی دل میں بڑائی بن نہ سکے گا یگانہ

پوجا کرے نایاب یوں تیری شام وسحر روزانہ
مورت جو تیری دل میں بٹھائی دل ہوگیا بت خانہ

غزل

دیر و حرم کی راہ میں اک دلبر با صنم ملا
مستی بھری شراب کا اک میکدہ کھلا ملا

یہ معجزہ نہیں تو کیا تیری گلی سے جو گیا
اُس کارواں کا راستہ کعبہ سے جا کے جا ملا

تم کو صنم بنا کے پھر سجدہ سر جھکا دیا
مانا کہ تم خدا نہیں تم سے مجھے خدا ملا

جور و ستم جفا سہی پھر بھی رہیں گے آپکے
صد شکر یہ حضور کا کچھ تو ہمیں صِلہ مِلا

فرقت میں تیری رات دن تڑپا کیئے نایاب ہم
مت پوچھیے کہ عشق میں کیسا ہمیں مزہ مِلا

غزل

دل کا چین وقرار تم سے ہے
زندگی میں بہار تم سے ہے

جسم میرا ہے تم ہو روح و بدن
میرے دل کا قرار تم سے ہے

کس کی چاہت میں دل دھڑکتا ہے
جانِ من اس کو پیار تم سے ہے

جس کا نشہ کبھی اتر نہ سکے
ایسی مئے کا خمار تم سے ہے

ہر طرف کیف آفریں ہے فضا
یہ صبا مُشکبار تم سے ہے

گلشنِ رنگ و بو کے پھولوں کا
حُسن و نقش و نگا ر تم سے ہے

چاہنے والوں میں ہے ایک نایاب
جس کا قول وقرار تم سے ہے

غزل

ایسی جگہ رہیں کہ جاں شام وسحر نہ ہو
دل میں خیال یار ہو کوئی فکر نہ ہو

تجھ کو ہی دیکھوں اور تو پیشِ نظر رہے
میری نظر میں غیر کا کوئی اثر نہ ہو

کوئی شمع نہ جل سکی دنیا میں آج تک
جس میں کسی پروانے کا خونِ جگر نہ ہو

کیوں عاشقی میں ڈھونڈتے ہو چین اور سکون
ایسا کوئی عاشق نہیں ہے جو در بدر نہ ہو

ایسی صدف نکال نہ دریائے آب سے
جس میں کوئی کمال کا لعل و گوہر نہ ہو

بھاتی نہیں ہے کوئی خوشی میری نظر میں
جب میرے سامنے میرا نورِ نظر نہ ہو

سجدوں میں حلاوت نہیں اے واعظ حرم
جب تک نظر کے سامنے جانِ جگر نہ ہو

ہر نقشِ پا کی خاک کو پلکوں سے ہے چنتا
یہ ہی سمجھ کے شاید تیرا رہ گذر نہ ہو

پھر بھی یہی دعاء ہے میرے دل میں اے نایاب
جو تیرا عاشق ہے وہ کبھی در بدر نہ ہو

غزل

مرے ندرت خیال کو یہ شعور کسی نے عطا کیا
کہ تو عکس ہے کسی ذات کا جسے آئینہ نے دکھا دیا

جو فنا ہوا تو بقا ملی کسی بلبلہ آب کو
جسے بحر کی کسی لہر نے اُسی بحر ہی میں ملا دیا

میں جو سجدہ ریز ہوا کبھی تو ہمیشہ یہ ہی گماں ہوا
جو صنم تھا میرے روبرو اسے اپنے دل میں بٹھا لیا

وہ جو علم تو نے عطا کیا نہ ملا مجھے وہ کتاب میں
کہ خرد کا جس میں دخل نہیں تیرے نطق نے وہ سکھا دیا

کہ سکون دل نہ ملا مجھے جو ملا تو تجھ سے ملا مجھے
تجھے دیکھتا تھا جو ہر گھڑی تو دل ونظر میں بسا لیا

میرے جسم کو یہ خبر نہیں میری جان کو یہ پتہ نہیں
کہ وہ کون ایسا حسین تھا جسے میرے دل نے چُرا لیا

تیری بے بسی کی ہے انتہا کہ نایاب کچھ بھی نہ کہہ سکا
تیرے پاس آ کے چلا گیا تجھے جاتے جاتے رُلا دیا

غزل

تجھے چاہا تھا میرے دوست بڑے مان کیساتھ
میں پجاری ساتھا جیسے کسی بھگوان کیساتھ

تو اگر مجھ سے جدا ہو کے کہیں جاتا تھا
تیری تصویر کو رکھتا تھا دل وجان کیساتھ

تیرے ہی ذکر سے پرُ ہیں میرے تمام اشعار
تیرا ہی نام ہے روشن میرے دیوان کیساتھ

کتنے ہی مرمٹے جب زلف تیری لہرائی
کیا قیامت سی اُٹھی زُلف پریشان کیساتھ

جلوہٗ حُسن کو دیکھا تو نظر ٹہر گئی
جانے کیا گذرے کی اب اس دل حیران کیساتھ

خشبو پھولوں کی سمٹ آتی ہے اس رستہ پر
جس پہ چلتے ہیں خراماں وہ بڑی شان کیساتھ

اسکی خُوشبوں سے بسی ہے میری ہر سانس نایابؔ
دل دھڑکتا ہے میرا اس کے ہی وجدان کیساتھ

عرضداشت بہ خدمت حضور پیرومُرشد

میرے خواجہ میرے محبوب میرے جان جہاں
آپ کی ہم پہ کریمانہ نظر ہوجائے

آپ ہیں خواجہ یعقوب شہنشاہ ولی
ہم غریبوں کی دعاؤں میں اثر ہوجائے

میرے آنکھوں سے بہے اشکِ ندامت جو بھی
تیرے قدموں میں گرے لعل وگوہر ہوجائے

جو بھی عاشق ہے تیرا اس پہ ہو پھرایسا کرم
معرفت کا بھی وہ خورشید وقمر ہوجائے

تیری چوکھٹ پہ پڑا ہوں تو پڑارہنے دے
چاہے یہ رات گذر جائے سحر ہوجائے

کھول دے ہم پہ بھی اسرارِ حقیقت کے رموز
اپنا جیسا ہی بنادے جو اگر ہو جائے

ہو کرم آپ کا نایابؔ پہ اے عالی مقام
چاہنے والا جو منظورِ نظر ہوجائے

نظم

جو کل نہ تھا وہ آج ہے جو آج ہے وہ کل نہیں
ہر شئے ہی بے ثبات ہے جسکا یقین اِک پل نہیں

عہدہ اپنے ناز ہے کرسی کا ہے کتنا غرور
اے بیوقوف تو آج ہے لیکن یقین ہے کل نہیں

دولت کا کتنا ہے نشہ کہ بھول گیا انسان کو
اتنا گھمنڈ کرتا ہے تو گردن میں تیری بل نہیں

کچھ دن رہے گا قبر میں گل سڑ کے خاک ہوجائیگا
اب بھی سنبھل جا دیکھ لے آنکھوں کو اپنی مل نہیں

لوگوں کے کام آنا ہی تو انسانیت کا نام ہے
کتنا ہے میٹھا یہ ثمر دنیا کا کوئی پھل نہیں

دو بوند اگر برسا گئے بادل تو کیا برسات ہے
بارش کہیں گے تب اسے کہ جب تلک جل تھل نہیں

مچھلی کو پانی نہ ملے تو کس طرح زندہ رہے
انسان مچھلی کی طرح زندہ ہے لیکن جل نہیں

اک ولولہ اور جوش ہی تو زندگی کا نام ہے
مردہ نظر آتے ہیں وہ جن میں کوئی ہل چل نہیں

حالات سے گھبرا کے تم ہمت کبھی نہ ہارنا
ایسی نہ کوئی بات ہے جس کا کہ کوئی بھی حل نہیں

کچھ رخصتی کے واسطے سامان پیدا کرنا اب
کیوں کہ یہاں تو آج ہے لیکن پتہ ہے کل نہیں

تاج ابوالعلیٰ

سفید تاج دراصل ہے سات رنگ کا ظہور
یہ تاج سات سلسلوں کی اک امانت ہے

سفید رنگ میں پنہاں ہے سادگی وامن
امیر بوالعلیٰ کہ یہ بھی اک ذہانت ہے

جو سرپے رکھے نظر آئے شانِ جہانگیری
امیر سلطنت فقر کی عنایت ہے

کوئی پہن کے اسے جب بھی داغدار کرے
خدا کی اسکے لئے لعنت و ملامت ہے

پہن کے اسکو بنو ایسے باعمل صوفی
کہ جس کا دین اور ایمان بھی سلامت ہے

کوئی جو سرپہ رکھے اور حق ادا نہ کرے
طریقِ فقر میں سب سے بڑئی خیانت ہے

تو حق ادا کر مقدس کلاہ کا نایاب
پھر دیکھ چہرہ پہ کیا نور اور متانت ہے

حرفِ آخر

الحمدُ للہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس بابرکت کتاب کو لکھنے کی اور مکمل کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہم نے پوری کوشش کی کہ اس سلسلے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل ہوں بہرحال جہاں تک ہم کو خواجہءموصوف کے بارے میں معلومات حاصل ہوسکیں ان کو احاطہءتحریر میں لایا گیا ہے۔

ہمیں ایک طرف کتاب کی تکمیل کی خوشی ہے لیکن دوسری طرف اس بات کا افسوس ہے کہ ہماری یہ دلی خواہش تھی کہ جب کتاب چھپ جاتی تو ہم اپنے کچھ چاہنے والوں کو اپنے ہاتھوں سے ان کی خدمت میں پیش کرتے لیکن افسوس کہ وہ اصحاب کتاب کی طباعت سے پیشتر ہی اس دنیا سے پردہ کرگئے۔ ان لوگوں میں جناب منے میاں کی یاد بہت آرہی ہے کاش کے وہ ہوتے اور اس کتاب کو پڑھتے۔
جناب نظام الدین صاحب کی بھی بہت یاد آرہی ہے۔ جنہوں نے اسی سال 5 ذی الحجہ کو اس جہانِ فانی سے پردہ فرمایا ہے۔

ہمارے ایک چاہنے والے جناب سید جاوید ارشد عرشی کے والد جناب سید منور علی صاحب حال ہی میں اس دنیا سے پردہ کرگئے ہیں یہ ایک سچے عاشق رسولؐ تھے بزرگان دین اور اولیاءکرام سے خصوصی نسبت رکھتے تھے۔ ان کے والد بزرگوار جناب سید انور علی صاحب جو خدا کے فضل و کرم سے بقید حیات ہیں انہوں نے قرآن شریف کی تفسیر لکھی ہے اور انگلش زبان میں ترجمہ کیا ہے انہوں نے بہت سی کتابیں تحریر کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو صحت کیساتھ قائم رکھے آمین۔

معزز قارئین کرام آپ کو اس حقیقت کی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ پہلی کتاب جو ۱۹۹۶ء میں حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب کے عنوان سے لکھی گئی تھی وہ راقم نے اپنے دنیاوی اور پیدائشی نام سے تحریر کی تھی۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت خواجہ محمد یعقوب علی شاہؒ صاحب اس خاکسار کو سید نایاب علی شاہ کہا کرتے تھے۔ اور لوگوں سے ہمارا تعارف اسی نام سے کرواتے تھے۔ جب دوسری کتاب شان یعقوبی لکھنے لگے تو آپ نے رویائے صادقہ میں آکر ہم کو حکم دیا کہ آئندہ تمام کتابیں جو تم لکھو گے وہ ہمارے عطا کردہ نام سے لکھنا۔ کتاب کے اختتام پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور تمام قارئین کرام سے دعاوں کا طالب ہوں کہ ہمارے برخوردار سید نعمان علی شاہ جو ابھی نوجوان ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پیرومُرشد اور بزرگانِ دین کی صحیح طریقہ سے پیروی کرنے کی توفیق عطا کرے اور ان کے عقل وشعور میں معرفت الٰہی سے آگاہی حاصل کرنے کا جذبہ وشوق عطا کرے اور ان کے دل میں اپنے مُرشد اور بزرگان دین کی سچی محبت پیدا کرے آمین!

آخیر میں تمام مسلمانانِ عالم اور خصوصاً اہل سلوک اور سلسلہ عالیہ کے مُریدین وخلفاء حضرات کیلئے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی وپرہیزگار بنادے اور سب کو شریعت اور طریقت پر استقامت کیساتھ چلنے اور کتاب اللہ کے احکامات پر صحیح طریقہ سے کاربند ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے علم وفضل عقل وشعور اور عمل میں ترقی عطا کرے اور ہم سب کو اپنی حقیقت آگہی کے سمجھنے کی بصارت عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وماعلینا الا البلاغ المبین

بندۂ ناچیز

سید نایاب علی شاہ علوی یعقوبی

(یکم رجب ۱۴۳۱ھ بمطابق ۱۴ جون)